بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رحمۃ للعالمین

الحقائق فی الحدائق
المعروف
شرح حدائق بخشش

(جلد چہارم)

شمس المصنفین ،فقیہ الوقت ،فیضِ ملّت ،مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

حسن تخیل

الحقائق کی افادیت واھمیت

مولانا حسن علی رضوی بریلوی

الحمد لله الاجل رضا السیدنا احمد واصلی واسلم علی سیدنا احمد رضا لله الواحد

الصمدوعلی جمیع من رضی الله عنھم ورضوعنه

امابعد یہ مژدہ جانفزاءوبشارت روح افزاءروحانی طمانیت اورفرحت کاباعث ہے کہ شیخ التفسیروشیخ التدریس وشیخ الحدیث مولانا الحاج الحافظ ابوالصالح محمدفیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی بانی ومہتمم شیخ الحدیث جامعہ اُویسیہ رضویہ دارالعلوم اہل سنت وجماعت بہاولپور شیخ الاسلام والمسلمین ، حجۃ اللہ علی الارضین ،سیدنا الامام احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ الولی کے کلامِ بلاغت نظام مجموعہ حمدونعت ومناقب حدائق بخشش کی شرح ارقام فرماتے ہیں جس کا حصہ اول الحقائق فی الحدائق کے روح پرور کیف آورنام سے منظرنام پرآچکا ہے۔سیدنا مجددِاعظم ،سرکارِاعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام کلام الامام ،امام الاکلام کا آئینہ دار ہے۔کلام امام کی شرح فاضل ومحقق شارح کی جلالت علمی کی بین دلیل ہے بے ساختہ زبان پرآیا

تفہیم کی کلام جناب امام

پہنچی ہے گویا اوج فلک پر تری کمند

حصہ اول بادی النظر میں نظرنواز ہوا جس سے پتہ چلا کہ ''حدائق بخشش'' کی یہ شرح محض اردو سے اردو میں نہیں یا محض شاعرانہ لفاظی پرمحیط ومشتمل نہیں بلکہ سیدنا اعلیٰ حضرت ،عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے اشعار مبارکہ کوقرآن وحدیث واقوالِ ائمہ واولیاءقدست اسرارہم سے ثابت کیا جارہا ہے۔

فقیر کی مدتِ مدیداورعرصہ بعید سے یہ دلی آرزوتھی اورقلبی تمنا بھی۔آج تک ہم اہل سنت سیدنا امام اہل سنت کی ذاتِ ستودہ صفات پرغیرمتزلزل یقین کے باعث یہی کہتے چلے آئے ہیں اورگویہ بات فی الواقع حقیقت پرمبنی بھی ہے کہ حضوراعلیٰ حضرت ،مجدددین وملت کا کلام قرآن وحدیث اوراقوالِ بزرگان دین کے ارشادات وکنایات کانظم ہے۔ مخالفین اہل سنت ،دشمنانانِ دین وملت ،معاندین وحاسدین اعلیٰ حضرت دن رات امام اہل سنت کے کلام پرجاہلانہ مگر شدید مغالط آمیزاعتراضات پیدا کرکے عوام میں غلط فہمیاں پیدا کررہے ہیں ۔اپنی جہالت اورحماقت اور بے بصیرتی

سے آپ کے اشعار کا الٹا سیدھا من مانا مفہوم پیش کر کے غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ مخالفین اہل سنت کے ردو ابطال میں بحمدہ تعالیٰ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اتباع میں ۵۵ کے قریب کتابیں ان کی مقدس قلم کی بھیک کے صدقہ میں اس فقیر کو لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی جس میں سیدنا امام اہل سنت کے مبارک اشعار کے مفہوم کا حلیہ بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے دیدہ و دانستہ مغالطہ دیا گیا ہے۔ فقیر نے اپنی تصانیف "قہر خداوندی بردھما کہ دیوبندی، برہان صداقت برنجدی بطالت، برق آسمانی برفتنہ شیطانی، احسن التحریر علی اخبث التقریر" میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کے بعض اشعار پر جاہلانہ اعتراضات کے جوابات بھی عرض کئے ہیں لیکن اشد ضرورت اس امر کی تھی کہ حدائق بخشش کے جملہ اشعار حمد و نعت و منقبت کو قرآن و حدیث واقوال ائمہ وارشاداتِ اولیاء سے بحوالہ کتب معتبر ثابت کردیا جائے۔ مقامِ صد مسرت ہے الحمد المولیٰ تعالیٰ میری یہ دیرینہ خواہش پوری ہوگئی حضرت علامہ اُویسی صاحب مدظلہ نے پورے حدائق بخشش کے اشعار کو مدلل و محقق فرمادیا۔ اب کوئی بدمذہب، بدعقیدہ، گستاخ سرکارِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اشعارِ مبارکہ پر اعتراضات کی جرات و جسارت نہ کر سکے گا۔ الحقائق فی الحدائق صرف یہ نہیں کہ صرف اس سے حضرات شعراء وادباء استفادہ کرسکیں گے یا یہ کتاب محض اہل نعت کی روح کو تسکین پہنچا سکے گی بلکہ شرح حدائق بخشش مخالفین اہل سنت کے مصنفین و مناظرین کا منہ بھی بند کر سکے گی۔ فقیر کے نزدیک یہ کتاب مصنفین و مناظرین اہل سنت کے لئے بھی محل گرانقدر سرمایہ ہے۔ مصنف نے ایک ایک شعر کو مستند حوالوں سے پایۂ ثبوت پہنچایا ہے۔ مخالفین اہل سنت اور معاندین اعلیٰ حضرت کی یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ ان کے اکابر میں خواہ وہ قتیل دہلوی ہوں یا شیخ نجدی، نانوتوی گنگوہی ہوں یا تھانوی، انبیٹھوی دربھنگی ہو یا ٹانڈوی و سنبھلی کسی کو بھی نعت کا مجموعہ لکھنے کی توفیق نہیں دی۔ البتہ دہلوی و نانوتوی، تھانوی، گنگوہی وغیرہ کے مرثیے ضرور لکھے اور یہاں سیدنا امام اہل سنت، سرکارِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ خود بھی اعلیٰ درجہ کے بلند پایہ نعت گوشاعر تھے جن کے روح پرور اور کیف آور کلام بلاغت نظام اور مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام سے نہ صرف برصغیر پاک و ہندو بنگلہ دیش بلکہ عرب و افریقی مما لک حتی کہ مغربی اور یورپی مما لک بھی گونج رہے ہیں حتی کہ حضور اعلیٰ حضرت کے خلف وخلفاء اور تلامذہ احباب واخوان کے مجموعہ ہائے نعت موجود ہیں۔ یہ عنوان ایک تفصیل کا متقاضی ہے یوں تو پورا قرآنِ عظیم، حبیب و محبوب ﷺ کی نعت ہے اور کتب سیر و تواریخ سے پتہ چلتا ہے کا ماھو شاعر کے مصداق خود حضور جانِ نور، سرکارِ ابدقرار ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر کا اہتمام فرماتے اور ان کے رجز اور نعت و حمد سے مزین اشعار پر دادِ تحسین فرماتے اور "اللھم ایدہ بروح القدس" اور "وقال اللہ من......."

کی دلنواز دعاؤں سے بھی نوازتے۔اس سے معلوم ہوا کہ نعتیہ شاعری فی نفسہ بری نہیں۔حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ نورانی اشعار چودہ سو سال سے شرق وغرب میں گونج رہے ہیں

خلقت مبرا من کل عیب

کانک قدخلقت کماتشاء

اور حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شہرہ آفاق قصیدہ

بانت سعاد هلبی الیوم مبتول

سلطانِ ہند اجمیری، اکابر اسلاف اسلام میں سیدی امام شرف الدین بوصیری، مولانا جامی، مولانا رومی، شیخ سعدی، فریدالدین عطار، خواجہ قطب جمال ہانسوی، امیر خسرو قدست اسرارہم آسمانِ نعت کے درخشندہ ستارے ہیں۔ چودہویں صدی میں رقم نعت کا سب سے بڑا اعزاز و اعجاز سیدنا مجددِ اعظم، سرکارِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے حصہ میں آیا۔ دنیائے عشق و محبت، نعت رسالت کے میخانے ان کے دم سے آباد ہیں ورنہ زاہد تنگ نظر نے تو نعت کو ہی بدعت بنا ڈالا۔سیدنا اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت کی شاعری کوئی عامیانہ شاعری نہ تھی جس کو قرآن پاک نے یوں جھڑ کا ”وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ“ بے ادب شاعروں کی پیروی وہی کرتے ہیں جو گمراہ ہیں لیکن صنعت نعت میں شاعری سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچا اور حقیقی اتباع و نیابت ہے اور یہی پاکیزہ شاعری ہے جس کے بارے میں فرمایا ”ان الشعرا لحکمة وان من البیان السحر“ یعنی بے شک بعض شعر سراسر حکمت و دانائی ہوتے ہیں اور بے شک بعض بیان جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں۔ بلاشبہ سیدنا اعلیٰ حضرت کی شاعری حکمت و دانائی، معارف و معانی اور حقائق سے لبریز و بھرپور ہے بظاہر اس عظیم صنعت نعت میں حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی کے شاگرد نہیں اور آپ کا استاذ نہیں بلاشبہ یہ بھی انہیں علوم کے حصہ سے ہے جو بارگاہ رسالت و سرکارِ غوثیت سے آپ کو عطا ہوئے اور آپ کا دامن کلام غالب اور امیر و ذوق و داغ وغیرہم کے داغِ شاگردی سے پاک ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

سیدنا الامام قدس سرہ خود فرماتے ہیں

توشہ میں غم اشک کا سامان بس ہے
افغان دل زار حدیٰ خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

یعنی نعت کی راہ میں اگر رہبر کی ضرورت ہو تو میرے لئے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقش قدم کافی ہے۔

عامیانہ شاعری سے اظہارِ برأت و لاتعلقی کے طور پر فرماتے ہیں

رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے　　ہمیشہ صحبت ارباب شعر سے ہوں
نہ اپنے کاموں سے تضیع وقت کی فرصت　　نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور

علوم میں ہو تبحر تو ورثۂ آباء
ڈبوؤں کیوں کرکے بحر شعر عبور
جبیں طبع ہے ناموده داغ شاگردی
غبار منت اصلاح سے ہے دامن دور
مگر جو ملہم غیبی مجھے بتاتا ہے
زبان تک اسے لاتا ہوں میں بمدح حضور

ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کی شاعری کسی استاد کی مرہونِ منت نہیں یہ عطیہ ہے سرکارِ رسالت و بارگاہِ غوثیت کا۔ایک اور جگہ فرماتے ہیں

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بیجا سے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

چونکہ امام اہل سنت، مجددِ اعظم، دین وملت کی شاعری کا ماخذ قرآنِ عظیم ہے اور آپ نے اپنی شاعری میں احکامِ شریعت کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اسی لئے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

جو کہے شعر پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے

لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

غرض کہ اعلیٰ حضرت کی شاعری میں شریعت کی پابندی حضرتِ حسان کا اتباع ،محاورات کی لطافت، الفاظ کی فصاحت، کلام کی بلاغت، مضامین میں دلکشی، تشبیہات کی عمدگی، استعارات کی خوبی، اصطلاحات علمی کی تلمیحیں، آیات واحادیث کے اقتباسات الغرض آپ کی شاعری میں تمام تر خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اسد السنۃ ، غازی ملت مولانا محبوب علی رضوی علیہ الرحمہ نے آج سے کئی سال پہلے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے ایک ایک شعر کی شرح کی جائے تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہوں۔

اور آج بحمدہ تعالیٰ اکابر اہل سنت کی مبارک آرزوؤں کی تکمیل حضرت علامہ اُویسی رضوی مدظلہ کے ہاتھوں ہورہی ہے اور یہ بھی خود حضور سیدنا اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت قدس سرہ کی روشن کرامت اور سیدی وسندی حضور محدثِ اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد بریلوی قدس سرہ کا روحانی تصرف اور ان کی تعلیم وتربیت اور فیض صحبت کا اثر ہے کہ علامہ اُویسی صاحب جیسا خالص سرائیکی زبان کا حامل بریلی کی اردو جس کی متعلم اربابِ علم وادب اور اربابِ شعروسخن کرتے ہیں کہ اپنی ملاحت اور حسن فصاحت وبلاغت کے باعث دہلی اور لکھنؤ کی اردو پر حاوی ہے۔ اس لئے اہل سخن نے بریلی کو رشک دہلی کہا ہے دیکھیں کتاب ’’محمد حسن نانوتوی‘‘ اور پھر یہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کرامت ہے یا عطیہ سرکارِ غوثیت ہے کہ ان کی بارگاہ میں کوثر وسلسبیل میں ڈھل کر الفاظ ومعانی کی صفیں حاضر ہیں اور وہ الفاظ جدید وقدیم لغت ہائے اردو فارسی میں بمشکل ملتے ہیں۔ بلاشبہ علامہ اُویسی صاحب کا یہ کمال ہے کہ اس قدر دقیق اردو اشعار کا نہ صرف مفہوم بیان فرمارہے ہیں بلکہ اپنی تشریحات کو حوالہ جات سے مدلل ومبرہن فرمارہے ہیں۔ نائب اعلیٰ حضرت سیدی وسندی محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز کی زیارت وصحبت سے مشرف ہونے ان کی نورانی روح پرور محفلوں میں شریک ہونے والے آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں کہ بڑے کیف وسرور وانہاک سے کلامِ اعلیٰ حضرت سنتے اور ساتھ ساتھ اس کی تشریح فرماتے جاتے اور اعلیٰ حضرت کے ایک ایک شعر کی وضاحت واثبات میں حوالہ جات کے انبار لگادیتے کہ یہاں فلاں آیت کی ترجمانی ہے یہاں فلاں حدیث کے مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے اتباع میں یہی انداز حضرت ممدوح قدس سرہ العزیز کے تلمیذ ارشد فاضل علامہ اُویسی مدظلہ العالی کا ہے ’’الحقائق فی الحدائق‘‘ کا مطالعہ کرنے والا قاری خود کو سیدنا محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں

موجود پاتا ہے۔ یہ امر واقع ہے جس طرح سیدنا مجدِد اعظم ،سرکارِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام عرش احتشام سے سوز و گداز کی محفلیں گرم ہیں اسی طرح حدائق بخشش کی شرح الحدائق فی الحقائق سے عشاقِ رسول ،شیدائیانِ رسول اور فدایانِ رسول روحانی سرور و تسکین پاتے رہیں گے۔عشق نبی کریم ﷺ کا شعلہ روح وایمان کو گرماتا رہے گا اور اعلیٰ حضرت کی نعت کا عنوان اور موضوع بھی یہی ہے جیسا کہ خود بدولت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

شعلۂ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا عمر بھر منہ سے وصف پیغمبر نکلا
سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان تیرا اے دل مضطر نکلا

صنعت نعت میں اعلیٰ حضرت کو جو کمال اور مہارتِ تامہ حاصل تھی تحدیث نعمت کے طور پر اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں

ہے میرے زیر نگین ملک سخن تا بہ ابد
میرے قبضہ میں ہیں اس خطہ کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد
ہے تصرف میں مرے کشور نعت احمد
میں بھی کیا اپنے نصیب کا سکندر نکلا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور شفیع امت ، نبی رحمت ﷺ کے صدقہ سے مولانا اُویسی صاحب کے قلب پر سیدنا اعلیٰ حضرت وسیدی حضور محدثِ اعظم پاکستان کا تصرف اور قبضہ ہے۔اسلام وسنیت کا غلبہ خدمت دین اور تعلیم دین کا جذبہ، تحریری ،تقریری ،تدریسی میدان میں شبانہ روز موجود ہیں۔جامعہ اُویسیہ رضویہ میں مسند تدریس پر اعلیٰ درجے کے استاد ہیں۔میدانِ مناظرہ میں بلند پایہ محقق مناظر ہیں۔درسی کتب کے شروحات وحواشی لکھے جارہے ہیں ،وہابیہ، دیوبندیہ اور نجدیہ کی گستاخیوں کا ردو ابطال ہورہا ہے۔ردِروافض ،زمانہ منکرین احادیث باغیانِ نبوت کے عقائد باطلہ کا پوسٹ مارٹم ہورہا ہے۔عشق ومحبت کی وہ چنگاری جس کو حضور اعلیٰ حضرت نے یوں بیان کیا ہے وہ مولانا اُویسی صاحب مدظلہ کے دل میں روشن ہے۔مولانا اُویسی صاحب اور سرکارِ اعلیٰ حضرت حضرت اُویس قرنی کی بارگاہ عظمت پناہ میں یوں حاضر ہیں

ہم گئے قبر اُویس قرنی پر کہ سنیں

عشق میں پھنستی ہیں کس دم بلا میں جانیں

قبر عاشق سے صدا آئی کہ کیا حال کہیں

کبھی زندہ کبھی مردہ ہوئے ہم الفت میں

شوقِ نظارہ مگر دل سے نہ باہر نکلا

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کا کیف وسرور سے بھرپور یہ شعر بھی علامہ فاضل اُویسی صاحب کے حسب حال ہے۔
اللہ تعالیٰ موصوف کے اس جذبۂ صادقہ کو دوام بخشے اور اپنے مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے۔ ان کا سایہ پر مایہ اہل سنت وحامیانِ مسلک اعلیٰ حضرت صبح قیامت تک دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں امین

سگ بارگاہِ محدثِ اعظم پاکستان

فقیر قادری گدائے رضوی

عبدالنبی محمد حسن علی غفرلہ

خطیب جامع مسجد فریدیہ، میونسپل بلدیہ، میلسی ملتان ڈویژن

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

بانی مرکزی مجلس رضا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شرح حدائق بخشش یہ حسین وجمیل، پاکیزہ اور ایمان افروز مرقع حضرت مولانا حافظ محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی کی تصنیف حنیف ہے۔حضرت موصوف نے اپنی اس تصنیف میں اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معرکتہ آلآرا اور روح پرور نعتیہ مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' کی شرح اس شاندار اور عام فہم پیرایہ میں مرقوم فرمائی ہے جو لائق صد توصیف وتحسین ہے۔شارحِ علام کی یہ تشریح حضور پرنور صاحب لولاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سیرتِ طیبہ کی ایسی دستاویز ہے جو فرقانِ حمید اور احادیث مقدسہ کی معتبر ومستند روایات کی حقیقی ترجمان اور اسلامی شعار پر تمام وکمال پوری اترتی ہے۔

نیز ان منکرانِ تقلید اور معترضین کی غلط فہمیوں کے ازالہ اور موثر ردِ عمل پر مشتمل ایک لاجواب تحفہ اور حضور ﷺ سے والہانہ عشق ومحبت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ہمیں اُمید ہے اربابِ علم دانش اس نادر ترین تصنیف کے مطالعہ سے اپنے علمی، ادبی، اخلاقی، اصلاحی اور دینی وملی ذوق کی تسکین کا سامان پاسکیں گے۔(انشاءاللہ تعالیٰ)

دعا ہے کہ ربِ قدیر جل جلالہ حضرتِ شارح کو تادیر سلامت باکرامت رکھے اور وہ دین وملت کی بیش از بیش خدمات سرانجام دیتے رہیں۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

داتا کی نگری

۲۷صفرالمظفر ۱۴۱۶ھ

خاکِ راہ دردمنداں

محمد موسیٰ عفی عنہ

نعت شریف

پاٹ وہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم
یاالٰہی کیونکر اُتریں پار ہم

حل لغات

پاٹ(ہندی،مذکر)چوڑان،عرض،چکی کا پتھر یہاں یہی چوڑان ہے۔دھار(ہندی،مونث)لکیر،تلی،فوارہ، باڑھ،پانی کا تیز بہاؤیہاں یہی مراد ہے۔زار(فارسی،مذکر)جگہ،کثرنالہ وفریاد،رسوا،زاروزار،دبلا پتلا،نحیف زار، کمزور،لاغریہی مراد ہے۔

خلاصہ

دریا کاچوڑان اس قدر چوڑااور بہاؤ اتنازیادہ ہے اے الٰہ العالمین ہم کمزورلوگ دوسرے کنارے پر کیسے پہنچیں گےاس تیزرودریا کو کیسےعبورکریں گےاس پرگناہ زندگی کی روانی میں نیکی کیسے کرسکیں گے تیری مدددرکار ہے۔

شرح

امام احمد رضا قدس سرہ قیامت میں مجرموں کی ترجمانی کرتے ہیں کہ جب گنہگار گناہوں کی گٹھڑ کے سخت بوجھ سے پل صراط کوگزرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں لیکن ادھراپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ادھرآگے پلصراط کوعبورکرنا ہے جوتلوار سے تیزتر اور بال سے باریک اور ساٹھ ہزار سال کا سفر پھر قبور سے اُٹھ کر یہاں تک پہنچنے تک حال بھی اورنتیجہ یہ ہے کہ پلصراط پرقدم رکھتے ہی ڈگمگائے تو نیچے جہنم ہے۔اس حالِ زار کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کو فریادسناتے ہیں لیکن یہاں تو بے نیازی کے سوا کچھ نہیں۔

ہر مصیبت میں کام آنے والا کریم ﷺ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس شعر میں رسول اکرم ﷺ کے انتہائی احسان وکرم کی طرف مجرموں کواشارہ فرمارہے ہیں کہ اس وقت ہمارا تمہارا سب کی محسن عظیم صرف اورصرف ایک ذات ہے جوتمہارے کہے بغیر دعائیں مانگ رہے ہوں گے۔سلم،سلم جس کی تفصیل فقیراسی شرح کی جلددوم میں لکھ چکا ہے۔

جبریل پر بچھائیں

حضور نبی پاک ﷺ کی دعاؤں کےعلاوہ سیدنا جبریل علیہ السلام صرف اورصرف امت مصطفیٰ ﷺ کے لئے پر

بچھا کر کہیں گے یارو کہ جب امت مرحومہ روزِ قیامت پل صراط پر گزرے تو وہیں ان کے گزرنے کے لئے صراط پر اپنے پر بچھا دے یہاں تک کہ تمام امت گزر جائے۔ سرکارِ بیکس نواز نے اس کی یہ عرض قبول فرمائی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے

شان خدا نہ ساتھ دے ان کے خرام کا وہ باز

سدرہ سے تاز میں جسے نرم سی اک اُڑان ہے

اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ)

دوسرا مطلب

اس شعر کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام اہل سنت دنیوی زندگی گزرنے میں سلامتی کی تمنا کرتے ہیں جیسے حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے سرائیکی میں فرمایا

شالا مول سلامت نیناں

راہ وچ لڑدن چور

خدا کرے زندگی میں ایمان کی گٹھڑی باسلامت لے کر جاؤں۔ اس لئے کہ راستے میں اس گٹھڑی کے چھیننے کے لئے بہت سے چور، ڈاکو، لٹیرے آمادہ کھڑے ہیں۔

کس بلا کی مے سے سرشار ہم

دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشار ہم

حل لغات

بلا، بالفتح (عربی، مؤنث) مصیبت، دکھ یہاں شدت مراد ہے۔ مے (بالفتح، فارسی، مؤنث) شراب۔ سرشار (فارسی) بھرپور، مست۔

شرح

کتنی شدید شراب سے ہم مست ہیں دن ڈھلنے تک بھی ہم نشہ سے ہوش میں نہیں آتے۔

حضور امام الانبیا ﷺ کے عشق و مستی نے ایسا مست کیا کہ موت سر پر ہے تب بھی اس مستی کا نقشہ نہیں اترا۔ عشق مصطفیٰ ﷺ ایک ایسی دولت ہے کہ جسے نصیب ہوگئی اس میں پھر اضافہ ہی ہوتا ہے کمی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس

عنوان کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبانی سنیئے۔

(۱) ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ بیشک آپ سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے جواب میں عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی بیشک آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "الان یا عمر" یعنی اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا۔ (بخاری)

(۲) حضرت عمرو بن العاص کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ (صحیح بخاری)

(۳) جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض یا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے۔ اس (ابو قحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابو طالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا ہوتا۔ اس واسطے کہ ابو طالب کا اسلام آپ کی آنکھ کو (بہت سے امور کی نسبت) زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔ (نسیم الریاض بحوالہ احمد و ابن اسحاق، اصابہ ترجمہ ابو طالب)

(۴) حضرت ثمامہ بن آثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لا کر کہنے لگے یا محمد ﷺ! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری)

(۵) جنگ احد کے بعد قبیلہ عضل و قارہ کے چند اشخاص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے کہ آپ

اپنے چند اصحاب کو ہمارے ساتھ روانہ کریں تا کہ وہ ہم کو اسلام کی تعلیم دیا کریں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد، خالد بن بکیر، عاصم بن ثابت، خبیب بن عدی، زید بن مثنہ اور عبداللہ بن طارق کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ آب رجیع پر پہنچے تو انہوں نے بے وفائی کی اور قبیلہ ہذیل کو بلالیا اور ہذیل کے ساتھ مسلح ہو کر ان اصحاب کو گھیر لیا اور کہا کہ خدا کی قسم ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے ہم تمہارے عوض میں اہل مکہ سے کچھ لینا چاہتے ہیں۔ حضرت مرثد و خالد و عاصم نے اپنے تئیں دشمنوں کے حوالے نہ کیا اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے باقی تینوں کے ہاتھ انہوں نے جکڑ لئے۔ جب ظہران میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ نکال لیا اور تلوار ہاتھ میں لی۔ دشمن پیچھے ہٹ گئے اور دور سے پتھر پھینکتے رہے یہاں تک کہ عبداللہ شہید ہو گئے باقی دو کو انہوں نے قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ چنانچہ حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خریدا تا کہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کردے۔ صفوان نے حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم میں بھیج دیا۔ حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے حد حرم سے باہر لے گئے تو ابو سفیان نے (جواب تک اسلام نہ لائے تھے) ان سے یوں کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے محمد ہوں جن کو ہم قتل کریں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو؟

حضرت زید نے جواب دیا اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد ﷺ اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔

یہ سن کر ابو سفیان نے کہا میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) سے رکھتے ہیں۔ اس کے غلام نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(سیرت ابن ہشام بروایت ابن اسحاق)

دوسرا مطلب

مذکورہ بالا مطلب عاشقانہ تھا اب عامیانہ مطلب ملاحظہ ہو۔ امام اہل سنت پہلے شعر کی طرح دنیوی زندگی کا شکوہ کرتے ہیں کہ ہم اس زندگی کی شراب کے نشہ میں کس قدر بدمست ہیں۔ دن ڈھلنے لگا زندگی ختم ہونے والی ہے، جوانی رخصت بڑھاپا آ گیا مگر ہمیں ہوش نہیں آیا ہم غافل ہیں۔

تم کرم سے مشتری ہر عیب کے
جنس نامقبول ہر بازار ہم

حل لغات

مشتری (عربی) اسم فاعل کا صیغہ معنی خریدار۔ جنس (عربی) سوداگری کا مال۔

شرح

اے حبیب پاک ﷺ آپ تو ایسے کریم ہیں کہ ہر عیب دار اور ناقص بیکار کو گلے لگا لیتے ہیں اور ہم ایسے گئے گزرے ہیں کہ ہر بازار کی ناپسندیدہ جنس ہیں اسی لئے آپ اپنی کریمی سے ہمیں بھی گلے لگا لیں۔

جنس نامقبول کی خریداری

حضور رحمت عالم ﷺ کی جنس نامقبول کی خریداری کا یہ عالم ہے کہ گنہگار امت کے لئے کئی راتیں گریہ وزاری میں بسر فرما دیتے۔ اسی غم والم میں قیام نماز پر نماز میں قدم متورم ہو جاتے اگرچہ امام احمد رضا قدس سرہ نے جنس نامقبول ہیں لیکن ہمارے رحیم وکریم نبی ﷺ اس جنس کے بھی خریدار ہیں۔ آپ ان کے ایمان واسلام کے غم والم سے اکثر محزون ومغموم رہتے جیسا کہ نقشہ آیات ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	آیت	پارہ	سورۃ	رکوع
۱	وَ لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ ا اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ا	۱۱	یونس	۱۲/۷
۲	وَ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ ا	۴	آل عمران	۱۸/۹
۳	یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ	۶	المائدہ	۱۰/۶
۴	فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ	۸	اعراف	۱
۵	قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنْکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ الخ	۷	انعام	۴
۶	وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ	۱۴	حجر	۶/۶
۷	وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ	۱۴	حجر	۶/۶
۸	وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَ لَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ	۱۴	نحل	۲۲/۱۶
۹	وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَ لَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ	۲۰	النمل	۶
۱۰	فَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ ا اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ	۲۳	یٰس	۵

بہر حال گنہگار ہوں یا جنس نامقبول کفار آپ سب کے خریدار ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب ﷺ

کواس حرصِ کرم میں مشقت و دکھ میں دیکھا تو محبوب ﷺ کو فرمایا

طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى (سورۂ طٰہٰ، پارہ ۱۶، آیت ۱،۲)

اس کے شانِ نزول میں مفسرین نے لکھا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ عبادت میں بہت جہد فرماتے یہاں تک کہ قدم مبارک ورم کر آتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر بحکم الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفس پاک کو کچھ راحت دیجئے۔ اس کا بھی حق ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ لوگوں کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ متاسف و متحسر رہتے تھے اور خاطر مبارک پر اس سبب سے رنج و ملال رہا کرتا تھا۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اُٹھائیں۔ قرآن پاک آپ کی مشقت کے لئے نازل نہیں کیا گیا۔ (خزائن العرفان پارہ ۱۰، رکوع ۱)

فائدہ

جنس نامقبول کفار یا فجار آپ نے گلے لگایا کہ قیامت میں کفار کو شفاعت کبریٰ سے حصہ ملا اور فجار تو انمول ہی بن گئے کہ حدیث شریف میں جب شفاعت مقبول سے وہ جنس نامقبول نوازی گئی تو جنت میں تمام امتوں سے بلند مراتب پر فائز ہوگی۔ کسی نے کیا خوب کہا

جب تک بکے نہ تھا کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

فائدہ

حدیث شریف میں

الصالحون للہ والطالحون لی

نیک اللہ تعالیٰ کے بُرے میرے

یہ بھی جنس نامقبول کی ایک دلیل ہے۔

جنس نامقبول کی ایک بہترین مثال

حضرت زاہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیہاتی اور شکل میں بظاہر کچھ حسن و جمال نہ رکھتے تھے۔ جنگ کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ لایا کرتے تھے جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا

وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی (دیہاتی) ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر اپنا متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا۔ وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ ہیں پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور ﷺ کے سینے سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے وہ بولے یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ بیچتے ہیں تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے آپ نے فرمایا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک گراں قدر (قیمتی) ہے۔

تبصرہ اُویسی

زاہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر عامیانہ حیثیت اور باعتبار شکل وصورت کے جنس نامقبول ہی تھے لیکن حضور سرورِ عالم ﷺ کی نظر شفقت نے ایسا قیمتی جوہر بنایا کہ لاکھوں کروڑوں بلکہ اقطاب وابدال سے افضل واعلیٰ ہوگئے یہاں تک کہ انہیں نقد سند دے دی تم اللہ تعالیٰ کے ہاں قیمتی جوہر اور نایاب جنس ہو۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیہ نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنس نامقبول کہہ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں بیچ ڈالا لیکن نگاہ نبوت نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا قیمتی جوہر بنا دیا کہ آپ کی سیاہی کو حوران جنت کے لئے حسن وجمال کا بہترین سرمایہ ثابت ہوئی اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر کمالات کا کیا کہنا؟

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

حل لغات

خار، کانٹا۔

شرح

اے حبیب کریم ﷺ آپ کے جمال باکمال کا کیا کہنا کہ دشمنوں کی نظر میں بھی آپ محبوب ومرغوب ہیں اور ہماری پستی کی بھی انتہا ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بھی نہیں بھاتے۔

فائدہ

دشمنی کے باوجود کفار حضور ﷺ کو صادق امین کہتے اور جانتے تھے۔قرآن مجید

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّه لَيَحْزُنُکَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

(سورۃ الانعام پارہ ۷، آیت ۳۳)

ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

فائدہ

روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ وہ آپ کو تو کچھ نہیں کہتے اگر بظاہر کچھ کہتے ہیں تو وہ درحقیقت مجھے کہتے ہیں اس لئے کہ آپ فانی فی اللہ ہیں۔

شانِ نزول

اخنس بن شریق اور ابوجہل کی باہم ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم (کفار ابوجہل کو ابوالحکم کہتے تھے) یہ تنہائی کی جگہ ہے اور یہاں کوئی ایسا نہیں جو میری تیری بات پر مطلع ہو سکے۔ اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد (ﷺ) سچے ہیں یا نہیں۔ابوجہل نے کہا کہ اللہ کی قسم محمد (ﷺ) بیشک سچے ہیں کبھی کوئی جھوٹا حرف ان کی زبان پر نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قصی کی اولاد ہیں اور سقایت، حجابت، ندوہ وغیرہ تو سارے اعزاز انہیں حاصل ہی ہیں نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے اعزاز کیا رہ گیا۔ترمذی نے حضرت علی مرتضٰی سے روایت کی کہ ابوجہل نے حضرت نبی کریم ﷺ سے کہا ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے ہم تو اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فائدہ

اس میں سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر ہے کہ قوم حضور ﷺ کے صدق کا اعتقاد رکھتی ہے لیکن ان کی ظاہری تکذیب کا باعث ان کا حسد وعناد ہے۔

ایسے ہی دشمنی کے باوجود شخصی رعب سے بھی تھراجاتے تھے چنانچہ ابوجہل کے متعلق امام ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دشمن خدا ابوجہل آنحضرت ﷺ سے شدید بغض وعداوت رکھنے کے باوجود جب آپ کو دیکھتا تھا یا آپ کے سامنے آتا گھبراجاتا اور اس پر قدر رعب چھاجاتا کہ اسے حضور ﷺ کو ماننے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔امام ابن اسحٰق

فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالملک بن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سفیان ثقفی نے جو علوم کے حافظ تھے بتایا کہ اراش نامی بستی کا ایک شخص اپنے کچھ اونٹ مکہ میں بیچنے کے لئے لایا تو ابوجہل نے اس سے ایک اونٹ خرید لیا لیکن اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا آخر اس بیچارے نے تنگ آ کر قریش کے ایک اجتماع میں پہنچ کر پکارا اے قریش کا گروہ! تم میں سے کون سا با ہمت شخص ہے جو ابوجہل سے مجھے میرا حق دلائے میں ایک غریب مسافر ہوں۔ابوجہل نے میرا حق دبا رکھا ہے آنحضرت ﷺ بھی اس وقت مسجد حرام کے ایک کونے میں الگ تشریف رکھتے تھے۔

قریش باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ابوجہل کی سخت عداوت کو جانتے تھے ازراہ تمسخر و مذاق حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ تم اس شخص کی طرف جاؤ وہ تمہیں ابوجہل سے تمہارا حق دلا دے گا چنانچہ وہ اراشی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کرتا ہے اے خدا کے بندے ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق دبا رکھا ہے میں ایک غریب مسافر ہوں۔میں نے ان لوگوں یعنی قریش سے فریاد کی ہے کہ تم میں سے کون میرا حق دلائے گا۔انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ہے اے خدا کے بندے خدا تعالیٰ آپ پر مہربان ہو میرا حق دلا دیئے۔

آپ نے فرمایا چل میں تیرے ساتھ ابوجہل کے پاس چلتا ہوں چنانچہ اس کے ہمراہ ہو گئے۔جب قریش نے یہ دیکھا تو ایک شخص کو چپکے سے پیچھے لگا دیا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ محمد (ﷺ) اس شخص کا حق ابوجہل سے کیسے دلاتے ہیں یا کیا کہتے ہیں جو بھی ہو ہمیں بتانا۔

آخر آنحضرت ﷺ ابوجہل کے پاس تشریف لائے اور دروازہ کھٹکایا۔اندر سے ابوجہل نے کہا دروازہ پر کون ہے؟ آپ نے جواب دیا ''محمد'' ہوں باہر آؤ۔ابوجہل باہر آ گیا آپ کے سامنے آتے ہی ابوجہل گھبرا گیا اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔آپ نے فرمایا اس مسافر کا حق اسے ادا کر دو۔ابوجہل کہتا ہے ابھی ادا کرتا ہوں آپ یہاں ٹھہریں میں آتا ہوں وہ گھر جا کر جو رقم مسافر کو دینا تھی اُٹھا لایا اور اسے ادا کر دی۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس تشریف لے آئے اور اراشی سے فرمایا جاؤ اب اپنا کام کرو۔وہ قریش کے اجتماع میں پہنچا اور کہنے لگا خدا تعالیٰ اس شخص (محمد ﷺ) کو جزائے خیر دے۔خدا کی قسم انہوں نے میرا حق مجھے دلا دیا ہے۔ادھر سے وہ شخص بھی واپس آ گیا جسے قریش نے بھیجا تھا اس نے سارا ماجرائے چشم دید بتلا دیا۔تھوڑی دیر بعد ابوجہل آ گیا قریش نے اس سے کہا افسوس کی بات ہے ابوجہل تجھے کیا ہوا؟ خدا کی قسم ہم نے کبھی بھی تجھے اس طرح محمد (ﷺ) کی اطاعت کرتے نہیں دیکھا جس طرح آج تو نے ان کی اطاعت کی۔ابوجہل بولا یارو واقعی افسوس کی بات ہے دراصل یوں ہوا کہ جونہی محمد (ﷺ) نے میرے دروازے پر دستک

دی اور میں نے ان کی آواز سنی مجھ پر سخت رعب چھا گیا۔ میں جونہی ان کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ ان کے سر کے اوپر (ہوا میں) ایک طاقت ور اونٹ ہے اس کا سر گردن اور اس کے دانت اس قدر خوفناک تھے کہ میں نے کبھی ایسا غضبناک اور خوفناک منظر نہیں دیکھا وہ اونٹ منہ پھاڑے کھڑا تھا "واللہ لو ابیت لا کلنی" خدا کی قسم اگر میں ان کے کہنے پر اس مسافر کو اس کا حق نہ دیتا تو وہ مجھے ہڑپ کئے بغیر نہ رہتا۔

(سیرتِ ہشام صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰، والبدایۃ و نہایہ جلد ۳ صفحہ ۴۵)

اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب سیر میں موجود ہیں کہ دشمن بھی آپ کے آگے دبے لچے رہتے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں اپنے بھی منہ نہیں لگاتے۔ اس کا اظہار دوسری جگہ پر یوں فرمایا

ایک طرف ہیں اعدائے دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

لغزشِ پا کا سہارا ایک تم
گرنے والے لاکھوں ناہنجار ہم

حل لغات

لغزش (فارسی، مؤنث) حاصل، مصدر، پھسلن، ڈگمگاہٹ، بھول، گمراہی۔ ہنجار بمعنی راستہ طرز، روشن قاعدہ، فارسی لفظ اس، نا نفی داخل ہو کر کا لجز ہو گیا بمعنی نالائق اور بیکار، کسی کام کا نہ ہونے والا۔

شرح

ڈگمگانے والوں کا صرف آپ ہی سہارا ہیں یارسول اللہ ﷺ اور ہمارے جیسے بیشمار نالائق اور بیکار کرنے والے ہیں لہٰذا اے کریم ﷺ اپنے لطف و کرم سے ہمارے حال پر رحم فرمانا۔

قیامت میں خطا کاروں کا سہارا صرف حضور سرورِ عالم ﷺ ہی ہیں کیونکہ شفاعت کبریٰ و دیگر جملہ اقسام شفاعت بالواسطہ اور بلاواسطہ بھی آپ ہی کے سپرد ہے آپ تنہا بیشمار گنہگاروں کو بخشا لیں گے۔

لغزش پا کا سہارا

دنیوی مصائب و مشکلات کے وقت سہارا دینے کے دلائل و واقعات فقیر نے کتاب "ندائے یارسول اللہ" میں

تفصیل سے لکھ دیئے۔ کچھ نمونے اسی شرح کی جلد دوم میں بھی بیان ہو چکے ایسے قبور میں بھی نظر عنایات کا بیان مختصر ہو چکا۔ آخرت میں جتنے بھی پر کٹھن مقامات ہیں ہر جگہ حضور ﷺ اپنی اور دوسری امتوں کا سہارا ہوں گے۔ تفصیل ملاحظہ ہو

قیامت کے دن حضور ﷺ کہاں ہوں گے

نزع میں گور میں میزان پہ سر پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ دامانِ مصلیٰ تیرا

میدانِ قیامت کا اپنا پتہ سرورِ عالم ﷺ نے خود بتایا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! قیامت کے روز میری شفاعت فرمایئے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں کروں گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور ﷺ قیامت کے روز میں آپ کو کہاں تلاش کروں آپ کہاں ملیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا

اطلبنی اول ماتطلبنی علےٰ الصراط.

سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔

عرض کیا حضور ﷺ! اگر آپ وہاں نہ مل سکیں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ فرمایا

واطلبنی عندالمیزان

پھر مجھے میزان پر تلاش کرنا۔

عرض کیا حضور ﷺ! اگر وہاں بھی آپ نہ مل سکیں تو؟ فرمایا

فاطلبنی عند الحوض فانی لا اخطئی هذه الثلاث المواطن. (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۵)

پھر مجھے حوضِ کوثر پر تلاش کرنا ان تینوں مقامات سے کسی نہ کسی مقام پر میں ضرور ملوں گا۔

حضور ﷺ سجدے میں

قیامت کے روز جو کچھ ہونے والا ہے اور حضور ﷺ اپنی امت کی جس طرح شفاعت فرمائیں گے اس کی تفصیل خود حضور ﷺ ہی کی زبانِ انور سے سنیئے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جب لوگ حیران و مضطرب ہوں گے اور ان میں کھلبلی مچی ہوگی اور

سب متحیر ہوں گے کہ آج کے دن کون ہماری مدد کرے تو سب لوگ آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کے لئے عرض کریں گے تو حضرت آدم علیہ السلام شفاعت کرنے سے انکار فرمادیں گے اور فرمائیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ بھی انکار فرمادیں گے اور فرمائیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی انکار فرمادیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کا ارشاد فرمائیں گے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انکار فرمادیں گے اور فرمائیں گے کہ شفاعت مطلوب ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور شفاعت کے لئے کہیں گے حضور ﷺ کہیں گے ہاں میں شفاعت کے لئے ہوں۔

فائدہ

کیا شانِ کرم ہے کہ جہاں سارے نبی شفاعت کرنے سے انکار فرمادیں گے وہاں ہمارے نبی "انا لھا" فرما کر شفاعت فرمانے پر کمربستہ ہوجائیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں اللہ تعالیٰ سے اذن مانگ کر اور اذن پا کر اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کروں گا اور اللہ کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

یامحمد ارفع راسک وقل تسمع

سل تعط واشفع تشفع یامحمد

اپنا سر اُٹھا کر کہو سنا جائے گا مانگ دیا جائے گا اور شفاعت کر قبول کی جائے گی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جب مجھ سے یوں فرمائے گا کہ جو مانگو دوں گا اور جو شفاعت کرو قبول کروں گا تو

فاقول یا رب امتی امتی

پس میں کہوں گا اے رب میری امت کو بخش میری امت کو بخش۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر خدا مجھ سے فرمائے گا

انطلق فاخرج من کان فی قلبه

مثقال ذرة وخردلة من ایمان

جاؤاور جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہے اُسے نکال لو۔

صدقہ اپنے بازوؤں کا المدد

کیسے توڑیں یہ بت پندار ہم

حل لغات

صدقہ، خیرات، طفیل۔ بازوؤں، بازو کی جمع، کہنی سے شانے تک کا حصہ۔ پندار، وہم وگمان۔

شرح

اپنے مبارک بازوؤں کے طفیل ہماری مدد فرمایئے ہم وہم وگمان میں جکڑے ہوئے ہیں اس سے ہمارا نکلنا مشکل ہے اسی لئے آپ خود ہی اپنے فضل وکرم سے ہمارا کام بنائیے۔

بازو مبارک

حضور سرورِ عالم ﷺ کے بازو مبارک نہایت ہی خوبصورت اور موزوں تھے اور ان کی مقدس کلائیوں پر بال پاک تھے۔

احادیث مبارکہ

(۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

كان رسول الله ﷺ عظيم الساعدين.

رسالت مآب ﷺ کے دونوں بازو عظیم تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

كان رسول الله ﷺ بسطا لقصب.

حضور ﷺ کے بازو اور پنڈلیاں طویل تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نعت کہتے ہوئے یہ کلمات بھی کہا کرتے

كان رسول الله ﷺ عبل الذراعين.

نبی کریم ﷺ کے مقدس بازو نہایت سفید تھے۔

حافظ ابو بکر بن ابی خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مقدس بازوؤں کے بارے میں لکھتے ہیں

كان رسول الله ﷺ عبل العضدين والذراعين طويل الزندين.

حضورﷺ کی دونوں مچھلیاں اور کلائیاں سفید تھیں۔

قوتِ بازو

یہ قاعدہ اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ ہر نبی علیہ السلام میں سو بہشتی مردوں کی قوت ہوتی ہے اور ہر بہشتی کو دنیوی چالیس آدمیوں کی قوت دی جائے گی یہ عموم انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے ہمارے حضورﷺ کو چالیس انبیاء کے برابر قوت عطا ہوئی۔اس معنی پر نبی پاکﷺ کے قوتِ بازو کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ بازو سب کو معلوم ہے کہ ایک ہی تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) کی آنکھ نکال لی۔

فیض الباری شرح بخاری وقسطلانی شرح بخاری میں ہے کہ اگر تقدیر ربانی حائل نہ ہوتی تو آسمان و زمین پھٹ جاتے اور ملک الموت کی قوت کا اندازہ بھی سب کو معلوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ تجلی ربوبیت کے آگے بے بس ہوگئی اور ہمارے نبی علیہ السلام عین ذات کو دیکھ کر تبسم کناں رہے

موسیٰ زھوش رفت دیك پر تو صفات

توعین ذات می نگریودرتبسمی

پہلوانوں کو بچھاڑا

دنیا میں پہلوانوں کو قوتِ بازوؤں پر بڑا ناز ہوتا ہے لیکن حضورﷺ نے انہیں بھی بچھاڑ دیا۔

(۱) رکانہ عرب کا نامور پہلوان تھا اس نے آپ کو کشتی کی دعوت دی جو آپ نے قبول کرلی تین دفعہ کشتی ہوئی آپ نے تینوں دفعہ اسے شکست دی۔

(۲) ابوالاسود جمحی سے بھی کشتی ہوئی یہ شخص اتنا طاقتور تھا کہ اگر چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس قوی آدمی اطراف سے پکڑ کر اسے کھینچتے چمڑہ پھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے اسے مثالی شکست دی۔

مزید برآں

حضرت جلیبب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے آپ نے اسے کلائیوں پر اُٹھالیا جب تک قبر تیار نہ

ہوئی آپ نے اُٹھائے رکھا پھر آپ نے کلائیوں سے لحد میں اتارا۔

بازو خوشبودار

ایک شخص نے عرض کیا میری بیٹی کے بیاہ کے لئے آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کھلے منہ والی شیشی لے آ۔ وہ لے آیا تو آپ نے اپنے بازوؤں کا پسینہ مبارک اس میں اتار کر فرمایا جا بیٹی کو دے کر کہنا کہ اس لکڑی سے جس سے میں نے پسینہ اتارا ہے اسی کو شیشی میں ڈبو کر میرے پسینہ کو جسم پر مل لیا کرے۔ وہ پسینہ اتنا خوشبودار تھا کہ وہ لڑکی جب بھی اس سے ملا کرتی تو تمام مدینہ شہر میں خوشبو کی مہک اُٹھتی اسی خوشبو پر لوگوں نے اس گھر کا نام بیت الطیبین رکھا۔

(بے مثل بشر صفحہ ۸۴ بحوالہ طبرانی فی الاوسط وابویعلی وابن عساکر از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

شیر خدا کی گواھی

شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کا دروازہ اکھیڑ کر ڈھال بنالیا وہ دروازہ چالیس آدمیوں سے نہ اُٹھایا جاسکا اتنی زبردست طاقت کے باوجود یہی شیر خدا حضور امام الانبیا ﷺ کو فتح مکہ کے دن نہ اُٹھا سکے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو غارِ ثور میں کاندھے پر بٹھایا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازوؤں پر بٹھا کر کعبہ پر پہنچایا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور ﷺ نے اپنے بازو اقدس پر اٹھایا تو اس زور و شدت سے اوپر جھٹکا دیا کہ اگر میں چاہتا تو آپ کے بازو مبارک کے زور سے دوسرے آسمان تک پہنچ جاتا۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۸۶)

بے مثال بازو

حضور سرورِ عالم ﷺ کی بشریت کا ہر حصہ بے مثال بنایا تاکہ کوئی بھی آپ کی مثل بننے کا دعویٰ نہ کرسکے۔ چند احادیث حاضر ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

كان رسول الله ﷺ ثبيع الذراعين.

نبی کریم ﷺ کی کلائیاں طویل تھیں۔

(۲) حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

كان رسول الله ﷺ طويل الزندين.

سرورِ عالم ﷺ کی کلائیاں لمبی تھیں۔

فائدہ

زند کے دو معنی کیئے گئے ہیں زمخشری نے فائق میں کہا

الزند ما انحرعنه اللحم من الذراع

وہ مقام جہاں بازو کا گوشت ختم ہو جاتا ہے۔

اور ''مغرب'' میں اس کا معنی ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

الزند هما طرفا عظم السا.........

بازو کی ہڈی کی دونوں اطراف مراد ہیں۔

انتباہ

کلائیاں طویل حسین سمجھی جاتی ہیں اور قصیر عیب ہم سب قصیر الذراعین صرف وہ بے مثل محبوب طویل الذراعین ہیں تا کہ کوئی نہ کہہ سکے کہ میں بھی بشر وہ بھی بشر۔

فائدہ

جسم اطہر کے جن حصوں پر مبارک بال تھے ان میں سے آپ کی کلائیاں بھی ہیں۔حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

كان رسول الله ﷺ اشعر الذراعين.

رسالت مآب ﷺ کی مقدس کلائیوں پر زیادہ بال تھے۔

دم قدم کی خیر اے جانِ مسیح
در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہم

شرح

اے حبیب کریم اے حضرت مسیح نبی علیہ السلام کی جان آپ کے دم قدم کی خیر ہو آپ کی درگاہ میں ہم اپنا بیمار دل حاضر کئے بیٹھے ہیں اس کا علاج فرمائیے۔

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بار آیات میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت کا اصلی مقصد "ویــزکیھــم" بھی بتایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ تا قیامت امت کے ہر فرد کو کفر و ضلالت اور ارتکابِ محرمات و معاصی اور خصائل ناپسندیدہ و ملہکات رذیلہ و ظلماتِ نفسانیہ سے خوب پاک ستھرا فرمائیں۔ انہی آیات کے پیشِ نظر امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے دل بیمار کے علاج کا عرض کیا ہے۔ اسی آیت میں اکثر مختلف فیہ مسائل کا حل ہے اسی لئے ہمارے نزدیک تزکیہ پاک ستھرا کرنے کا یہاں حقیقی مفہوم اقدم ہے اور وہ ہے بلاواسطہ امت کے ہر فرد کا تزکیہ فرماتے ہیں جو لوگ اس سے بالواسطہ مراد لیتے ہیں وہ قرآن کی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے مجازی معنیٰ تب مراد لیا جاتا ہے جب حقیقی معنیٰ ناممکن ہو۔ ہاں ہم بالواسطہ اور بلاواسطہ تزکیہ دونوں کے قائل ہیں تو عموم المجاز کے قبیل سے ہے جیسا کہ قاعدہ اصول فقہ (اصول الشاشی وتلویح توضیح) مسلم ہے اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں سوائے جاہل ضدی کے۔ وہ عقائد و مسائل جو اس تزکیہ کی آیات سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی فہرست ملاحظہ ہو

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ حیات حقیقی وحسی سے زندہ ہیں ورنہ میت سے تزکیہ کیسا۔ جیسے کپڑا دھونے کا کام زندہ انسان ہی کرسکتا ہے مردہ سے کپڑے کی دھلائی کا کام کہاں۔

(۲) آپ اپنے ہر فرد امت کو جانتے ہیں اگر نہیں جانتے تو تزکیہ کس کا کریں گے جب کہ آیات میں لفظ ھم عام ہے جو تا قیامت امت کے ہر فرد کو شامل ہے۔

(۳) آپ ﷺ ہر ایک امتی کو ان کی جانوں سے قریب تر ہیں ورنہ تزکیہ کیسے ہو سکے گا۔

(۴) آپ مختار کل بھی ثابت ہوئے اس لئے کہ (معاذ اللہ) اگر آپ بے اختیار ہیں تو پھر تزکیہ کی صفت سے موصوف کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ لنگڑا لنجہ کپڑے دھونے سے عاجز ہے تو اسے کپڑے دھونے سے کیسے........ کیا جاسکتا ہے۔ ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ حیاۃ حقیقی حسی کے ساتھ زندہ اور امت کے حالات سے باخبر اور حاضر و ناظر اور مختار کل ہیں۔

فیضان جاری ھے

بعض کوتاہ اندیشوں کا عقیدہ ہے کہ اب فیض نبوی بالواسطہ تو ہے لیکن بلاواسطہ ثابت نہیں وہ اپنے سوء العقیدہ پر ایسے کہتے ہیں ورنہ فیضان نبوی اگر بلاواسطہ درمیان میں سے اُٹھ جائے تو گمراہی و ضلالت کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس کے

دلائل میں ایک دلیل سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے جن کو بلاواسطہ فیضان نصیب ہوا اور ان کی وجہ سے جس کو بلاواسطہ فیض نصیب ہوتا ہے اسے باصطلاح طریقت اُویسہ کہا جاتا ہے۔ (تفریح الخاطر و تفسیر عزیزی)

غارِ ثور

بشیر القاری شرح بخاری میں ایک طویل مضمون میں ہے کہ ہر شب میں بوقت سحر بارگاہ رسول ﷺ ہر سائل کی درخواست پیش ہوتی ہے اس پر احکام کا اجراء ہوتا ہے۔

عقیدہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عن ابی الجوزاء قال قحط اھل المدینة قحطا شدیدا فشکوا الیٰ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها فقالت انظر قبر النبی ﷺ فاجعلوا کری الی السماء حتی لایکون بین القبر وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی بنت العشب وسمنت الابل حتی تفقت من الشحم ......عام الفتح۔ (رواہ الدارمی مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۵)

ابو جوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ (زادہا اللہ تشریفا) میں سخت قحط پڑ گیا تو لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کر دو۔ یہاں تک کہ قبر اطہر اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ پیدا ہوا اور اونٹ فربہ ہو گئے اور ان کی چربی پھٹی جاتی تھی اور اس سال کو لوگ خوشحالی کا سال کہنے لگے۔

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور
جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

شرح

یا حضور، محبوب رؤف و رحیم ﷺ اپنی رحمت پر نظر رکھیے ہمارا حال زبوں ہے آپ کو تو معلوم ہے کہ ہم کیسے ہیں۔

عیاں را چہ بیان

دو عقیدے

شعر میں دو عقیدوں کا اظہار فرمایا

(۱) استغاثہ

(۲) نبی پاک ﷺ اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔
استغاثہ پر تو بہت لکھا جاچکا ہے۔ مسئلہ ثانی پر بھی کافی بحث ہوچکی ہے لیکن چونکہ حدائق بخشش شریف کے اکثر مضامین حضور نبی پاک ﷺ کے علم غیب کلی پر مشتمل ہیں اسی لئے اس بحث کو مختصراً عرض کرتا ہوں۔

قرآن مجید

علم غیب کلی کے لئے درجنوں آیات سے علمائے اہل سنت نے استدلال کیا ہے۔ فقیر نے اپنی تصنیف ''غایۃ المامول فی علم الرسول'' میں تفصیل لکھی ہے یہاں صرف ایک آیت مع تفاسیر پر اکتفا کرتا ہوں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (سورۂ الجن، پارہ ۲۹، آیت ۲۶، ۲۷)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔
تو اللہ تعالیٰ انہیں غیب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع اور کشف تام فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ اس آیت کے تحت تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ۳ صفحہ ۱۶۸ میں ہے یعنی

ان لایطلع علی الغیب الا المرتضیٰ الذی یکون رسولاً وقد خص اللہ الرسول من بین المرتضیین بالاطلاع علی الغیب۝

یعنی اللہ تعالیٰ صرف پسندیدہ رسولوں کو اپنے خاص غیب پر مطلع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ رسولوں کو اطلاع کے ساتھ خاص کیا ہے اور تفسیر قرطبی جلد ۱۹ صفحہ ۲۸ سورۂ جن میں ہے

الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یظھرہ علیٰ من یشاء من غیبہ لان الرسل مؤیدون بالمعجزات ومنھا الاخبار عن بعض الغائبات وفی التنزیل وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ثم استثنیٰ من ارتضاہ من الرسل فاودعھم ماشاء من غیبہ بطریق الوحی الیھم وجعلہ معجزۃ لھم ودلالۃ صادقۃ علیٰ نبوتھم.

یعنی یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ جن برگزیدہ کو چاہتا ہے اپنے خاص غیب پر مسلط کرتا ہے کیونکہ معجزوں سے رسولوں کی تائید ہوتی ہے اور غیب کی خبریں بتانا معجزات سے ہی ہیں اور قرآن مجید میں جناب عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ بناتے ہو میں سب کچھ بتا سکتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ رسول کو مستثنیٰ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بطریق وحی اپنا خاص غیب جو چاہا ودیعت فرمایا اور اس علم غیب کو ان رسولوں کے

لئے معجزہ اور نبوت کی سچی دلیل ٹھہرایا۔

احادیث مبارکہ

اس موضوع کی بھی بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں جو تصانیف اہل سنت میں موجود ہیں تبرکاً چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے رکھی میں دنیا اور اس میں حوادث ہونے والے تا قیامت ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھ رہا ہوں۔ (طبرانی، مواہب)

(۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اول تا آخر پیش کی گئی عرض کی گئی وہ بھی پیش کئے گئے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے آب وگل میں ان کی صورتیں بنائی گئیں یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا کہ تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو۔ (خصائص جلد۲ صفحہ ۱۹۷)

مسند فردوس میں ہے کہ میرے لئے آب وگل میں میری امت کی شکل بنائی گئی اور مجھے تمام اسماء کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی طرح دیا گیا۔ (مواہب لدنیہ)

ایک روایت میں میری امت کے بجائے لفظ دنیا ہے یعنی مجھے تمام دنیا پیش کی گئی۔ (زرقانی)

اقوالِ علماءِ کرام

صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا وضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخشش ہے اور لوح وقلم آپ کے علوم میں سے ہے۔

(۲) اس کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں یوں فرماتے ہیں

توضیحه ان المراد بعلم اللوح ماثبت فیه من النقوش القدسیة والصور الغیبیة وبعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء والاضافة لادنی ملا بسة وکون علمها من علومه ﷺ لان علومه تتنوع الی الکلیات ولجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذاهو من برکة وجوده ﷺ.

توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علم سے مراد نقوشِ قدسیہ اور صورِ غیبیہ ہیں جو اس میں منقوش ہیں اور قلم علم سے مراد وہ ہے جو اللہ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقہ کے باعث ہے اور ان دونوں کا علم آنحضرت ﷺ کے علوم کا ایک جزو ہے اس لئے کہ حضرت کے علم کئی قسم کے ہیں علم کلیات، جزئیات، علم حقائق اشیاء علم اسرار اور وہ علوم و معارف جو ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ یہ اور لوح و قلم کے علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان کی دریاؤں میں سے ایک نہر ہیں بایں ہمہ علم لوح و قلم آنحضرت ﷺ ہی کے وجود کی برکت سے ہے (کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ ان کا علم)

اس کی شرح میں شیخ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں لکھتے ہیں

استشكل جعل علم اللوح و القلم بعض علومه ﷺ بان من جملة علم اللوح و القلم الامور الخمسة المذكورة فى اخر سورة لقمان مع ان النبى عليه الصلوٰة و السلام لا يعلمها لان الله قد استاثر بعلمها فلا يتم التبعيض المذكور و اجيب بعدم تسليم ان هذه الامور الخمسةمما كتب القلم فى اللوح و الا لاطلع عليه من شانه ان يطلع على اللوح لبعض الملائكة المقربين وعلى تسليم انها مما كتب القلم فى اللوح فالمراد ان بعض علومه ﷺ علم اللوح و القلم الذى يطلع عليه المخلوق فخرجت هذه الامور الخمسة على انه ﷺ لم يخرج من الدنيا الا بعد ان اعلم الله تعالىٰ بهذه الامور فان قيل اذا كان علم اللوح و القلم بعض علومه ﷺ فما البعض الاخر اجيب بان البعض الاخر هو ما اخبره الله عنه من احوال الاخره الله عنه من احوال الاخرة لان القلم انما كتب فى اللوح ماهو كائن الى يوم القيامة.

ناظم نے علم لوح و قلم کو حضرت کے علوم کا ایک جزء قرار دیا ہے اس میں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ امورِ خمسہ جو آخر سورۂ لقمان میں مذکور ہیں علم لوح و قلم میں سے ہیں حالانکہ حضرت ان کو نہیں جانتے کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے لہٰذا جزئیت مذکورہ درست نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امورِ خمسہ مذکورہ قلم نے لوح محفوظ میں لکھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو بعض مقرب فرشتے جن کی شان یہ ہے کہ وہ لوح پر مطلع ہوتے ہیں ان امور پر مطلع ہوتے اگر ہم تسلیم کرلیں کہ امورِ خمسہ کو قلم نے لوح میں لکھا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علوم کا جزء وہ علم لوح و قلم ہے جس پر مخلوق مطلع ہے پس یہ امورِ خمسہ نکل گئے۔ علاوہ ازیں حضرت اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان امور کا علم دے دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح و قلم حضرت کے علوم کا ایک جزء ٹھہرا تو دوسرا جزء کون سا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ دوسرا اجزء وہ احوالِ آخرت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبر دی ہے کیونکہ قلم نے تو لوح میں فقط وہ لکھا ہے جو روزِ قیامت تک ہونے والا ہے۔

علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بہ شیخ زادہ جنہوں نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے اسی بیت کی شرح میں لکھتے ہیں

العلم فی هذا البیت اما معناه او........المعلوم اے معلوماتک المعلومات الحاصلة منهما ولعل الله اطلعه علی جمیع ما فی اللوح وزاده ....لان اللوح والقلم متنا هیان فما فیهما متناه ویجور ....حاطة المتنا هی بالمتنا هی هذا علیٰ قدر فهمک اما من اکتحلت عیں بصیرته بالنور الا لهی فیشاهدبالذوق ان علم اللوح القلم جزء من علومه کما هی جزء من علم الله سبحانه لانه علیه السلام عند الانسلاخ من البشریة کمالا یسمع ولا یبصر ولا یبطش ولا ینطق الا به جلت قدرته وعمت نعمته کذلک لایعلم الا بعلمه الذی لا یحیصون بشئی منه الا بماشاء کما اشار الیه بقوله وعلمک مالم تکن تعلم.

اس بیت میں علم یا تو اپنے معنی میں ہے یا معلوم کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ کے معلومات وہ معلومات ہیں جو دونوں سے حاصل ہوئے ہیں اور شاید اللہ نے حضرت کو اس تمام پر مطلع کر دیا ہے کیونکہ لوح و قلم متناہی ہیں پس جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ متناہی ہے اور متناہی کا احاطہ متناہی سے جائز ہے۔ اس قدر بات تیری سمجھ کے مطابق ہے لیکن وہ شخص جس کی بصیرت کی آنکھ میں نورِ الٰہی کا سرمہ پڑا ہوا ہے وہ ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ علوم لوح و قلم حضرت کے علوم کا جزو ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ کے علم کا جزء ہیں کیونکہ حضور ﷺ بشریت سے انسلاخ کے وقت جیسا کہ نہیں سنتے نہیں دیکھتے نہیں پکڑتے اور نہیں بولتے مگر ساتھ اللہ کے اسی طرح حضور ﷺ نہیں جانتے مگر ساتھ اس علم خدا کے جس میں سے کسی چیز کو نہیں گھیرتے ملائکہ و انبیاء وغیرہ مگر جو وہ چاہے جیسا کہ اس نے اپنے ارشاد "وعلمک مالم تکن تعلم" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ازالہ وھم

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے کیونکہ دونوں میں بلحاظ کیفیت وکمیت

بڑا فرق ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم بغیر ذرائع ووسائل ذاتی قدیم حضورﷺ کا علم عطائی حادث ہے۔اسی طرح کمیت میں بھی فرق بین ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح بخاری (تفسیر کہف) میں قصہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام میں ہے

قال وجاء عصفور فوقع علیٰ حرف السفینة فنقر فی البحر نقرة فقال له الخضر ماعلمی . وعلمک من علم الله الا مثل مانقص هذا العصفور من هذا البحر.

فرمایا رسول اللہﷺ نے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آ کر بیٹھی اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈبوئی۔حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا اس چڑیا نے سمندر میں سے اپنی چونچ میں لے لیا۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح البیان میں آیت "وَ لَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ" کے تحت میں یوں فرماتے ہیں

قال شیخنا العلامة........الله بالسلامة فی الرسالة الرحمانیة فی بیان الکلمة الفرقانیة علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبیاء من علم نبینا محمد علیه الصلوٰة والسلام بهذه المنزلة وعلم نبینا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة.

ہمارے استاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت رکھے الرسالۃ الرحمانیہ فی بیان لکلمۃ الفرقانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے۔سات سمندروں میں سے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمدﷺ کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہ کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے۔

صاحب قصیدہ

وکلهم من رسول الله ملتمس

غرفامن البحر او رشفامن الدیم

وواقفون لدیه عند حدهم

من نقطة العلم او من شکلة لحکم

ہیں رسول اللہ کے فیضان سے سیراب سب
وہ کسی حق میں شبنم ہیں کسی کے حق میں یم
اس کی پیشی میں کھڑے ہیں اپنی حد پہ سب
ہے کوئی تو نقطۂ علم کوئی اعرابِ حکم

فائدہ

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی روح پاک کو پیدا کیا پھر اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ روح پاک عالم ارواح میں دیگر انبیائے علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی ہر ایک روح نے حسب قابلیت و استعداد حضور ﷺ کی روح سے استفادہ علم کیا۔ کسی نے حضور ﷺ کے علم کے بحرِ ذخار سے بقدر ایک چلو کے لیا اور کسی نے حضور ﷺ کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا۔ علوم و معارف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور ﷺ کی روحِ اقدس سے حاصل کئے ان کی غایت و نہایت حضور ﷺ کے علم دفتر کا نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

انتباہ

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے منکرین منافقین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے چنانچہ فرمایا

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ. (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۶۵، ۶۶)

اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم بول چال کرتے تھے اور کھیلتے تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے مت بناؤ تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور (جز ثالث صفحہ ۲۵۴) میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نقل کرتے ہیں کہ امام مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول "وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے

قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد كذا وكذا في يوم كذا وكذا وما يدريه

الغیب.

منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی وہ غیب کیا جانیں۔

مطلب یہ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تھی۔حضورﷺ نے فرمایا کہ وہ فلاں وادی میں ہے ایک منافق بولا وہ غیب کی خبریں کیا جانیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین جو بطریق استہزاء کہتے ہیں کہ حضرت غیب کی خبر کیا جانیں اس کے لئے بہانے بناتے ہیں ان سے فرمایئے کہ اس استہزاء کی وجہ سے تم کافر ہو گئے یہ قصہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا تھا۔

اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند
مر مٹے پیاسے ادھر سرکار ہم

شرح

اپنے پیارے مہمانوں کے صدقے صرف ہمیں ایک قطرۂ رحمت عطا ہوا اگر چہ پیاس سے مرمٹ چکے ہیں لیکن آپ کی صرف ایک بوند ہم سب پیاس سے مرے ہوؤں کو کافی ہے۔

اس کو مزید سمجھنے کے لئے خشک اور چٹیل زمین کی مثال سامنے رکھیئے اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ پیاسی اور مردہ زمین کو زندہ فرما دیتا ہے جس زمین میں ایک دانہ بھی پیدا نہیں ہوتا تھا بارش برسا کر اسے سرسبز و شاداب کھیتوں سے سجا دیا اسی طرح حضور ہمیں مہمانوں کا صدقہ اپنی نگاہِ رحمت کی برسات سے ایک بوند عنایت فرمائیں گے تو زمین کی طرح ہم مردوں میں جان پڑ جائے گی۔

مہمانوں کا صدقہ

حضور نبی پاکﷺ کو مہمانوں سے بہت زیادہ محبت اور پیار تھا اور ہے اس کی تفصیل مہمان نوازی کے باب میں کتب احادیث میں موجود ہے۔

موجود دور کی ایک مثال ملاحظہ ہو چند سال پہلے کی بات ہے کہ مسجد نبوی میں سعودی کے کارندوں نے عورتوں پر پابندی لگا دی کہ بچوں کو مسجد نبوی شریف میں نہ لائیں کہ قالین خراب ہوتا ہے۔اس آرڈر سے عورتوں کو سخت پریشانی ہوئی کہ وہ بچوں کو کہاں چھوڑ کر حاضری دیں۔اس لئے حضورﷺ نے کسی سعادت مند کو زیارت سے مشرف فرمایا اسے ارشاد ہوا کہ حکومت والوں کو کہہ دو کہ اپنی قالینیں اُٹھا لو میری امت کی زائرات پر ایسی سخت پابندی نہ لگاؤ۔اس سے اندازہ

لگائیں کہ حضورﷺ کو آنے والے مہمان کس قدر عزیز ہیں۔

اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو
ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم

حل لغات

نکالا، ہندی لفظ ہے بمعنی جلاوطن۔خدائی خوار بمعنی خراب، آوارہ۔

شرح

اے نبی کریم، محبوبﷺ ہمیں اپنے کوچہٗ کریم سے جلاوطن نہ کریں یہاں سے نکل جانے کا حکم نہ فرمائیں اگر چہ حق یہی ہے کہ ہم دنیا بھر میں خانہ خراب آوارہ اور نکمے ہیں لیکن اپنی کریمی کے صدقے ہمارے حال پر نہ جائیں اپنے لطف وکرم سے نوازیں ہمیں اپنے قرب سے نکال نہ دیں اپنے دروازۂ کرم پر ہم غریبوں کو پڑے رہنے دیں۔

ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

شرح

اے کریم محبوبﷺ اپنے دست کرم سے صرف ہمیں ایک ٹکڑا لنگر سے عطا فرمادیں آپ جیسا سخی جہان میں اور کون ہوگا اور قاعدہ ہے کہ سخیوں کے مال سے ہر ایک کو عطا ہوتی رہتی ہے خواہ لینے والا کیسا ہو۔

قرآن مجید

(۱)وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ۔ (پارہ۲۶،سورۂ الدریت، آیت ۱۹)

اوران کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا

دونوں قسم کے محتاجوں کو دے انہیں جو بھی حاجت کے وقت سوال کرتے ہیں اور انہیں بھی جو شرم سے سوال نہیں کرتے اور ان کی محتاجی ظاہر نہیں ہوتی یعنی آپ کی عادتِ کریمہ تو ہے کہ بن مانگے عطا فرماتے ہیں اب تو ہم بھکاری بن کر مانگ رہے ہیں اس لئے ہمیں ہمارا مدعا عطا فرمائیے۔ادھر آپ کو اپنے پروردگار کا بھی حکم ہے

(۲)وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ۔ (سورۂ الضحٰی، پارہ۳۰، آیت ۱۰)

اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

چاندنی چھٹکی ہے ان کے نور کی
آؤ دیکھیں سیر طور و نار ہم

حل لغات

چاندنی (ہندی، مؤنث) چاند کی روشنی یہاں مطلق روشنی مراد ہے۔ چھٹکی، ماضی از چھٹکنا، بکھیرنا، پھیلنا، تتر بتر ہونا، روشن ہونا یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

نبی کریم ﷺ مظہر ذات وصفات ہیں اس کی دلیل امام اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصرعہ ثانی میں دے دی اور وہ ہے قصہ کا ایک حصہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کے بارے میں آیات ملاحظہ ہوں۔

اِذْ رَا نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى○ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى○ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى○ (پارہ ۱۶، سورۂ طہٰ، آیت ۱۰ تا ۱۲)

جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لئے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔ پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بیشک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ○ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ○ (سورۂ النمل، پارہ ۱۹، آیت ۷ تا ۹)

جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی گھر والی سے کہا مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا کہ تم تاپو۔ پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے۔ اور پاکی ہے اللہ کو جو رب سارے جہان کا اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا

لَعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَo فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَo

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی۔ اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لئے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے اور برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان والوں کا۔

فائدہ

ان ہر تینوں آیات کا مطلب ایک ہے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس سفر کا واقعہ بیان فرمایا جاتا ہے جس میں آپ مدین سے مصر کی طرف حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت لے کر اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ آپ کے اہل بیت ہمراہ تھے اور آپ نے بادشاہِ شام کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں قطع مسافت اختیار فرمائی۔ بی بی صاحبہ حاملہ تھیں چلتے چلتے طور کے غربی جانب پہنچے جہاں رات کے وقت بی بی صاحبہ کو درد زہ شروع ہوا۔ یہ رات اندھیری تھی برف پڑ رہی تھی سردی کی شدت تھی آپ کو دور سے آگ معلوم ہوئی آپ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت سرسبز و شاداب دیکھا جو اوپر سے نیچے تک نہایت روشن تھا جتنا اس کے قریب جاتے ہیں دور ہو جاتا ہے جب ٹھہر جاتے ہیں قریب ہو جاتا ہے۔ وہیں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت و شرفِ کلام کے ساتھ مشرف فرمایا۔ یہ ندا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہر جز بدن سے سنی اور قوتِ سامعہ ایسی عام ہوئی کہ تمام جسم اقدس کان بن گیا۔

انتباہ

اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کو تجلی کا مظہر بنایا تو اس کے پیارے نبی ﷺ کو مظہر ذات و صفات بنائے تو اشکال کیوں؟ اسی مظہریت کو سمجھنے کے بعد تمام وہ شکوک و شبہات ختم ہو سکتے ہیں جنھیں منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ شرک کے واہمہ سے عوام الناس کو ڈراتے ہیں۔

ہمت اے ضعف ان کے در پر گر کے ہوں

بے تکلف سایۂ دیوار ہم

شرح

اے ضعف وناتوانی ہمت کر کے حبیب کبریا ﷺ کے در پر خود کو گرا دے۔اس کے بعد دیوار کے سایہ کی طرح بے تکلف لیٹے رہو پھر دارین کے غم والم سے سکون مل جائے گا کیونکہ حضور سرورِ عالم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کے دامن میں جس نے بھی پناہ لی وہ دائمی امن وسکون میں رہے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

دنیوی امثلہ

بے شمار واقعات میں صرف درود شریف پڑھنے پر مشکلیں حل ہوئیں

اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد قدضاقت حیلتی ادرکنی یارسول اللہ

حکایت نمبر ۱

مفتی دمشق پر وزیر ناراض ہوگیا ان کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔مفتی مذکور شب بھر مغموم ومحزون رہے مذکور کا ورد جاری رکھا۔ یہ درود شریف انہیں خود حضور سرور عالم ﷺ نے خواب میں سکھایا بکثرت پڑھنے پر تمام پریشانیاں دور ہوگئیں۔(افضل الصلوٰت صفحہ ۴۵۴)

حکایت نمبر ۲

شیخ محمد شاکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سخت پریشان تھا بکثرت درود مذکور پڑھنے پر غم وحزن دور ہوگیا۔(ایضاً)

حکایت نمبر ۳

حضرت ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں دمشق میں ایک عظیم فتنہ میں مبتلا ہوا میں نے درود مذکور دوسو بار پڑھا تو ایک شخص نے مجھے خوشخبری سنائی کہ فتنہ ٹل گیا۔اس عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قسم کھا کر کہا کہ جو کچھ میں نے کہا حق ہے۔(افضل الصلوٰت ۴۵۴)

مزید تفصیل اور واقعات ومشاہدات ''ندائے یارسول اللہ'' میں دیکھئے۔

باعطا   تم   شاہ   تم   مختار   تم
بے   نوا   ہم   زار   ہم   ناچار   ہم

شرح

لف نشر مرتب ہے باعطا محبوب کریم ﷺ بے نوا ہم ،شہنشاہ آپ اور زار یعنی نہایت ضعیف و ناتواں ہم ،مختارِ کل آپ اور مجبور اور عاجز ہم ۔لف نشر مرتب ہے۔

آپ باعطا ہم نوا، آپ بادشاہ ہیں ہم عاجز و کمزور، آپ مختار کل ہیں ہم بیکار، نکمے ، بے سر و سامان ۔

اس شعر میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے تین اوصافِ کریمہ بیان کئے گئے ہیں ۔

(۱) باعطاء ، یہ صفت کریمہ حضور سرورِ عالم ﷺ اتنا مشہور ہے کہ قدسی بھی اپنے کاسۂ فقیری ہاتھ میں لے کر آپ کے خواستگار ہیں ۔حوران وغلمان بلکہ جملہ زمین وآسمان کے مکین ازعرش تا فرش ہر ایک آپ کی عطا کا بھکاری ہے ۔اتنا وسیع موضوع کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ صرف لفظ باعطاء میں سمو دیا کیسا کمال ہے ۔صرف ایک نمونہ ملاحظہ ہو

حورانِ بهشت بهکارن

ابن عساکر حضرت ابن مسعود سے راوی کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لانے کے فوراً بعد ان کا انتقال ہو گیا ۔غسل وکفن کے بعد دفنانے کا وقت آیا تو حضور ﷺ ان کی قبر میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا

لقد نزلت من الحور العين كلهن يقلن يارسول الله زوجنا له فما خرجت حتى رزجته سبعين حورا. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۹۹)

کہ ابھی حورانِ بہشتی آئیں انہوں نے مجھ سے کہا یارسول اللہ اس شخص کے ساتھ ہمارا نکاح کر دیجئے تو میں نے ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ۔

فائده

حدیث سے ثابت ہوا کہ بہشتی حوریں بھی حضور ﷺ کی بھکارن ہیں اور آپ کو بھی یہ اختیار ہے کہ جس مسلمان کا چاہیں بہشتی حور سے نکاح کر دیں ۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا

وفي الحديث ان له ان يزوج من شاء من المومنين من حور العين. (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۹)

حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار ہے کہ آپ جس مسلمان کا چاہیں حورانِ جنت سے نکاح کر دیں ۔

(۲) شاہ بلکہ شہنشاہ ، یہ صفت بھی حضور کی وہ جانتا ہے جسے آیت

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ (پارہ ۵،سورۃ النساء، رکوع ۹)

تو اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوا جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

آپ کی شاہی کا یہ سماں ہے کہ ملکوت و ملک اور انس و جن جملہ عالمین کا ذرہ ذرہ آپ کے زیر فرمان ہے۔ صرف ایک دو نمونے ملاحظہ ہوں

جنات پر حکومت

امام ابو نعیم و طبرانی حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں میں پانی کا لوٹا لے کر حضور ﷺ کے ساتھ ہوا۔ جب میں مکہ سے آگے پہنچا تو مجھے کچھ پر چھائیاں ایک جگہ اکٹھی نظر آئیں حضور ﷺ نے زمین پر ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ میرے آنے تک تم یہیں بیٹھے رہو۔ جب حضور ﷺ آگے بڑھے تو میں نے دیکھا وہ پر چھائیاں آپ کی طرف چلیں اور آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ جب فجر کا اجالا ہوا تو حضور ﷺ تشریف لائے نمازِ فجر پڑھی پھر میں نے عرض کی حضور یہ کون لوگ تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا

هو لاء جن نصيبين جاء ونى يختصمون الى فى امور كانت بينهم. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

یہ شہر نصیبین کے جن تھے اپنے کچھ نزاعی معاملات میرے پاس فیصلہ کے لئے لائے تھے۔

شیطان پر حکومت

بیہقی حضرت ابن مسعود سے راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا شیطان میرے قریب سے گزرا میں نے اس کو پکڑ لیا اور گلا گھونٹا۔ یہاں تک کہ شیطان کی زبان کی ٹھنڈک میرے ہاتھوں نے محسوس کی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر سلیمان علیہ السلام دعا نہ کرتے تو میں اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیتا۔

لينظر اليه ولدان اهل المدينة. (خصائص جلد ۲ صفحہ ۲۲)

اور مدینہ کے بچے اس کو دیکھتے۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ قومِ جن حضور ﷺ کی محکوم ہے اور تمام جنات پر حضور ﷺ کی حکومت و سلطنت ہے یہی وجہ ہے کہ جناب اپنے مقدمات کا فیصلہ حضور ﷺ سے کراتے ہیں اور ہر معاملہ میں حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں اور آپ کے حکم کی

تعمیل کرتے ہیں۔

(۳) مختار بلکہ مختارِ کل، یہ صفت بھی حضور ﷺ کی مسلم ہے خود حضور ﷺ نے فرمایا

انا سید العالمین. (بیہقی) میں ساری کائنات یعنی جملہ عالمین کا سردار ہوں

ائمۃ الحدیث بلکہ مخالفین کے اکابر نے مانا۔

(۱) مرقات جلد۲ صفحہ ۳۲۳، فتح الملہم جلد۲ صفحہ ۹۶ میں ہے

ومن ثم عدائمتنامن خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بماشاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت شهادتين رواه البخارى وكنز خيصيه فى النياحة لام عطية فى آل فلان خاصة رواه مسلم قال النووى للشارع ان يخص من العموم ما شاء وبالتضحية بالعناق لابى بردة بن نيار وغيره.

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام نے نبی ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص کرلیں جس طرح آپ نے خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت کو دو شہادتوں کے قائم کردیا (بخاری) حالانکہ تنازعات میں قرآنی حکم سے ایک مرد کی گواہی جائز نہیں اور جس طرح آپ نے ام عطیہ کو آل فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت دے دی (مسلم) جب کہ بالعموم نوحہ کرنا ممنوع تھا اور نووی نے فرمایا کہ شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ وہ عموم احکام میں سے جسے چاہیں خاص فرمالیں اور جس طرح ابی بردہ بن نیار کو آپ نے ایک سال سے کم عمر کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی (اور دوسروں کے لئے ایک سال کی عمر سے کم کی قربانی جائز نہیں)

(۲) حدیث مسواک کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہیں

قال الطيبى فيلدل علے ان ايجاب كان مفرضا اليه ورد بان قوله لوقلت نعم اعم من ان يكون من تلقا نفسه او برحى نازل او براى يراه ان جوزناله الا جتها ذكره الطيبى وفيه ان التفويض اليه ايضا اعم فلا يكون مردودا.

طیبی شافعی نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ احکام کو واجب کرنا آپ کی طرف مفوض ہے اور یہ صحیح نہیں کیونکہ حج ہر سال فرض ہونے کے جواب میں آپ کا ہاں فرمانا عام ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہو یا وحی سے یا اجتہا دسے اس بات کو طیبی نے ذکر کیا (اور حضرت ملا علی قاری حنفی نے فرمایا)

کہ طیبی کے قول میں یہ سقم ہے کہ جس طرح آپ کا فرمان ہاں عام ہے اسی طرح تفویض بھی عام ہے یعنی احکام

کاایجاب آپ کی طرح وحیا بھی مفوض ہے اوراجتہادا بھی اور من تلقاءنفسہ بھی۔ پس تفویض کاقول مردو دنہیں ہوسکتا۔

(۳) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اسی حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں

وظاھر ایں حدیث درآں است کہ احکام مفوض اندبانحضرت چنانکہ مذھب بعضے است۔

اوراس حدیث کاظاہر مطلب یہ ہے کہ احکام حضورﷺ کی طرف مفوض ہیں جس طرح بعض علماء کامسلک ہے۔

اوراس بعض مذاہب کابیان اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ ۱۲۳ پر موجود ہے۔

ایں بر مذھب مختارکہ می گویند احکام مفوض است بآں حضرت ھرچہ خواھد کند وھر کہ خواھد نکند و ھر کرا خواھد تخصیص نمایدظاھر است۔

یہ مذہب مختار پر ہے جو کہتے ہیں کہ احکام نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں اور جس کوچاہیں خاص فرمالیں۔

(۴) مولوی شبیراحمد عثمانی نے اسی حدیث کے تحت لکھا

قیل دل علیٰ ان الایجاب کان مفوضاً الیہ. (فتح الملہم شرح مسلم جلد۳ صفحہ ۳۷۴)

کہا گیا ہے کہ احکام کوواجب کرنا نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہے۔

فائدہ

نہ صرف اُمورِتشریعیہ بلکہ امورتکوینیہ میں بھی حضور سرورِعالمﷺ مختارِکُل ہیں مثلاً

رد الشمس

امام طبرانی حضرت جابرابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ

ان رسول اللہﷺ امر الشمس فتاخرت ساعۃ من النھار. (شفاملاعلی قاری جلد۱ صفحہ ۵۹۰)

سیدعالمﷺ نے آفتاب کوحکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے بازرہے آفتاب فوراً ٹھہرگیا۔

ایسے ہی شق القمر اوراحیاءالموتی ودیگروہ معجزات جوامورِتکوینیہ سے متعلق ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت وطاقت سے ظاہر فرمائے اوراہل سنت کامسلم عقیدہ ہے کہ معجزات وکرامات انبیاءواولیاءعلیٰ نبینا وعلیہم السلام کے قصدوارادہ اوراختیار میں ہوتے ہیں خلافاًللمعتزلہ اس کی تحقیق وتفصیل فقیر نے اپنی تصنیف ''التصرفات فی اختیارصاحب المعجزات والکرامات'' میں لکھی ہے۔

تم نے تو لاکھوں کو جانیں پھیر دیں
ایسا کتنا رکھتے ہیں آزار ہم

حل لغات

آزار، دکھ، تکلیف، بیماری۔

شرح

اے حبیب خداﷺ آپ تو وہ کریم ہیں کہ لاکھوں کو جانیں واپس لوٹائیں ہم تو آپ کے کرم کے لئے کچھ بھی نہیں بس ہمارے اندر ہے تو صرف ایک بیماری تو اس کا ٹالنا آپ کے لئے کیا مشکل ہے۔

اس شعر میں امام اہل سنت نے معجزات احیاء الموتی کا ذکر فرما کر اپنی بیماری ہجر وفراق کے علاج کا عرض کیا ہے کہ اے آقاﷺ آپ نے مُردوں کو زندہ کر ڈالا جو بڑا کام ہے ہمارے ہجر وفراق کا درد دور کرنا تو آسان ہے فلہذا ہمارا یہ روگ دور فرما کر دولت دیدار سے سرشار فرمائیے۔

احیاء الموتی

مردے زندہ کرنے کے معجزات بھی بیشمار ہیں تبرکاً چند عرض کردوں۔

زندہ درگور بچی

حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریمﷺ کی خدمت میں آیا اور بیان کیا کہ اس نے ایک بچی فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی تب آپ اس کے ساتھ اس طرف تشریف لے گئے اور اس کو اس کے نام کے ساتھ پکارا اے فلانی! اللہ کے حکم سے میرا جواب دے۔ پس وہ یہ کہتی نکلی لبیک وسعدیک (حاضر ہوں، حاضر ہوں) آپ نے فرمایا تیرے ماں باپ تو دونوں مسلمان ہوگئے۔ اب اگر تو چاہتی ہے تو تجھ کو ان دونوں کی طرف لوٹا دوں۔ لڑکی نے کہا مجھے ان دونوں کی حاجت نہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو ان دونوں سے بہتر پایا ہے۔ (شفاء شریف)

فائدہ

یہ بچی انہی زندہ درگوروں سے تھی جنہیں جاہلیت میں زندہ قبر میں دفن کردیتے تھے۔

حضرت جابر کے لڑکے زندہ ہوگئے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرمﷺ کو دعوت دی ان کی بیوی کھانے تیار کررہی تھی کہ ایک لڑکے

نے دوسرے کو ذبح کردیا۔ جب اپنے بھائی کی گردن پر چھری پھیر دی جیسے کہ باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھا تھا۔ اب والد کے خوف سے چھت پر چڑھتے ہوئے پاؤں جو پھسلا گرتے ہی انتقال کرگیا۔ صابرہ ماں نے دعوت کی وجہ سے دونوں لاشوں کو چھپا دیا اور کھانا تیار کرلیا۔

حضورﷺ جب کھانا ملاحظہ فرما کر دسترخوان پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلاؤ ہم کھانا ان کے ساتھ کھائیں گے۔ تب اس بی بی نے سارا ماجرا کہہ سنایا بچوں کی لاشیں اُٹھا کر حضورﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور سرورِ عالمﷺ نے دعا فرمائی وہ بچے فوراً زندہ ہوگئے اور کھانے میں شریک ہوئے۔ (تاریخ الخمیس وشواہد النبوۃ)

اولیائے امت

احیاء الموتی تو آپ کی امت کے کاملین کے کمالات میں سے ایک ادنیٰ کمال ہے۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد واقعات ظاہر ہوئے۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا کے بیٹے کو حضرت غوثِ الثقلین قدس سرہ العزیز سے کمال محبت تھی۔ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا اور دنیا کے کاروبار میں کم مشغول ہوتا۔ ایک دن بڑھیا جنابِ غوثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوکے کہنے لگی کہ حضور میں اس لڑکے کو غلامی میں دیتی ہوں اور میرا جو حق اس پر ہے اسے للہ معاف کرتی ہوں آپ اسے تعلیم باطن دیں۔ یہ میرے کسی کام کا نہیں ہے گھر پر ایک دم نہیں ٹکتا آپ ہی کے پاس بنا رہتا ہے یہ کہہ کر بڑھیا چل دی اور لڑکے کو چھوڑ گئی۔ آپ نے اُسے ریاضت اور تعلیم باطن میں لگا دیا کبھی کبھی بڑھیا بھی اپنے بیٹے کو دیکھنے خانقاہ میں چلی آتی تھی۔ ایک دن جو آئی تو دیکھتی کیا ہے کہ بیٹا چنے چبا رہا ہے اور بہت ناتواں ہوگیا ہے۔ اس کے بعد وہ جنابِ غوثِ پاک کے پاس پہنچی آپ مرغن گوشت مرغی کا تناول فرمارہے تھے۔ ماں کی ممتا نے نہ مانا عرض کیا کہ آپ تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرا بیٹا چنے چبا رہا ہے۔ آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

قومی باذن اللہ یحییٰ العظام وھی رمیم

یعنی اس خدا کے حکم سے اُٹھ کھڑی ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔

اتنا کہنا تھا کہ مرغی فوراً زندہ ہوگئی آپ نے بڑھیا سے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہوجائے گا تو پھر اس کا جو جی چاہے کھائے۔ (مرآۃ الجنان)

فائدہ

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ کرامت لکھ کر فرماتے ہیں کہ کرامت اولیائے امت میں بکثرت اس لئے واقع ہوئی کہ نصاریٰ کے نزدیک احیاء الموتی عیسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ سمجھا جاتا جس کی وجہ سے وہ انہیں ابن اللہ کہہ کر گمراہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اولیائے امت میں عام کر دکھلایا کہ اگر یہی علت الوہیت کی ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے ان سب کو ابن اللہ مانو لیکن یہ ابناء اللہ نہیں اولیاء اللہ ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام بھی ابن اللہ نہیں نبی اللہ ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام نے موت کے بعد زندہ ہونے کا ثبوت دیا۔

(۱) بیہقی نے عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جب ثابت بن قیس جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو ان کو قبر میں جا کے اتار دیا۔ وہ قبر میں پہنچ کے اُٹھے اور فرمایا "محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الشهید عثمان البر الرحیلم" بات کو ہم لوگوں نے بخوبی سنا ثابت اتنا کہہ کے پھر لیٹ گئے۔ اب ہم نے جو دیکھا تو باتیں کرنے سے پہلے جیسے مردہ تھے ویسے ہی ہیں۔

(۲) طبرانی اور ابونعیم اور ابن مندہ نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ زید بن خارجہ انہوں نے حضرت عثمان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ تازہ ڈھکا ہوا گھر میں رکھا تھا وقت مغرب اور عشاء کے درمیان تھا عورتیں جنازہ کے گرد گھوم رہی تھیں۔ ناگہاں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منہ پر سے کپڑا لے کے عورتوں کو ایک ڈانٹ بتائی کہ خاموش رہو۔ پھر فرمایا "محمد رسول اللہ الامین وخاتم النبین فی الکتاب الاول" یعنی محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم پیغمبران ہیں پہلی کتاب یا لوح محفوظ کے بموجب۔ پھر کہا "صدق صدق اللہ" نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے پھر صدیق وفاروق وعثمان کی تعریف کی اور "السلام علیک یارسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاته" کہتے ہوئے منہ ڈھک لیا اور جیسے ان باتوں سے پہلے مردہ بے جان تھے ویسے ہی ہو گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب مناقب الشافعی میں درج کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو عطیات عطا فرمائے تھے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ عیسیٰ کے معجزہ احیائے موتی کے بالمقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تھا۔ امام نے فرمایا کہ حنین جذع کا واقعہ موجود ہے جس کا تھرتھرانا

(روایت نسائی) اور رو نا و چلانا (روایت صحیحین وغیرہم) سے ثابت ہے۔

مولوی سلیمان کا بیان

منصور پوری غیر مقلد نے کیا خوب کہا رحمۃ للعالمین جلد سوم صفحہ ۱۷۶ میں لکھتا ہے کہ راقم عرض کرتا ہے کہ احیاء موتی سے مراد جسم موتی میں اس وقت حیات کا اعادہ ہے جو شخص میت میں پہلے بھی حاصل تھی مگر گریہ نخل تو اس سے بھی عجیب تر ہے یعنی ایک نباتی جسم کے اندر ایک ایسی صفت کا پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے یہ انسانی صفت نہ صرف تھرتھرانا، کپکپانا اور رونا ہے بلکہ فراقِ محبوب کا احساس اور فقدانِ شرف کا علم بھی اس کے اندر حاصل ہے بلکہ یہ تو عاشقانہ رنگ ہے جو ایک کھجور کے ٹنڈ میں نظر آیا۔

امام حسن بصری اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تو کہا کرتے تھے اے دعویداران بشریت فراقِ رسول میں ایک ٹنڈ کا یہ حال تھا تو اپنی حالتوں کا بھی اس سے قاضی عیاض و دیگر محدثین کرام نے مشہور و متواتر تسلیم میرا فہم ناقص یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اُس نخلہ کو دفن کرا دینا غالبًا اسی لئے تھا کہ وہ صفاتِ انسانی کا مظہر بن گیا تھا اس نکتہ کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ (رحمۃ اللعالمین جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴)

استن حنانہ

اسی کتاب کے اسی حصہ میں ۱۸۳، ۱۸۴ پر بعنوان ''حنین جذع'' روایت کی سند بیان کیا۔ حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے منہ سے نکلے۔ جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنہ کو کہتے ہیں ہم اس جگہ جس روایت کا اندراج کرنے والے ہیں اُسے دوا دین حدیث میں سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان اور مسند شافعی و مسند احمد و سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام میں اس روایت و رویت عینی کے بیان کرنے والے سید القراء ابی بن کعب (مات ۱۹ھ) و جابر بن عبداللہ الشہید (مات ۷۴ھ) و خادم الرسول انس بن مالک (مات ۹۲ھ) و غاسق السنہ عبداللہ بن عمر الفاروق (مات ۷۳ھ) و ابن عم النبی عبداللہ بن عباس (مات ۸۸ھ) و سہل بن سعد الساعدی (مات ۹۱ھ) و ابو سعید سعد بن مالک الخدری (مات ۷۸ھ) و بریدہ بن الخطیب سلمی (مات ۶۳ھ) و ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مات ۵۹ھ) اور مطلب بن ابوروداعہ القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلین میں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کی گئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ کے وقت ایک کھجور کے خشک تنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے کچھ عرصہ بعد تمیم داری نے حضور ﷺ کی

اجازت سے کرباقوم نجار سے جوایک انصاریہ کے غلام تھے منبر تیارا کرالیا وہ تین زینہ کا تھا۔یعنی دوز ینے اور تیسری نشست کی جگہ۔صحیح بخاری میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نبی کریمﷺ نے منبر پر خطبہ شروع فرمایااور کھجور کا تنہ حضورﷺ کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا تب اُس سے آواز گویہ آنی شروع ہوئی۔ابن عمر کہتے ہیں

النخلة کما صاح الصبی

یعنی وہ بچوں کی طرح چلایا

اور جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے

سمعنا لذلک الجذع صوتاً کصوت العشار

دس ماہ حاملہ اونٹنی کی سی آواز ہم نے اُس کی سنی

نبی کریمﷺ منبر سے اُترے اس پر دست شفقت رکھا تو وہ چپ ہوگیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر نبی کریمﷺ نے اُسے منبر کے متصل دفن کرا دیا۔مزید تحقیق وتفصیل کے لئے فقیر اُویسی غفرلہ کی ''شرح مثنوی بنام صدائے نوی'' کا مطالعہ فرمایئے۔

اپنی ستاری کا یارب واسطہ
ہوں نہ رسوا برسر دربار ہم

حل لغات

رسوا،ذلیل وخوار

شرح

اے خداوند قدوس تجھے اپنی ستاری کا واسطہ دے کرعرض ہے کہ برسر دربار یعنی عام مجلس میں ہمیں رسوا وشرمسار نہ کرنا۔اس شعر میں ان احادیث مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بعض بندوں کے گناہ بخش دے گا جس کا کسی کو علم تک نہ ہوگا اور بعض کے لئے یوں بھی ہوگا کہ ان کے گناہوں کی بندے کو خبر دے کر پھر فرمائے گا میں نے معاف کر دیا۔

اتنی عرض آخری کہہ دو کوئی
ناؤ ٹوٹی آپڑے منجدھار ہم

حل لغات

ناؤ، کشتی۔ منجھدار (ہندی، مؤنث) دریا کے بیچ کی دھار، تیز دھار۔

شرح

محبوبِ اکرم ﷺ آخری عرض پیش کردو آپ کے غلاموں کی کشتی ٹوٹ گئی اور آگے دریا کی طغیانی ہے اب سوائے ڈوبنے کے کوئی چارہ نہیں لہٰذا غلاموں کو دریا میں غرق ہونے سے بچایئے۔ اس شعر میں احادیث شفاعت کی طرف اشارہ ہے اور دنیا میں بھی لاکھوں کی بگڑی بننے کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

منہ بھی دیکھا ہے کسی کے عفو کا
دیکھ او عصیاں نہیں بے یار ہم

شرح

امامِ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کریم کے کرم پر نازاں ہوکر الٹا عصیاں کو ڈانٹتے ہیں کہ تم نے کیا سمجھا ہے کہ ہم تمہاری وجہ سے سزا پائیں گے یہ تمہاری بھول ہے تم نے کسی کے عفو و کرم کا شاید منہ نہیں دیکھا اسی لئے تو ہمیں ڈرا رہا ہے اے عصیاں غور سے سن لے ہم بے وارث نہیں ہمارا وارث خدا کا محبوب کریم ﷺ ہے اسی لئے تمہاری وجہ سے ہمیں ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں۔

فائدہ

اس شعر میں عقیدۂ شفاعت میں سخت سے سخت تر پختگی کا اظہار ہے یہاں تک کہ الٹا گناہوں کو سختی سے کہتے ہیں کہ اے گناہ کیا تو نے مجھے لاوارث سمجھا ہے کہ مجھے ڈرا رہا ہے۔ خبر میں اپنے عقیدہ میں پختہ ہوں مجھے اپنے آقا و مولیٰ امام الانبیا ﷺ پر پختہ یقین ہے۔ یہ درحقیقت شفاعت کے منکرین کے خلاف ایک مضبوط اور مستحکم تردید کا طریقہ ہے اس لئے کہ منکرین شفاعت گناہ کبیرہ کو دائمی دوزخ میں دخول کے قائل ہیں۔ اس سے گویا گناہ کو غرور اور گھمنڈ ہو گیا اور وہ ہر ایک کو ستانے لگا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے گھمنڈ اور غرور کو توڑ کر فرمایا جا انہیں ڈرا دھمکا جن کا کوئی وارث نہ ہو۔ الحمدللہ ہمارا وہ وارث ہے کہ جس نے اہل الکبائر کی شفاعت اپنے ذمہ لگالی ہے نکل جا یہاں سے تجھے ہمیں ڈرانے دھمکانے کا کوئی حق نہیں۔

سوال

اس سے گناہوں کے ارتکاب پر جرأت کی بو آتی ہے۔

جواب

یہاں گناہوں کے ارتکاب کی گفتگو نہیں خود گناہوں سے گفتگو ہے اور منکرین شفاعت کی تردید مطلوب ہے اور قاعدہ ہے کہ جس بدمذہب کی بدمذہبی زور پکڑ رہی ہو اس کے روکے لئے اس کا برعکس کرنا ضروری اور لازم ہوتا ہے چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دور میں منکرین شفاعت کا زور تھا نیز جب کسی کو مزید تکلیف دینا مقصود ہو تو اسے اچھے کلمات سے نشتر لگایا جاتا ہے۔ جیسے قرآنِ کریم میں کفار و مشرکین کو زیادہ ذلیل و خوار کرنے کے لئے فرمایا جارہا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. (پارہ۳،سورۂ آل عمران،آیت ۲۱)

انہیں خوش خبری دو دردناک عذاب کی۔

یہی فارمولا یہاں جگہ تصور کیجئے کہ اللہ کی بخشش عنایت اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت و رحمت پر اتنا اعلیٰ اور کامل یقین ہے کہ گناہوں کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دی جارہی۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو الفاظ میں بیان کی ہی نہیں جاسکتی۔

میں نثار ایسا مسلماں کیجئے
توڑ ڈالیں نفس کا زنار ہم

حل لغات

زنار، بالضم وتشدید النون، فارسی، مذکر، مؤنث، جینو، سفید اکڑی، لکیرا کثر نگینوں میں قدرتی اڑی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ پتھر کا جینو پہلا معنی مراد ہے ایک ایسا دھاگہ جو ہندو بطورِ نشان اپنے گلے میں باندھتے ہیں۔

شرح

اے کریم حبیب ﷺ ہمیں ایسا مسلمان بنادے کہ ہم نفس کے جینو توڑ ڈالیں یعنی فنا فی اللہ و باقی باللہ بن جائیں۔

شرارتِ نفس

نفس کی شرارت سے کون ناواقف ہے اور اس سے بچنے کی تدبیر ہر ولی اللہ نے کی چنانچہ حضرت امام بوصیری قدس سرہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

من لی برد جماح من غوریتها کما یرد جماح الخیل باللجم

کیا کوئی شخص میرے اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ میرے نفس سرکش کو گمراہی سے اس طرح روک دے جس طرح گھوڑے کو لگام سے روکا جاتا ہے

فان امارتی بالسوء ما القطت　　　　من جھلھانبذیر الشیب وا ا

گویا نفس سرکشی کا پیری کے وعظ اور دھمکی قبول نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ پیری کو جو تہمت سے مبرا ہے اس کو تہمت سے متہم کیا گیا اس کی نصیحت کی غرض پر مبنی ہے۔

کب سے پھیلائے ہیں دامن تیغ عشق
اب تو پائیں زخم دامن دار ہم

شرح

بڑے عرصہ سے عشق کی تلوار ہم پر لٹکی ہوئی ہے۔ ہم عشق کے زخم در زخم کھائے جا رہے ہیں اب تو کرم فرمایئے دار و رسن کے زخم نصیب ہوں یعنی جامِ وصال پلایئے۔

ہر عاشق رسول ﷺ کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ وصالِ حبیب نصیب ہو یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض تو دولت دیدار سے ہر وقت سرشار ہوتے ہیں۔ بعض زندگی بھر ترستے رہتے ہیں لیکن عاشق کا کام ہے کہ آرزو تمنا کا دامن مضبوط تھامے رکھے بالآخر فضل و کرم ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حالات بتاتے ہیں کہ آپ کا اس آہ و فغاں سے بالآخر دیدار ہو ہی گیا جیسے بارہا اس شرح میں بیان ہو چکا۔

سنیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول ہو کر بن گئے کیا خوار ہم

حل لغات

کھٹکے، ماضی از کھٹکنا، چبھنا، ٹیس مارنا، برا لگنا یہی مراد ہے۔

شرح

مسلک حق اہل سنت سے وابستگی کی وجہ سے اعدائے اسلام کی آنکھ میں ہم چبھ رہے ہیں یعنی بُرے لگ رہے ہیں اسی وجہ سے وہ ہمیں سخت اذیتیں بھی پہنچاتے ہیں درحقیقت ہم ہیں تو حق پر پھول گلاب کی طرح روحانی اور محبوب مخلوق لیکن بظاہر دشمنوں کی تکالیف پہنچانے اور پریشان کرنے کی وجہ سے ذلت کا سامنا کیوں ہے۔

ہر سنی مسلمان پر ظلم وستم از اعدائے اسلام کے نمونے

ابتدائے اسلام سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ اعدائے اسلام نے سرورِ کائنات ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا دکھ پہنچائے پھر ہر دور میں یہی حال رہا۔ تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔

اگر تاریخ اسلام کے مختلف دوروں اور سلسلۂ دعوت پر امت مرحومہ کی پچھلی کڑیوں پر نظر ڈالو تو یہ جو کچھ کہا گیا اس کی تصدیق ہر دور کے واقعات پیش کریں گے۔

صحابہ وتابعین

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج جیسے جابر کو خطبہ پڑھتے سنا تو غضب آلود ہو کر فرمانے لگے خدا کا دشمن خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے جاتا ہے اللہ کے گھر کو اجاڑ رہا ہے خدا کے بندوں کو قتل کرتا ہے یہ سن کر حجاج ظالم نے حکم دیا کہ ابن عمر کو زہر آلود خنجر سے ہلاک کیا جائے۔

(۲) اسی حجاج سفاک ظالم کے سامنے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راست گوئی کا مظاہرہ کیا پھر جس طرح اس ظالم نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

سانحہ کربلا

عہد اوائل بنوامیہ میں کہ ابھی ہجرت کی پہلی صدی بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ کتنی بڑی جماعت اجلہ صحابہ کرام اور ارکانِ بیت نبوت و بقیہ صالحہ خیر القرون کی موجود تھی؟ اور کون ہے جو ان کی عظمت و شرف میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک کر سکے؟ لیکن بدعات و محدثاتِ بنوامیہ کے مقابلے میں سرفروشانہ اقدام عزیمت و فتح باب مقاومت و ثبات فی الحق والعدل کا جو ایک مخصوص مقام تھا وہ تو بجز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کے حصے میں نہ آیا۔ عبدالملک بن مروان کا زمانہ اجلہ تابعین و حفاظِ سنت و جملہ علوم نبویہ سے مملو تھا لیکن اتباعِ سنت و قیامِ حق کی راہ میں سو دروں کی ضرب مردانہ وار برداشت کر لینے اور مبغوض مبتدعین آل مروان اور محبوبِ قلوبِ مومنین ہونے کا جو شرفِ مخصوص حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آیا اس میں تو ان کا کوئی سہیم و شریک نہ تھا؟ منصور عباسی کے زمانہ میں کون کہہ سکتا ہے کہ اصحابِ علم و عمل کا کال تھا؟ لیکن معلوم ہے کہ شاہانِ جور کے مقابلے میں ثباتِ حق و اعتقاد کا جو مقامِ عزیمت امام دارالہجرت حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہ ضمن مسئلہ یمین وطلاق مکرہ ملا وہ تو صرف انہی کے لئے تھا؟ یہ کیا چیز تھی کہ عین اس وقت جب کہ مشکیں اس زور سے کس دی گئی تھیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا تھا اور

ستر کوڑوں کی ضربیں ان کے جسم اقدس پر پڑ رہی تھیں تو اسی اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہوگئے جس پر تذلیل وتشہیر کر لئے سوار کرا دیا گیا تھا اور پکار کر کہا

من عرفني فقدعرفني ومن لم يعرفني فانا مالک بن انس اقول ان الطلاق المكره ليس بشئي.

یعنی جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو جان لے کہ میں ہوں مالک انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا اور اسی مسئلہ کا اعلان کرتا ہوں جس کے اعلان سے مجھ کو جبراً روکا جارہا ہے کہ طلاق مکرہ کوئی چیز نہیں۔

فائدہ

یہ وہی مقامِ عزیمت کبریٰ کی شاہی وفرمانروائی تھی جس کے آگے دنیا کی بادشاہتیں بالِ مگس کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتیں اور یہی وہ ہیبت ربانی اور جلالت روحانی تھی جس کو دیکھ کر حضرت سفیان ثوری بے اختیار پکار اُٹھے تھے

فهوا المهاب وليس ذاسلطان!

کیا خوف فرمایا حافظ ابن جوزی نے امام موصوف کے حالات میں کہ "وکانما كانت تلک السيا طحليا حلى به" یعنی ان کو کوڑوں سے پیٹا گیا اور مشکیں کسی گئیں لیکن ان باتوں سے ان کی عزت وعظمت گھٹنے کی جگہ اور بڑھ گئی گویا یہ ضرب تازیانہ ان کے جمالِ عظمت واجلال کا زیور تھا کہ جب پہنا دیا گیا تو اس کی رعنائی وخوبروئی دوچند ہوگئی۔

نالہ از بهر رهائی نه کند مرغِ اسیر

خورد افسوس زمانے که گرفتار نبود

تیسری صدی کے اوائل میں جب فتنۂ اعتزال وتعمق فی الدین اور بدعت ومصلہ تکلم بالفلسفہ وانحراف از اعتصام بالسنہ نے سر اُٹھایا اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ لگا تار تین عظیم الشان فرمانرواؤں یعنی مان، معتصم اور واثق باللہ کی شمشیر استبداد وقہر حکومت نے اس فتنہ کا ساتھ دیا حتی کہ بقول علی بن المدینی کے فتنۂ ارتداد ومنع زکوۃ بعہد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد یہ دوسرا فتنۂ عظیم تھا جو اسلام کو پیش آیا۔ اس وقت اساطین علم وفن اور اکابر فضل وکمال اس عہد میں موجود تھے خود بغداد علماءِ اہل سنت وحدیث کا مرکز تھا مگر دعوت وہ جو ایک مخصوص مقام تھا صرف ایک ہی قام لامر اللہ کے حصہ میں آیا یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اپنے اپنے رنگ میں سب صاحب مراتب ومقامات تھے لیکن اس مرتبہ تو اور کسی کا ساجھا نہ تھا یہ وہ وقت تھا کہ قیامِ سنت ودین خالص کا قیامت تک کے لئے فیصلہ ہونے والا

تھااور مامون ومعتصم کے جبر وقہر اور بشر مریسی اور قاضی ابن ابی داؤد جیسے جابرہ معتزلہ کے تسلط وحکومت نے علمائے حق کے لئے صرف دو ہی راستے باز رکھے تھے یا اصحابِ بدعت کے آگے سر جھکا دیں اور مسئلہ خلق قرآن پر ایمان لا کر ہمیشہ کے لئے اس کی نظیر قائم کردیں کہ شریعت میں صرف اتنا ہی نہیں ہے جو رسول بتلایا گیا بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہا اور کیا جاسکتا ہے اور ہر ظن کو اس میں دخل ہے ہر رائے اس پر قاضی وامر ہے ہر فلسفہ اس کا مالک وحاکم ہے۔

يفعل مايشاء ويختار

اور یا پھر قید خانے میں رہنا، ہر روز کوڑوں سے پیٹا جانا اور ایسے تہ خانوں میں بند ہوجانے کو قبول کرلیں، بہتوں کے قدم تو ابتداء ہی میں لڑکھڑا گئے، بعض نے ابتداء میں استقامت دکھلائی لیکن پھر ضعف ورخصت کے گوشے میں پناہ گیر ہوگئے بعض نے روپوشی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچالے جائیں کوئی اس وقت کہتا تھا

ليس هذا زمان حديث انما هذا زمان بكاء وتضرع و دعا كدعا الغريق.

یعنی یہ زمانہ درس واشاعت علوم وسنت کا نہیں ہے۔ یہ تو وہ زمانہ ہے کہ بس اللہ کے آگے تضرع وزاری کرو اور ایسی دعائیں مانگو جیسے سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے۔ کوئی کہتا تھا

احفظوا السانكم عاجلوا قلبكم وخذوا ماتعرفوا ودعواماتنكروا.

اپنی زبانوں کی نگہبانی کرو اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ جو کچھ جانتے ہو اس پر عمل کئے جاؤ اور جو بُرا ہو اس کو چھوڑ دو۔ کوئی کہتا

هذازمان السكوت وملازمة البيوت.

یہ زمانہ خاموشی کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کرکے بیٹھ رہنے کا۔

جب کہ تمام اصحاب کار وطریق کا یہ حال ہو رہا تھا اور دین الخالص کا بقاو قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلب گار تھا تو غور کرو کہ صرف امام موصوف ہی تھے جن کو فاتح وسلطان عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

جانکاہ کا واقعہ

اس دوران امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو داعیان فتن وبدعت کے آگے سر جھکایا نہ روپوشی وخاموشی وکنارہ کشی اختیار کی اور نہ صرف بند حجروں کے اندر کی دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرلی بلکہ دین خالص کے قیام کی راہ میں اپنے نفس ووجود کو قربان کردینے اور تمام خلفِ امت کے لئے ثبات واستقامت علی السنۃ کی راہ کھول دینے کے لئے

اٹھ کھڑے ہوئے ان کو قید کیا گیا، قید خانے میں چلے گئے، چار بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں پہن لیں۔ اسی عالم میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسی مدد کے خود ہی اُونٹ پر سوار ہوں اور خود ہی اونٹ سے اتریں اس کو بھی قبول کرلیا۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے اُٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے۔ عین رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر میں جس کی طاعت اللہ کو تمام دنوں کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے۔ بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھائے گئے اور اس پیٹھ پر جو علوم و معارفِ نبوت کی حامل تھی، لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوری قوت سے لگا کر پیچھے ہٹ جاتا اور پھر نیا تازہ دم جلاد اس کی جگہ لیتا۔ اس کو بھی خوشی خوشی برداشت کرلیا مگر اللہ کے عشق سے منہ نہ موڑا اور راۂ سنت سے منحرف نہ ہوئے۔ تازیانے کی ہر ضرب پر بھی جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ نہ تو جزع و فزع کی تھی اور نہ شور وفغاں کی بلکہ وہی تھی جس کے لئے یہ سب کچھ ہورہا تھا یعنی "القران کلام اللہ غیر مخلوق" اللہ اللہ! یہ کیسی مقامِ دعوت کبریٰ کی خسروی و سلطانی تھی اور وراثت و........ نبوت کی ہیبت و سطوت کہ خود معتصم باللہ جس کی ہیبت و رعب سے قیصر روم لرزاں و ترساں رہتا تھا، سر پر کھڑا تھا، جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا اور وہ بار بار کہہ رہا تھا

یا احمد ! واللہ انی علیک لشفیق وانی شفق علیک کشفقتی علیٰ ھارون ابنی وواللہ لئن اجابنی لاطلقن عنک بیدی . ماتقول؟

یعنی واللہ میں تم پر اس سے بھی زیادہ شفقت رکھتا ہوں جس قدر اپنے بیٹے کے لئے شفیق ہوں۔ اگر تم خلق قرآن کا اقرار کرلو تو قسم خدا کی ابھی اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں کھول دوں لیکن صابر اعظم کی زبانِ صدق سے صرف یہی جواب نکلتا تھا

اعطونی شیئا من کتاب اللہ اوسنۃ رسولہ حتی اقول بہ.

اللہ کی کتاب میں سے کچھ دکھلا دو یا اس کے رسول کا کوئی قول پیش کردو تو میں اقرار کرلوں اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

جب معتصم ہر طرح عاجز آ کر قاضی ابن ابی داؤد وغیرہ علماء بدعت واعتزال سے کہتا "ناظروہ وکلموا" وہ کتاب وسنت کے میدان میں عاجز آ کر اپنے اوہام ظنون باطلہ کو باسم عقل ورائے پیش کرتے کہ سرتا سر یونانیات ملعونہ سے ماخوذ تھے تو وہ اس کے جواب میں بے ساختہ بول اُٹھتے "ما ادری ما ھذا" میں نہیں جانتا یہ کیا بلا ہے؟ "اعطونی

شیئا من کتاب اللہ اومن سنة رسولہ حتی اقول" تمام کائنات ہستی میں میرے سر کو جھکانے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت اس کے سوا نہ میرے لئے کوئی دلیل ہے نہ علم۔

امام موصوف کو جب قید کر کے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابو بکر الاحول نے پوچھا "ان عرضت علیک السیف تجیب؟" اگر تلوار کے نیچے کھڑے کر دیئے گئے تو کیا اس وقت مان لوگے؟ کہا نہیں۔ ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھ کر بارعب نہ پایا۔

یومئذ مانحن فی عینیہ الا کامثال الذباب.

ہم عمالِ حکومت ان کی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کو علماء کی نصائح و پند

ابو العباس الرقی سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ جب رقہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت گئی اور اس قسم کی روایات ونقول سنانے لگی جن سے بخوفِ جان تقیہ کر لینے کی رخصت نکلتی ہے۔ امام موصوف نے سب سن کر جواب دیا

کیف تصنعون بحدیث خباب؟ ان من کان قبلکم کان ینشر احدھم بالمنشار ثم لایصدہ ذلک عن دینہ . قالو ا فیسامنہ.

یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر بھلا اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ جب صحابہ نے حضور ﷺ سے مظالم وشدائد کی شکایت کی تو فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالے جاتے تھے مگر یہ آزمائشیں بھی ان کو حق سے نہیں پھرا سکتی تھیں۔ ابو العباس کہتے ہیں جب ہم نے یہ بات سنی تو مایوس ہو کر چلے آئے کہ ان کو سمجھانا بیکار ہے یہ اپنی بات سے پھرنے والے نہیں۔

حافظ ابن جوزی لکھتے ہی کہ جب معتصم باللہ نے جلادوں کو ضربِ تازیانہ کے لئے حکم دیا تو وہ علماءِ اہل سنت بھی دربار میں موجود تھے جو شدتِ محن ومصائب کی تاب نہ لا سکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے۔ ان میں سے بعض نے کہا

من صنع من اصحابک فی ھذا الامر ماتصنع.

خود تمہارے ساتھیوں میں سے کس نے ایسی ہٹ کی جیسی تم کر رہے ہو۔ امام احمد نے کہا یہ تو کوئی دلیل نہ ہوئی "اعطونی شیئا من کتاب اللہ اوسنة رسولہ اقول بہ" حالت صوم میں کہ صرف پانی کے چند گھونٹ پی کر

روزہ رکھ لیا تھا تو تازہ دم جلادوں نے پوری قوت سے کوڑے مارے یہاں تک کہ تمام پیٹھ زخموں سے چور ہوگئی اور تمام جسم خون سے رنگین ہوگیا۔خود کہتے ہیں کہ جب ہوش آیا تو چند آدمی پانی لائے اور کہا پی لو مگر میں نے انکار کر دیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا۔وہاں سے مجھے اسحاق بن ابراہیم کے مکان میں لے گئے۔ظہر کی نماز کا وقت آ گیا تھا ابن سماعہ نے امامت کی اور میں نے نماز پڑھی۔نماز کے بعد ابن سماعہ نے کہا تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہہ رہا ہے یعنی دم جاری وکثیر کے بعد طہارت کہاں رہی؟ میں نے جواب دیا

قدصلی عمر جرحة يثعب دما

ہاں مگر میں نے وہی کیا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔

صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں انہوں نے نماز پوری کی۔حافظ ابن جوزی نے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے

ضربت احمد بن حنبل ثمانين سوطاً لو ضربتها فيلاً لمرته!

احمد بن حنبل کو اسی کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اُٹھتا۔

مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اف تک نہ کی جب تک ہوش رہا ہر ضرب پر یا تو وہی جملہ زباں سے نکلتا رہا جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا تھا "القرآن كلام الله غير مخلوق" اور یہ آیت کریمہ "لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا"

یاد رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چار بادشاہوں نے آزمائش کی۔تین مامون،معتصم،واثق نے مصائب سے اور متوکل نے تعظیم وتکریم اور عطاؤ بخشش سے۔

امام کو چور کی نصیحت

امام موصوف کے لڑکے عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ کہا کرتے

رحم الله ابا الهيثم غفرالله لابی الهيثم

خدا ابوالہیثم پر رحم کرے،خدا ابوالہیثم کو بخش دے۔

میں نے ایک دن پوچھا ابوالہیثم کون ہے؟ کہا جس دن مجھ کو سپاہی دربار میں لے گئے اور کوڑے مارے گئے تو جب ہم راہ سے گزر رہے تھے۔ایک آدمی مجھ سے ملا اور کہا مجھ کو پہچانتے ہو! میں مشہور چور اور عیار ابوالہیثم حدادھوں میرا نام شاہی دفتر میں ثبت ہے بارہا چوری کرتے پکڑا گیا اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں۔صرف کوڑوں ہی کی مار اگر گنوں

تو سب ملا کر اٹھارہ ہزار ضربیں تو میری پیٹھ پر ضرور پڑی ہوں گی ۔ باایں ہمہ میری استقامت کا یہ حال ہے کہ اب تک چوری سے باز نہ آیا۔ جب کوڑے کھا کر جیل خانے سے نکلا سیدھا چوری کی تاک میں چلا گیا۔ میری استقامت کا یہ حال شیطان کی طاقت میں رہا ہے۔ دنیا کی خاطر افسوس تم پر اگر اللہ کی محبت کی راہ میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو اور دین حق کی خاطر چند کوڑوں کی ضرب برداشت نہ کرو۔ میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا اگر حق کی خاطر اتنا بھی نہ کر سکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چور اور ڈاکو کر رہا ہے تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھ درجہ بہتر!

نمونہ کے طور پر چند مثالیں عرض کی گئیں۔ اب ذیل میں امام احمد رضا قدس سرہ کی اپنی کیفیت بطورِ نمونہ ملاحظہ ہو۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بتذکرۂ اعداو حاسدین ارشاد فرمایا میری عمر اتنی گزری لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے۔ ایک طرف کفار کا نرغہ دوسری طرف حاسدین کا مجمع مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ مجموعۂ اعمال بھرا ہوا ہے کوئی عمل کر لیجئے۔ میں نے کہا جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہی کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی نہ لینا ہمیشہ ڈھال سے ہی کام لینا۔ (الملفوظات جلد۴، صفحہ ۵۹)

اس کے باوجود آپ پر اعدائے اسلام کے شدید سے شدید تر حملے ہوئے آپ کی سوانح عمری اس کی شاہد کافی ہے۔ فقیر صرف ایک واقعہ جو کہ وہ بھی حاسدین کا عرض کر دے اس سے اندازہ لگالیں کہ جب آپ کے حاسدین آپ کے ساتھ ایسا کر گزرتے تو پھر اعدائے دین کا کیا حال ہوگا۔

جناب سید الطاف علی بریلوی صاحب اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی زبردست آبادی تھی۔ کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا جس کے ہردو جانب کثیر التعداد ہندو نہ رہتے ہوں لیکن مولانا صاحب کا وقار جلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی سخت کشیدہ فضا میں بھی کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تقسیم ملک کی ہولناکیوں کا دور بھی گزر گیا اور ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور جملہ اعزہ و متوسلین بخیر و عافیت رہے جسے میں قوتِ ایمانی اور

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست

کا ایک نادر کرشمہ خیال کرتا ہوں۔

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت

تھی ؛ شمس العلماء، قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی مطلق راہ ورسم نہ تھی بلکہ بقولِ الحاج سید ایوب علی صاحب مرحوم جن کو ۲۶ سال تک پیش کار رہنے، حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے یعنی وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے۔ اسی طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے بدایوں سے نمازِ جمعہ اذانِ ثانی نزد منبر یا صحن مسجد میں ہو کے مسئلہ پر اختلاف تھا جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بناء ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ دن رات اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔ فدا کاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلّہ سوداگراں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلّہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی اسکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈ تھا جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے۔ اسی کشاکش کے دوران بدایوں کی کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہل بدایوں کا خاصا اجتماع ہوتا ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے اور ہر لمحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔ ایک پیشی کے موقع پر میں ابھی اپنے چچا کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہر قانون جناب مولوی حشمت اللہ بار ایٹ لاء کو دیکھا۔ یہ سرسید کے دوست تھے ۱۸۹۲ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم دہلی کے صدر ہوئے۔ فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہوئے اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعد ازاں انتہائی وسیع پیمانہ پر مبارک بادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔ محلّہ محلّہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچتے کہ چھڑکاؤ ہوتا جاتا، گلاب پاشی ہوتی اور میلاد خوانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش وخروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلام بلاعت نظام پڑھتے جاتے، مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی

ساتھ جاتیں جو منزلِ مقصود پر حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کردی جاتیں حضرت ان سب چیزوں کو مجمع میں تقسیم کرادیتے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی زندگی کا تاریخی اہمیت رکھنے والا واقعہ تحریک خلافت وترکِ موالات کے تحت ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستان میں ہر دو اقوام کی متحدہ قومیت کی تحریک کی پرزور مخالفت تھی۔اس وقت صورت یہ تھی کہ جنگ طرابلس و بلقان المیۂ مسجد کانپور اور پہلی جنگ عظیم میں سلطنت ترکی کی مکمل تباہی نے عامۃ المسلمین کو انگریزوں سے حد درجہ بدظن کردیا تھا۔ ہندو بھی بعداز جنگ حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت خود اختیاری نہ دیئے جانے اور جلیانوالہ باغ کے ہولناک قتل عام کی وجہ سے سخت مشتعل تھے۔نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات اورتحریک خلافت زور شور سے شروع ہوگئی جس میں ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ہندو مسلم بھائی بھائی اور متحدہ قومیت کا جذبہ اس قدر عروج کو پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی لیڈر شردھانند جیسے اسلام دشمن کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کے لئے لا کھڑا کیا گیا۔

انگریز دشمنی میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا مولانا احمد رضا خاں صاحب اوران کے متبعین بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے لیکن ان کے یہاں ہندو دوستی بھی پسند نہیں کی جاتی تھی اور وہ مشرکین سے موالات کو ملت اسلامیہ کے لئے خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے لہٰذا ان کی جانب سے مخالفت کا زبردست دھماکہ ہوا۔ایسا دھماکہ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی گونج دور دور تک پہنچ گئی۔مولانا کو یقین تھا کہ مسلمان ہندو قومیت میں ضم ہوگئے تو نہ صرف ان کا دین وایمان خراب ہوجائے گا بلکہ ان کا سیاسی مستقبل بھی تاریک ہوجائے گا۔انگریزوں کے جانے کے بعد جو جمہوری نظامِ حکومت قائم ہوگا اور مذہبی بنیاد پر اکثریت واقلیت کا تعین ہوگا اس میں مسلمانوں کی نمائندگی برائے نام رہ جانے کے باعث وہ اپنے قومی وملی تشخص سے بالکلیہ محروم ہوجائیں گے ان کا مذہب، کلچر اور زبان سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔اسی تاثیر کے تحت امامِ اہل سنت مولانا احمد رضا خاں اوران کی جماعت اہل سنت کے ارکان واکابر نے ہندوستان کے طول وعرض کے دورے کئے، گھر گھر پیغامِ حق پہنچایا، کانگریسی مسلمانوں بالخصوص جمعیۃ العلمائے ہند اور فرنگی علماء سے بڑے بڑے معرکہ مناظرے اور مقابلے ہوئے اور یہ ان کی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ہندو مسلم موالات کا طلسم ٹوٹ گیا۔ روزمرہ کی زندگی اور سرکاری ونیم سرکاری محکموں میں ہندوؤں کی جارحانہ بالادستی اور خود غرضی کھل کر سامنے آگئی۔سندھی سنگھٹن کی قابل نفرت تحریک نے بھی جنم لے کر آناً فاناً ہولناک صورت اختیار کرلی ۔ بظاہر غیر متعصب ہندو کانگریسی

رہنماؤں کی مسلم دوستی کی بھی نہرو رپورٹ کی شکل میں حقیقت عیاں ہوگئی۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو دو قومی نظریہ پیش کیا تھا اس کو پورے زور وشور کے ساتھ عملی جامہ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے عقیدت کیشوں نے پہنایا۔ بعدازاں محمد علی جناح نے ۱۹۳۶ء سے اس نظریہ کو نہایت منظّم بنیادوں پر پایۂ تکمیل کو پہنچایا اور پاکستان وجود میں آیا۔

فانی زحیاتِ من آشفته چه پرسند

مرگی است که از هستی جاوید پیام است

(ماہنامہ ترجمان لاثانی علی پور شریف)

ناتوانی کا بھلا ہو بن گئے

نقش پائے طالبانِ یار ہم

شرح

عاجزی وانکساری کا خدا بھلا کرے کہ اب ہمیں یہ مرتبہ نصیب ہے کہ ہم محبوبِ کریم ﷺ کے عشاق وخدام کے نقش قدم بن گئے ہیں۔

اس شعر میں اقتدائے اسلاف پر اظہارِ مسرت ہے کہ ہم نے اگر عاجزی وانکساری اور اسلاف کی تعظیم وادب کا طریقہ اختیار کیا ہے تو ہمیں صلہ بھی بہتر سے بہتر حاصل ہوا کہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنا نصیب ہوگیا ہے۔ یہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نہ صرف دعویٰ ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جو آپ کی سوانح عمری پڑھنے والوں پر عیاں ہے۔

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔ امام احمد رضا عقائد و افکار میں متقدمین اور سلف وصالحین کے پیرو تھے....... انہوں نے اپنے دور میں سیاست و مذہب میں تجدید واحیاء کرکے پاسبانی ملت کے اہم فرائض انجام دیئے....... غالباً اسی لئے بعض علماءِ عرب وعجم نے ان کو مجدد کہا.......

امام احمد رضا ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے تھے مگر وہ روحِ اسلام کو اس کے قول وعمل میں جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تاریخ کے تہذیبی وتمدنی عمل کے پیشِ نظر وہ اس حد تک چھوٹ دیتے تھے جس حد تک قول وعمل شریعت سے متصادم نہ ہوں....... وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرتا ہے بدعتی قرار دیتے تھے....... اور

ہراس شخص کا تعاقب کرتے جوان کی نظر میں تجدید کے بہانے بے راہ روی اختیار کرتا تھا۔

امام احمد رضا نے معاشرے کی خلافِ شرع عادات اور رسوم پر تنقید کی اور اس طرح تجدید و اصلاح کی ذمہ داری پوری کی .... اسلامی معاشرے کے بعض لوگ فرائض و سنن کو چھوڑ کر مستحبات و مباحات کے پیچھے لگے رہتے ہیں .... امام احمد رضا کی نظر میں ایسے لوگوں کی نیکیاں مردود ہیں۔ (اعز الاکتنافی ردصدقۃ مانع الزکوۃ صفحہ ۱۰)

بعض لوگ شریعت و طریقت کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں .... امام احمد رضا اس تقسیم کا سختی سے رد کرتے ہیں اور طریقت کو عین شریعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآنِ عظیم باطل و مردود فرما چکا ہے۔ (مقالہ العرفاء باعزاز شروع وعلماء صفحہ ۷)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں یہ قول کہ شریعت چند احکام فرض واجب و حلال و حرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔

شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنا) ہے اور اس کے بغیر آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی بلند ہے۔ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ اسی قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم

شرح

ہم دل کے ٹکڑے محبوبِ کائنات ﷺ کی گلی کے کتوں کے لئے نذرانے کے طور پر لائے اے سگانِ مدینہ ہمارا یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمائیے۔

سگانِ طیبہ کا ادب

ہر عاشق رسول ﷺ کا یہی طریقہ رہا کہ وہ مدینہ پاک کے سگانِ با کمال کا ادب اور ان سے پیار رکھتے ہیں اور یہی عاشق صادق کی علامت ہے۔ مواہب لدنیہ شریف میں ہے

رای المجنون فی البیداء کلباً　　فجو الیه للاحسان ذیلا

فلاموہ علی ما کان منه　　و قالوا مامنحت الکلب نیلا

قال دعوا الملام فان عینی　　رآہ مرة فی حی لیلا

جنگل میں مجنوں نے کتا دیکھا تو اس کی خاطر مدارت کی لوگوں نے ملامت کی کہ کتے سے اتنا بڑا سلوک کیوں۔ فرمایا یارو ملامت نہ کرو میں نے اسے لیلیٰ کی گلی میں دیکھا تھا۔

فائدہ

غور فرمایئے کہ مجازی عق نے ایک معمولی سی نسبت کہ صرف ایک دفعہ گلی میں کتے کو دیکھا تو اب وہ بھی پیارا ہے اگر یہ عشق صحیح ہو تو رنگ لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور ﷺ سے صحیح اور سچا عشق تھا اسی لئے ان کا حضور ﷺ کے ہر کمال کو تسلیم کرنا ان کی پختگی کی دلیل تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا ذوق

عن انس بن مالک قال کانت لی ذوبۃ فقالت لی امی لا اجزھا کان رسول اللہ ﷺ یاخذ بھا۔ (ابو داؤد جلد ثانی، صفحہ ۲۲۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چند بال بڑھے ہوئے تھے میری والدہ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا میں ان زلفوں کو نہیں کاٹوں گی کیونکہ حضور ﷺ ان زلفوں کو ایک بار اپنے ہاتھوں سے نوازا تھا۔

فائدہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالوں کو صرف اتنی نسبت تھی کہ ان پر رسول اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ لگ گئے اب ان سے صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اتنا پیار کہ اسے کاٹنا گوارا نہیں حالانکہ حضور ﷺ نے ایسی تعلیم لفظاً (صراحۃ) نہیں دی تو کیا تھا کہنا پڑے گا عشق رسول ﷺ اور قاعدہ ہے کہ عشق تعلیم کا محتاج نہیں۔

عاشقا نرا بدلیل چه کار

عشاق کو دلیل کی کیا ضرورت (عشق خود استاد)

سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سے کورس پاس کئے وہ یہی عشق تھا کہ اب خود حضور سرورِ عالم ﷺ

فرمار ہے تھے کہ مجھے رحمٰن کی خوشبو یمن سے آتی ہے۔حضور سرورِ عالم ﷺ کی نسبت مبارک سے پیار وعقیدت نصیب ہے تو سمجھ لو ایمان کامل ہے اگر کسی چکر باز کی چکری سے حدیث ضعیف یا کسی اور شک وشبہ میں ہیں تو ابھی اسے ایمان کا علاج کراؤ ورنہ جہنم میں جانا پڑے گا پھر نہ کہنا کہ کسی نے بتایا نہ تھا۔

وہ عاشقانِ زار جنہوں نے سگانِ طیبہ سے اظہارِ محبت وعقیدت فرمایا۔حضرت سید پیر جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مدینہ منورہ کے ادب وعشق مصطفیٰ ﷺ کے بے پناہ جذبہ کا صحیح واقعہ احرار کے مولوی عطا اللہ بخاری نے چشم دید مولوی داؤد غزنوی بحدیث اکثر مرتبہ جلسہ عام میں سنایا اور کہا کہ عشق مصطفیٰ ﷺ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری سے سیکھو۔مولوی داؤد غزنوی نے اپنا چشم دید واقعہ حضرت بخاری صاحب کو سنایا کہ مدینہ منورہ باب السلام کی طرف کتے سرنگوں پڑے ہوئے تھے کسی نے ایک کتے کی ٹانگ پر لاٹھی دے ماری اور کتا چیخ مارے لنگڑاتا ہوا جارہا تھا کہ اچانک پیر صاحب آنکلے اور آپ نے بے ساختہ فوراً کتے کو پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا اور اس شخص سے ناراضگی میں فرمایا او ظالم یہ نہ دیکھا کہ یہ سگانِ مدینہ میں سے ہے آپ نے اپنے عمامہ میں سے پٹی پھاڑ کر اس چوٹ پر باندھی اور بازار سے مٹھائی منگوا کر اپنے ہاتھ سے کھلائی۔(رضائے مصطفیٰ)

آدابِ مدینہ

آپ کی زندگی کا نصب العین عشق مصطفیٰ ﷺ رہا۔آپ مدینہ شریف کے شجر حجر، چرند پرند اور خاک وغبار کی بھی عزت کرتے تھے،آپ مدینہ منورہ کی مہندی پاؤں کو لگانے سے منع کرتے،آپ نے تمام عمر مدینہ منورہ کا دانہ کھایا،آپ نے تقریباً ۶۲ مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی زیارت مدینہ منورہ کا شرف حاصل کیا،مدینہ شریف سے واپسی پر اجناس گندم، چاول،چینی،دالیں وغیرہ اشیاء اور مدینہ شریف کی صراحی میں پانی بھرلاتے اور یہاں ان میں ملاتے رہتے ختم نہ ہونے دیتے،اس طرح تمام عمر مدینہ منورہ ہی کا کھایا پیا،مدینہ منورہ کی خاکِ پاک کی ادب وعشق کا غلبہ اس قدر تھا کہ آپ نے مدینہ منورہ سے پھل دار پودے انار لیموں وغیرہ گملوں میں اپنے ہمراہ لاکر علی پور شریف کے باغ میں لگائے اور اب یہ پھلدار درخت بن چکے ہیں۔علی پور کی سرزمین کو مدینہ منورہ کی آب وگل کے خمیر کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ آپ حضور ﷺ کے سگاں کوئے کا اظہارِ آرزو کرتے ہیں

شنیدہ ام کہ سگانر قلادہ می بندید

چرا بگردن قاضی حافظ نیگفنی رسنے

میں نے سنا ہے کہ کتوں کے گلے میں پٹہ ڈالتے ہیں پھر اے یارو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں باندھتے ہیں۔

شیخ سعدی قدس سرہ بارگاہِ رسالتﷺ میں عرض کرتے ہیں

چـہ کنـد سعـدی مسکین کـہ صدجان

ســازیـم فـدائے سگ دربـان محمد (ﷺ)

سعدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ایک جان کیا ہے سو جانیں ہوں تو حضور سرورِ کونینﷺ کے دربان کے کتے پر وار دوں۔

شرح

ناظرین غور فرمائیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف ایک جان پر راضی نہیں بلکہ دوصد جس سے ان گنت جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں اور وہ رسول اللہﷺ کے کتے پر نہیں بلکہ آپ کے دربارِ عالی کے دربان کے کتے پر اتنا بہت بڑی دور کی نسبت اور بہت بڑی قربانی۔ یہ سب کچھ محبت و عشق سے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا

ھے تیڈے دردے کتیاں نال ادب

یعنی اے شاہ عرب و عجمﷺ آپ کے دروازہ پاک پر دیگر مقیمین تو عالی مرتبہ ہیں ان کی شان تو بلند و بالا ہے مجھے تو آپ کے سگانِ کوئے کا ادب ہے۔

یعنی اے شاہ عرب و عجمﷺ آپ کے دروازہ پاک پر دیگر مقیمین تو عالی مرتبہ ہیں ان کی شان تو بلند و بالا ہے مجھے تو آپ کے سگانِ کوئے کا ادب ہے۔

حضرت نورالدین علامہ عبدالرحمٰن عارف جامی قدس سرہ جو درسی کتاب شرح جامی کے علاوہ بیسوں کتابوں کے مصنف ہیں فرماتے ہیں

سگ تو دوش بجامی فغان کنان می گفت

خـمـوش بـاش کـہ از نـالۂ ات بدرد سریم

اے محبوبِ مدینہﷺ گذشتہ شب کو جامی آپ کے حضور میں آہ و فغاں کر رہا تھا کہ آپ کے درِ اقدس کا کتا کہتا تھا کہ خاموش ہو جا اس لئے تیرے شور و فغان اور آہ و نالہ سے میرے سر میں درد ہوتا ہے۔

شرح

شعر کی نزاکت دیکھئے کہ عاشق کہتا ہے جب میں اپنی درد بھری فریاد اپنے محبوبِ کریم ﷺ کے حضور پیش کرتا ہوں تو آپ کے دروازے کے کتے ایسے نازک مزاج ہیں وہ میری آہ کو سن کر مجھ سے فرماتے ہیں جامی خاموش رہ تیری آہ وفریاد سے ہمارے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

من کیتم دمے دوستی زنم
کمین سگان کوئے تویك کمترین منم

میں کون جو آپ سے دوستی کا دم بھروں میں آپ کے دروازہ کے کتوں میں سے ایک ادنیٰ سگ ہوں۔

دوسرا شعر بھی عاجزی وانکساری میں کچھ کم نہیں۔ہم دوستی کے لائق بھی کب ہیں اگر آپ کے در کے کتوں سے ایک ادنیٰ سگ لکھا اور کہا جاؤں تو بھی غنیمت ہے۔

اور فرمایا

سگت را کاش جامی نام بودے
کہ گاھے برزبانت رفتہ بودے

کاش آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا کبھی تو یہ نام آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو جاتا۔

حضرت مولانا قدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ آگے بڑھ کر کہا چنانچہ اپنے قصیدہ میں لکھا

نسبت بسگت کردم وبس متفعلم
زانکہ نسبت بسگت کوئے تو شد بے ادبی

میں نے اپنے آپ کو آپ کے کتوں سے منسوب کیا ہے یہ میری غلطی ہے کیونکہ آپ کے کتوں کی بے ادبی ہے کہ میرے جیسے ان سے منسوب ہوں۔

شرح

اس میں بہت زیادہ نزاکت ہے بایں معنی کہ سرکار کریم ﷺ اتنے ذی قدر ہیں کہ ہمارے جیون کا آپ کے سگانِ درگاہ سے منسوب ہونا ان کے سگانِ درگاہ کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ

مولانا محمد برخوردار شرح شرح عقائد نے اپنی تصنیف غوثِ اعظم میں لکھا کہ ایک دفعہ حضرت شہبازِ طریقت

حلال نکات حقیقت موردِ عنایات ربانی مداح غوثِ صمدانی حضرت خواجہ خواجگان محمد سلیمان تونسوی روح اللہ وجہہ وافاض علینا فتوحہ کے حضور میں کسی مرید نے یہ مصرعہ پڑھا

بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذوق وشوق سے فرمانے لگے کہ میاں تم ایسا پڑھتے لیکن ہم تو یہ اعتقاد رکھتے اور یوں پڑھا کرتے ہیں

بر پیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

اس کا پہلا مصرعہ یوں ہے

سگ درگاہ میراں شو گر خواھی قرب سلطانی

حضرت شیخ محقق رحمة الله تعالیٰ علیه

سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے قلمی دستخط جوانہوں نے حاشیہ عضدی کے آخری صفحہ پر تحریر فرمائے وہ یہ ہے

العبد العاصی

کلب القادریه عبدالحق بن سیف الدین الدهلوی البخاری

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سره

اب ہم حق بجانب ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ مجددِ برحق مانیں کہ انہوں نے بھی وہ کیا اور کہا جو اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے کیا اور کہا آپ اکثر اپنی تصانیف کے آخر میں لکھتے ہیں

احد کلابِ الباب النبوی احمد رضا

احمد رضا بابِ نبوی کا ایک کتا

اور حدائق بخشش میں درجنوں مقامات پر سگِ مدینہ کے لئے فرمایا

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا

ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

شرح

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عقیدت ملاحظہ ہوں کہ محبوبِ خدا ﷺ کے سگان کو سے اپنی جان کا تحفہ و نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں بلکہ یہ نذرانہ پیش نہ کر سکے تو اسیر حسرت کا اظہار فرمایا۔

سگان طیبہ کا ادب

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جو سگانِ طیبہ کے ساتھ اظہارِ ادب فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو

خوف ہے شمع خراشی سگِ طیبہ کا

ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ وفغاں ہم کو

اور فرمایا

سگِ کوئے نبی ویك نگھے

من وتا حشر جان نثار یھا

کوئے نبی ﷺ کی ایک نگاہ چاہیے میں تا حشر اس پر جان چھڑکتا ہوں۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں عرض گزار ہیں

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت

میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے

حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

نیز سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں یوں اظہارِ عقیدت فرمایا

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

اور فرمایا

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کر چلے

اور فرمایا

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

نسبت بسگت کے دلائل

اس موضوع پر فقیر کی تصنیف ''نسبت سگت'' معروف ہے۔اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ نسبت اہل سنت کو کیوں مرغوب ہے اس کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

اہل سنت بزرگوں کی طرف اپنے آپ کو سگ کی نسبت کیوں کرتے ہیں اس کے چند وجوہ ہیں۔

علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری المتوفی ۸۰۸ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

الکلب حیوان شدید الریاضة کثیرا لوفاء. (حیوۃ الحیوان جلد۲ صفحہ ۲۲۵ وعجائب المخلوقات للقزوینی جلد۲)

یعنی کلب ایک حیوان ہے جو ریاضت بسیار کی عادت کے علاوہ وفا کا مجسمہ ہے۔

چونکہ ہم اہل سنت کے بزرگوں کے آداب وتادیب اور محبت والفت میں بڑے محتاط ہیں اور پھر ان سے وفاداری کا کیا کہنا کہ جان جائے تو جائے لیکن ان کی آن میں آنچ نہ آئے بلکہ اس سے مزید براں یہ ہے کہ کتا اپنے مالک سے اتنا الفت ومحبت رکھتا ہے کہ جس کی نظیر عالم امکان میں نہ صرف غیر ممکن ہے بلکہ محال ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف اس کے آگے چل کر لکھتے ہیں

ومن طباعة البعبقه والزفی التود التالف بحیث اذادعی بعد الغرب والصروکة.

مالک کی چاپلوسی اور اس کے ہر معاملہ سے رضا مندی اور اس سے محبت والف پر ایسا خوش وخرم ہے کہ اس سے سخت مار پٹائی کے باوجود جب اسے مالک بلائے تو دم ہلاتا ہوا قدموں پر گر جاتا ہے اور اس کے قدم چومنے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ اگر مالک اسے اپنے در سے لاکھ بار ہٹائے بعینہ عاشق دلی اور سنی مسلمان کی عادت ہے کہ وہ اولیائے کاملین کے عشق و محبت میں کیا کچھ نہیں کرتا وہی کرتا ہے جو کتا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے پھر جس طرح کتا اپنے مالک کے مال اور عزت وآبرو کی نگرانی میں جان تک کی پرواہ نہیں کرتا مالک کو خبر ہو یا نہ غفلت کی حالت ہو یا جیسے ہی یہی وجہ ہے کہ یہ رات کے اکثر حصہ میں بیدار رہتا ہے اور دن کو نیند کرتا ہے صرف اسی لئے کہ مالک کی عزت وآبرو میں آنچ نہ آئے۔اسی طرح سنی مسلمان ہر وقت شانِ نبوت وولایت کا نگران ہے یہی وجہ کہ اس کی دشمنِ نبی وولی سے ہر وقت لڑائی ہے یہاں تک کہ

شانِ نبوت وولایت کے گستاخ سے کٹ مرتا ہے خواہ اس کا وہ کتنا ہی عزیز نقصان کیوں نہ ہو۔علامہ موصوف اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ

ویقبل التادیب و التلقین و التعلیم حتی لو وضعت علی راسه مرجة وطرح له ماکون لم یلتفت الیه ما دام علیٰ تلک الحالة فاذا اخذت السبرحة عن راسه وتب الیٰ ما کوله(جلد۲صفحہ۲۲۶)

یعنی کتے میں مالک کی تعلیم وتادیب کا بڑا اثر ہے یہاں تک کہ اگر اس کے سر پر چراغ جلتا ہوا رکھ دو اور پھر آگے کھانا رکھا ہو تو کھانے کی طرف توجہ تک نہیں کرے گا ہاں جب اسی سے چراغ اُٹھا لو تو پھر کھانے کو منہ لگائے گا۔یہی وجہ ہے کہ اسے تعلیم وتادیب کے بعد شکار کے لئے چھوڑ دیا جائے تو وہ اسے صحیح سالم لاتا ہے اگر چہ وہ مار کے لائے تب بھی اس کا کھانا حلال طیب ہے بشرطیکہ چھوڑتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھی جائے۔سنی مسلمان ولی اور نبی کی تعلیمات کا عاشق ہے یہاں تک کہ وہ اپنی خواہشات کو تعلیماتِ نبوت وولایت پر قربان کرتا ہے۔سب سے بڑی اعلیٰ صفت کتے میں یہ ہے کہ اپنے مالک اور اس کے متعلقین احباب سے مانوس و مالوف ہے یہاں تک کہ اگر پاگل ہو جائے تب بھی مالک کی جوتیوں پر قربان رہتا ہے اسی طرح سنی انبیاء واولیاء سے اتنا عشق رکھتا ہے کہ دنیا سے کتنا ہی دور ہو لیکن شانِ نبوت وولایت میں زبان دراز نہیں ہوتا۔

فائدہ

وجوہ مذکورہ کی بناء پر اولیاء کا سگ کہلانا تفاول پر دلالت کرتا ہے لیکن میرے نزدیک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ سنی اللہ والوں سے (خواہ واقف ہو یا غیر واقف دور کا ہو یا قریب کا) محبت کرتا ہے بلکہ ان کا ادب کرتا ہے۔

کما قال العلامة الموصوف فی کتابد المعروف ومن عجب طباعة انه یکرم الجلة من الناس و اهل الوجاهة ولاینج بل جاء واعن طریقة .

یہ عجائب عالم میں سے ہے کہ کتا باوجود یکہ اجنبی لوگوں کا دشمن ہے لیکن ولی اللہ کا محبّ اور عاشق ہے اسی وجہ سے اصحابِ کہف کا کتا اولیاء کی صحبت سے کیا سے کیا ہو گیا۔

اصحابِ کھف روزے چند

پئے نیکاں گرفت مردم شد

موصوف نے اپنی کتاب معروف میں دو مقام پر نقل فرمایا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اصحابِ

کہف کی ملاقات کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ سے ان کی ملاقات آخرت میں مقدر کی گئی ہے البتہ اپنے چار یاروں کو بھیج کر ان سے اپنی رسالت کا پیغام دے سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا ان کے پاس کیسے پہنچنا چاہیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اپنی چادر پھیلا دیجئے اور ایک کنارہ پر صدیق کو دوسرے پر فاروق کو تیسرے پر عثمان چوتھے پر حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بٹھلایئے اور سلیمان علیہ السلام کی ہوا کو حکم دیں۔ ایک روایت میں تیسرے پر حضرت علی اور چوتھے پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام ہے تاکہ انہیں غار پر پہنچا دے۔ آپ نے ہوائے سلیمان کو فرمایا اس نے ان حضرات کو غار پر پہنچایا دروازہ کھولا تو کتے نے آنکھ کھولی دروازے پر روشنی کو دیکھ کر ان حضرات پر حملہ آور ہوا لیکن جب ان حضرات کے چہرہ پر نگاہ پڑی تو

طرق راسه اوماء اليهم براسه ان ادخلوا

اپنی عادت کے مطابق سر اور دم ہلا تا اپنے سر سے غار میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ (الخ جلد۲ صفحہ ۲۳۷ و جلد۲ صفحہ ۲۴۸)

اس سے ثابت ہوا کہ چونکہ انبیاء و اولیاء کا عاشق زار اور پورا خدمت گار اور نیاز مند ہے اسی لئے اصحابِ سنن اپنے آپ کو انبیاء و اولیاء کے سگ کہلاتے ہیں۔

اس نشانی کے جو سگ ہیں وہ نہیں مارے جاتے
ابدتک رہے میرے گلے میں ڈورا تیرا

اور چونکہ عرب میں ہے کہ شئے کے ساتھ معمولی نسبت کی وجہ سے نام بھی رکھ دیتے ہیں چنانچہ عرب میں ''فہد، اسد'' وغیرہ اسماء موجود ہیں ان سے پوچھا جائے کہ تم یہ نام کیوں رکھتے ہو تو کہتے ہیں کہ اسد و فہد میں دشمن پر حملہ کرنے اور اس پر غلبہ پانے کی عادت ہے اور ہم اپنے بچوں کے لئے تفاول سمجھتے ہیں کہ اس نام کی تاثیر سے اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہو کر غالب ہو سکے۔ اسی وجہ سے حضور سرورِ عالم ﷺ کے جد امجد کا اسم گرامی کلاب بن مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے اور اس میں یہی تفاول مقصود ہے۔ چنانچہ علامہ دمیری نے فرمایا

كلاب اما منقول من المصدر الذى هو فى المكالبة نحو كالبت العدو مكالبة. (الخ جلد۲ صفحہ ۲۲۵)

ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت کا انبیاء و اولیاء کا سگ کہنا نیک تفاول کی بناء پر ہے جو شرعاً ممنوع و نامشروع نہیں۔

فائدہ

اسلاف میں بھی کسی نے ایسے کہا ہے یا نہ اولاً تو مخالفین اسلاف کے عادات و اطوار کے قائل نہیں کیونکہ اہل ہوا

ہیں انہیں بزرگوں سے کیا واسطہ۔ چند ایک اسلاف کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔ ابن خلکان مشہور مورخ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

ان الحسین بن احمد المعروف بن الحجاج الشاعر مشھور لما حضورته الوفاة اوحی بان یدفن عندرجلی الامام موسیٰ بن جعفر احد الائمة لاثنی عشر رضی اللہ تعالیٰ عنھم علیٰ رای الامامیة وان یکتب علی قبرہ وکلبھم باسط ذراعیة بالوصید. (حیوۃ الحیوان جلد۲ صفحہ۲۲۹)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حسین بن احمد مرحوم نے اپنے آپ کو لکھوایا جوان کی قبر پر تا عرصہ کثیر مکتوب رہا۔ اصحابِ کہف کے کتے کے متعلق بعض مفسرین مثلاً طبری وغیرہ کی یہی روایت ہے کہ ''کلبھم'' سے حقیقی کتا مراد نہیں بلکہ ان کا ایک خادم تھا جس نے غار پر بیٹھ کران کے واپس تشریف لانے کا انتظار میں بڑی مدت گزاردی۔ بایں مناسبت کہ جس طرح کتا اپنے مالک کے دروازہ کو نہیں چھوڑتا اسی طرح اس نے اپنے بزرگوں کے دروازہ کو نہ چھوڑا۔ اب اس کے نام کو ترک کر کے اسے ''کلبھم یعنی'' اولیاء اصحابِ کہف کا سگ کہا گیا (سگِ قادریہ کی طرح) چنانچہ اس روایت کی تائید حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ''کلبھم'' کے بجائے ''کالبھم'' پڑھا ہے یعنی ان کا وہی خادم جوان کے انتظار میں رہا۔ (حیوۃ الحیوان جلد۲ صفحہ۲۳۶)

حکایت

مولانا مرید غوث مرحوم جو نہایت متقی فاضل اور بڑے پایہ کے عالم دین تھے۔ حضرت خواجہ شاہ سلمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ پر فوت ہوئے قبل از فوتیدگی اپنے احباب کو وصیت فرمائی کہ میں تھوڑی دیر کے بعد مرجاؤں گا اور آستانہ عالیہ میں چادر تانے پڑا ہوں گا۔ حضرت سجادہ نشین خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عرض کرنا کہ اپنے کتے کو آستانہ سے اٹھوا کر دفن کراؤ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ متعدد بزرگوں کے واقعات وحالات ملتے ہیں اختصار کے پیش نظر ان تین حوالوں پر اکتفا کیا گیا۔

کتے کی وفاداری کی حکایات

ایسی حکایات بے شمار ہیں فقیر صرف دو حکایتیں نقل کرتا ہے۔

حکایت

حارث بن صمعہ کے چند دوست تھے وہ ان سے کبھی جدائی گوارا نہیں کرتا تھا۔ ان کی محبت میں جان دینے کو تیار

ہو جاتا تھا۔ایک دفعہ انہیں کہیں سیر وتفریح کے لئے گیا اس کا ایک دوست رات کو چوری کر کے گھر پہنچ کر اس کی عورت کے ہاں پہنچ گیا اس کی عورت نے اُسے کھلایا پلایا پھر دونوں ایک بستر پر لیٹ گئے۔ حارث کے گھر ایک کتا تھا اس نے غیرت سے دونوں پر حملہ کر کے دونوں کو مار ڈالا۔ جب حارث واپس گھر لوٹا تو دونوں کو مرا ہوا دیکھ کر یہ شعر پڑھا

وما زال يرعى ذمتي ويحوطني

ويحفظ عرسي و الخليل يخون

فيا عجبا للخليل حرمتي

ويا عجبا للكلب كيف يصون

ترجمہ

میرا کتا میری نگرانی کرتا ہے اور ہر وقت مجھے گھیرے رہتا اور میری زوجہ کی بھی حفاظت کرتا لیکن افسوس کہ میرا دوست میری خیانت کرتا رہا۔ ایسے بدبخت دوست کا افسوس کہ جس نے میری عزت پر حملہ کیا اور کتے کو شاباش کہ وہ میری عزت کا محافظ ہوا۔

حکایت عجیبہ

عجائب المخلوقات میں ہے کہ اصفہان میں کسی نے کسی کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈال کر اسے مٹی سے پُر کر دیا۔ مقتول کا ایک کتا تھا وہ اس کیفیت کو دیکھتا رہا اور پھر روزانہ اسی کنوئیں پر آ کر مٹی ہٹاتا اور لوگوں کو اندر والے کی طرف اشارہ کرتا اور جونہی قاتل کو دیکھتا تو اس پر حملہ آور ہو جاتا۔ لوگوں نے جب اس کی بار بار یہی حرکت دیکھی تو لوگوں نے کنوئیں کو کھودا اس سے مقتول ملا۔ کتے کے اشارہ پر اسی قاتل کو گرفتار کیا گیا اس سے پوچھا گیا تو اس نے قتل کا اعتراف کیا پھر اسے اس کے بدلہ میں قتل کیا گیا۔ (روح البیان سورۃ الکہف)

نیز ہمارے اس زمانہ میں تقریباً دنیا کے تمام ممالک کتوں کی خاص طریقہ سے تربیت کرتے ہیں جو مجرم کو پہچاننے اور مورچوں کا سراغ لگانے میں کام آتے ہیں۔

قسمت ثور و حرا کی حرص ہے

چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

حل لغات

ثور، وہ غارِ اقدس جس میں حضور سرورِ عالم ﷺ نے ہجرت کی راتیں بسر فرمائیں۔حرا، وہ غار جس میں دِخدا میں اظہارِ نبوت سے پہلے عبادت کے لئے ایک عرصہ قیام فرمایا۔گہرا، ڈباؤ، برائے اظہار کثرت ومبالغہ یہی مراد ہے۔غار، کھڈ، گڑھا۔

شرح

غارِ ثور اقدس اور غارِ حرا پاک کی قسمت والا حرص ہمیں ہے کہ جیسے محبوب کریم ﷺ نے انہیں نوازا کاش ہمارے دل میں بھی ایک ایسا گہرا غار ہو کہ آپ اس میں قیام فرمائیں۔

غارِ ثور شریف میں قیامِ نبوی کا واقعہ

قصۂ ہجرت جو بخاری شریف میں باب ہجرۃ النبی ﷺ میں مذکور ہے یہاں تبرکاً عرض کئے دیتا ہوں۔

جب قریش قتل پر اتفاق کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قریش کے ارادہ کی آپ کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔عین دوپہر کے وقت حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔دروازے پر دستک دی اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جو تمہارے پاس ہیں ان کو نکال دے۔حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے اہل کے سوا کوئی اور نہیں۔آپ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ آپ پر قربان! میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ آپ پر قربان! آپ ان دو اونٹنیوں میں سے ایک پسند فرمالیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمت سے لوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شادی کے بعد سے اس وقت تک اپنے والد بزرگوار کے گھر میں تھیں بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضروریات کو جلدی تیار کر دیا اور دونوں کے لئے کچھ کھانا توشہ دان میں رکھ دیا۔حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نطاق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک توشہ دان کا منہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا جس کی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ایک کافر عبداللہ بن اریقط دائلی جو راستہ سے خوب واقف تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر نوکر رکھ لیا گیا اور

دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کردی گئیں تاکہ تین راتوں کے بعد غار پر حاضر کر دے۔ اس انتظام کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔

ایک تہائی رات گزری تھی کہ قریش نے حسب قرارداد دولت خانہ کا محاصرہ کرلیا اور اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ قریش کو اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے سخت عداوت تھی مگر آپ کی امانت و دیانت پر انہیں اس قدر اعتماد تھا کہ جس کے پاس کچھ مال و اسباب ایسا ہوتا کہ اسے خود اپنے پاس رکھنے میں جوکھم نظر آتا وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا۔ چنانچہ اب بھی آپ ﷺ کے پاس امانتیں تھیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور حکم دیا کہ یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا اور خود خاک کی ایک مٹھی لی اور سورۂ یٰسین شریف کے شروع کی آیات "فھم لا یبصرون" تک پڑھتے ہوئے کفار پر پھینک دی اور اس مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا ایک مخبر نے جو اس مجمع میں نہ تھا ان کو خبر دی کہ محمد (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں انہوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ پھیرا تو واقعہ میں خاک پائی مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبز چادر اوڑھے ہوئے دیکھ کر خیال کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علی بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ اس مخبر نے سچ کہا تھا۔

حضور ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ راستے میں بازار حزورہ میں جو بعد میں مسجد حرام میں شامل کرلیا گیا ٹھہر کر یوں خطاب فرمایا بطحائے مکہ تو پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ اسی رات آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر گھر کے عقب میں ایک دریچہ سے نکلے اور کوہِ ثور کے غار پر پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل نہ ہولوں تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ بچھو وغیرہ ہو تو وہ مجھ کو کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے داخل ہوئے غار میں جھاڑو دی۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے اپنا کپڑا پھاڑ کر ان کو بند کیا مگر دو سوراخ باقی رہ گئے ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دیئے۔ پھر عرض کیا اب تشریف لایئے آپ داخل ہوئے اور سر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ سے کسی چیز نے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاٹا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کہ مبادا رسول اللہ ﷺ جاگ اُٹھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو جو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر گرے تو فرمایا ابوبکر تجھے کیا ہوا؟ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا۔ آپ ﷺ نے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا فوراً سب درد جاتا رہا۔ اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے۔ رات کو غار میں ساتھ سوتے صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے اور قریش جو مشورہ کرتے یا کہتے شام کو غار میں آ کر اس کی اطلاع دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا اور رات کو دو بکریاں غار پر لے جاتا ان کا دودھ حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کام آتا۔ عامر منہ اندھیرے بکریوں کو عبداللہ کے نقش پا پر ہانک لے جاتا۔

جب حضور ﷺ رات کو اپنے دولت خانہ سے نکل آئے تو صبح کو کفار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تیرا یار کہاں گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اس لئے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے سے انہوں نے حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ جب وہ کوہِ ثور کے پاس پہنچے تو پائے مبارک کا نشان ان پر مشتبہ ہو گیا وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار کے دہانہ پہنچ گئے مگر غار پر اس وقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔ دہانہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر (حضرت) محمد (ﷺ) اس میں داخل ہوتے تو مکڑی کا جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ اسی حال میں آہٹ پا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدم پر پڑ جائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔

قصہ کوتاہ غار میں تین راتیں گزار کر شب دوشنبہ یکم ربیع الاول کو اونٹنیوں پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغرض خدمت اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ بدرقہ آگے آگے راستہ بناتا جاتا تھا راستے میں اگر کوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں تو جواب دیتے کہ میری ہادی و رہبر ہیں۔ (ﷺ)

غارِ حراء

یہ غار مبارک مکہ معظّمہ سے شرقی جانب تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کو وحی کا آغاز یہاں پر ہوا اور آغازِ وحی سے قبل آپ اس کے اندر تنہائی میں عبادت فرماتے تھے تفصیل کتب سیر میں موجود ہے۔ یہ غار جس

پہاڑ پر واقع ہے اسے جبلِ نور کہتے ہیں۔اسی غارِ حرامیں قرآنِ کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔

حراء

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حراء غار کا نام ہے مگر درحقیقت حراء وہ پہاڑ ہے جس میں یہ غار مواقع ہے یہی پہاڑ بعد میں جبل النور کے ساتھ مشہور ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کوہِ طور تجلی الٰہی سے ٹکڑوں میں بٹا تھا تو اس کے چند ٹکڑے یہاں بھی آ کر گرے تھے گویا اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام اُتارنے کے لئے اولین جائے نزول کے طور پر انہی پتھروں کو منتخب فرمایا جو اس سے پہلے بھی اللہ عزوجل کو موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوتا سن چکے تھے اور اس کے جلوے کی ایک جھلک دیکھ چکے تھے۔

حقیقت شناس نگاہیں آج بھی ان پتھروں پر تجلیاتِ الٰہیہ کے آثار دیکھتی ہیں اور ان کے حسن و جمال میں کھو جاتی ہیں۔

ساتویں صدی ہجری کے ایک بڑے مفسر فقیہ اور صوفی امام عبداللہ ابن محمد قرشی مرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوہِ حرا پر ایک بہت عمدہ نظم لکھی ہے یہاں اس کے چند اشعار تشریح کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں

قامل حرآء فی جمال محیاہ　　　فکم من اناس من حلی حسنہ تاہ

زرا کوہِ حرا کے روئے زیبا کے جمال پر غور کرو کتنے ہی لوگ اس کے حسن کی آرائش سے حیرت میں مبتلا ہوئے ہیں۔

میرے جیسے عام آدمی کے لئے تو یہ پہاڑ چھوٹے بڑے پتھروں کا ایک ایسا تودہ ہے جس میں ظاہری حسن سرے سے مفقود ہے۔نہ یہاں جھرنے اور آبشار ہیں نہ ایسے چمن اور مرغزار ہیں جن میں پھولوں کی مہکار ہو اور پرندوں کی چہکار ہو مگر امام مرجانی کہتے ہیں کہ اس کی آرائشِ حسن سے ایک دنیا حیرت زدہ ہے یقیناً ایسا ہی ہوگا جن پتھروں پر کبھی جلوۂ رب کی تابانی ہوئی تھی ان سے حسین چیز بھلا اور کیا ہوسکتی ہے مگر اس کا ادراک صرف حقیقت بین نگاہیں ہی کرسکتی ہیں۔

فمما حوی من جاء لعلباہ زائرا　　　یفرج عنہ الھم فی حال مرقاہ

جن فضائل پر یہ پہاڑ حاوی ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص ان کی بلندی کی زیارت کرنے آئے تو اس پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اُس کا ہر غم دور ہوجاتا ہے۔

یہ تجربے اور مشاہدے کی بات ہے واقعی اس پر چڑھتے وقت آدمی پر ایک عجیب سا سرور طاری ہوجاتا ہے اور ہر غم

بھول بھال جاتا ہے۔ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس دوران انسان کے دل میں اس جانِ جہان کی یاد بسی ہوتی ہے جس کی مدح میں اعلیٰ حضرت یوں نغمہ سرا ہوئے ہیں

اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

به خلوة الهادی الشفیع محمد
وفیه له غار له کان یرقاه

اسی پہاڑ پر ہادی و شفیع محمد ﷺ خلوت اختیار کیا کرتے تھے اور اسی پر آپ کی وہ مخصوص غار ہے جس کے لئے آپ اوپر چڑھا کرتے تھے۔

اعلانِ نبوت کے چند برس پہلے آپ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ اس غار میں گزارا کرتے تھے۔ کھجوریں، ستو اور کچھ پانی ساتھ لے جاتے تھے اور ختم ہونے پر دوبارہ آکر لے جاتے تھے۔

اس غار کو خلوت گاہ کے طور پر منتخب کرنے کی علماء کرام نے دو وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب بھی یہاں آکر گوشہ نشینی اختیار کیا کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان کی پسندیدہ جگہ کو ترجیح دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس غار سے بیت اللہ کی طرف دیکھا جاتا تھا تو بیت اللہ صاف نظر آتا تھا اور اللہ کی طرف متوجہ اور یکسو ہونے کے ساتھ ساتھ اس گھر کا دیدار بھی میسر رہتا تھا۔آج کل درمیان میں دیواریں اور عمارتیں بن جانے کی وجہ سے کعبہ شریف کی طرف تو نگاہ نہیں پڑتی البتہ حرم شریف کے مینار اب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

وقبلته للقدس کانت بغاره
وفیه اتاه الوحی فی حال صبراه

اس غار میں آپ کی پوری توجہ عالم قدس کی طرف ہوتی تھی اور یہیں آپ پر وحی نازل ہوئی تھی جب آپ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔

نزولِ وحی کا آغاز کیسے ہوا تھا؟ دن کیا تھا اور وقت کون سا تھا؟ ان تفصیلات کو جاننے کے لئے سید الوریٰ جلد اول کا مطالعہ کیجئے۔

ولما تجلی الله قدس ذکره

لطور تشظی فھواحدی شظایاہ

اور جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر تجلی فرمائی تھی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا تھا یہ پہاڑ بھی انہی ٹکڑوں میں سے ایک ہے۔

علامہ واحدی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تجلی الٰہی کے جلال سے جب طور کے ٹکڑے اُڑے تھے تو کچھ ٹکڑے مکہ میں آپڑے تھے اور کچھ مدینہ میں مکہ میں ان کے مقامات کوہِ حرا، کوہِ ثور اور کوہِ ثبیر جبکہ مدینہ میں کوہِ احد، کوہِ درفان اور کوہِ رضوی۔ (زرقانی علی المواہب جلد ا صفحہ ۲۷۰)

ذرا اندازہ کیجئے کہ محبوبِ خدا ﷺ کی عظمت و توقیر کا کہ جب ان پر نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو اس وقت ان کے مسند ناز وہ پتھر تھے جو کبھی جلوۂ رب سے فیضیاب ہو چکے تھے۔ (سبحان اللہ)!

ویقبل فیہ ساعۃ الظھرمن دعا

بہ ینادی من دعانا اجبناہ

یہاں پر ظہر کے وقت جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے اور یہیں پر یہ ندا آتی ہے کہ جو ہمیں پکارے گا ہم اُس کی ضرور سنیں گے۔

معلوم نہیں اس بات کا امام مرجانی کو کشفی طور پر پتہ چلا تھا یا اس بارے میں کوئی روایت ان کی نظر سے گزری تھی؟

بہ مرکز النور الالھی مثبتاً

فللہ ما احلی مقاماً باعلاہ

یہ جگہ یقینی طور پر نورِ الٰہی کا مرکز ہے پس اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کی چوٹی کس قدر حسین و شریں مقام ہے۔

نورِ الٰہی کا مرکز ہونے کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم جبل النور کے تحت بیان کر آئے ہیں کہ یہاں نورِ مبین کے نزول کی ابتدا ہوئی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ہر رات کو تکوینی امور کے ذمہ دار اولیاء کرام کی نورانی محفل سجتی ہے جس میں کبھی کبھی نورِ مجسم ﷺ خود بھی رونق افروز ہوتے ہیں۔

سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بارہویں صدی ہجری میں ایک عظیم ولی اللہ گزرے ہیں جو اپنے زمانے کے غوث تھے ان کا اسم گرامی سید عبدالعزیز دباغ تھا۔ اُنہوں نے ظاہری تعلیم تو کسی سے حاصل نہ کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی اتنا وافر عطا فرمایا کہ بڑے بڑے اہل علم ان کی باتیں سن کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ ان کے حالاتِ زندگی اور اُن کے بیان کردہ علوم و

معارف کو ان کے ایک انتہائی قابل ارادت مند علامہ احمد ابن مبارک سلجماسی نے اکٹھا کیا ہے اور اس مجموعے کا نام ابریز ہے۔ یہ کتاب مشہور و معروف ہے اور اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ ابریز کے چوتھے باب کے شروع میں علامہ سلجماسی لکھتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ صالحین کا دربار اسی غارِ حرا میں لگتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل عبادت کیا کرتے تھے۔ غوث غار کے باہر اس طرح بیٹھتا ہے کہ مکہ اس کے دائیں شانے کے پیچھے ہوتا ہی اور مدینہ اس کے بائیں گھٹنے کے سامنے، چار قطب اس کی دائیں طرف بیٹھتے ہیں اور تین بائیں طرف، غوث کے سامنے وکیل بیٹھتا ہے جسے قاضی دربار بھی کہا جاتا ہے یہ تمام دربار کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ گذشتہ لوگوں میں سے بعض کاملین بھی دربار میں آتے ہیں، فرشتے اور باکمال جنات بھی حاضر ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ اس مجلس میں شرکت فرماتے ہیں جب آپ ﷺ تشریف لاتے ہیں تو آپ کے ساتھ ایسے انوار بھی آتے ہیں جن کو برداشت کرنے کی طاقت کسی میں بھی نہیں۔ ان انوار کے جلال و ہیبت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اگر چالیس آدمی فرض کئے جائیں جو شجاعت اور بہادری کے درجہ پر فائز ہوں اور وہ اچانک ان انوار کے سامنے آ جائیں تو سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان انوار کے برداشت کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ اس مجلس کا وقت وہی ساعت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی اور رات کے آخری تیسرے حصے کی یہی وہ ساعت اجابت ہے جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا کوہِ حرا کو حکم

نبوت سے پہلے تو سرورِ کونین اس پہاڑ پر تشریف لایا ہی کرتے تھے نبوت ملنے کے بعد بھی اکیلے کبھی صحابہ کرام کی معیت میں یہاں جلوہ فرما ہوا کرتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے صدیق اکبر، فاروقِ اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں اس پہاڑ پر قدم رنجہ فرمایا تو پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پرسکون ہو جا اے حراء! کیونکہ اس وقت تجھ پر جو افراد کھڑے ہیں ان میں کوئی نبی (ﷺ) ہے کوئی صدیق اور کوئی شہید۔[1] یہ سن کر حرا کی لرزش تھم گئی۔

صد شکر کہ آج ہم جیسے گنہگار بھی اس مقدس پہاڑ پر چڑھے اور اس غار کے سامنے آ پہنچے جس کو حضور سرورِ عالم ﷺ کا خلوت کدہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور جہاں ہر رات روحانیت کے تاجدار محفل سجاتے ہیں اور انوار کی بارش ہوتی ہے۔ سب نے اس مرکزِ انوارِ غار میں دو دو نفل پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس بے پایاں انعام پر شکر ادا کیا۔

چشم پوشی و کرم شانِ شما
کارما بیباکی و اصرار ہم

حل لغات

چشم پوشی (فارسی، مؤنث) دیکھ کر ٹال جانا۔ شانِ شما (فارسی) تمہاری شان۔ کارما (فارسی) ہمارا کام۔ بیباکی (فارسی) آزادی۔ اصرار (عربی) پے درپے اور بار بار کرنا۔

شرح

اے کریم آپ کا کام ہے چشم پوشی اور لطف وکرم سے نوازنا اور ہمارا کام ہے غلطیوں کے ارتکاب میں بیباکی اور بار باران کا مرتکب ہونا۔ اسی لئے اے کریم آپ اپنے فضل وکرم کے صدقے ہماری غلطیوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے اپنے دامن رحمت میں پناہ دیجئے۔

خطاؤں پر خطا عادت ہماری
عطاؤں پر عطا شیوا تمہارا

فصل گل سبزہ صبا مستی شباب
چھوڑیں کس دل سے درخمار ہم

حل لغات

فصل گل (مرکب، عربی فارسی، مونث) وہ موسم جس میں پھول کھلتے ہیں، بسنت، بہار، رت۔ سبزہ صبا (مرکب، فارسی، عربی) سبزہ مذکر وتروتازگی، ہریالی۔ صبا (مونث) پرواہ، ہوا، پچھلی رات کی سزا۔ مستی شباب (مرکب، فارسی، عربی) جوانی کی مستی۔ خمار (عربی) نشہ کا اتار، نیند کا زور۔

شرح

گلاب کا موسم ہریالی کا دور دورہ موسم بہار کی ہوا، شہوت کا جوش ونشہ جوانی کی امنگ ہو تو شراب فروخت کرنے والے کے دروازے کو ہم کس دل سے چھوڑیں۔

غالب نے اسے یوں ادا کیا ہے

گو میں رہا رہین ستمگار ہائے روز گار
لیکن تیری یاد سے غافل نہیں رہا

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس شعر میں سبق دیا ہے کہ محبوبِ کائنات ﷺ کی یاد سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

میکدہ چھٹتا ہے للہ ساقیا
ابکی ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

حل لغات

میکدہ، شراب خانہ۔ چھٹتا ہے (بکسر جسم فارسی) مضارع از چھٹنا بمعنی بکھرنا پھیلنا، تتر بتر ہونا۔ ساغر (عربی مذکر) جام شراب کا پیالہ۔

شرح

اے ساقی شراب خانہ سے ہماری جدائی ہونے والی ہے تو خدا کے واسطے اس مرتبہ ایسا جام پلا کہ تا حیات ہم کو ہوش نہ آئے یعنی دنیا سے رخصتی ہو تو آپ کا دامن ہمارے ہاتھ میں ہو۔اس میں خاتمہ بر ایمان اور بوقت وفات دیدارِ سرکار ﷺ کی آرزو ہے۔

ساقی تسنیم جب تک آ نہ جائیں
اے سیہ مستی نہ ہوں ہشیار ہم

حل لغات

سیہ مستی، (فارسی، مونث) بے ہوشی

شرح

تسنیم کے ساقی ﷺ جب تک زیارت سے مشرف نہ فرمائیں اے مدہوشی اس وقت تک ہم ہوش میں نہ آئیں۔

نازشیں کرتے ہیں آپس میں ملک
ہیں غلامانِ شہ ابرار ہم

شرح

ملائکہ کرام آپس میں فخر و ناز کرتے ہیں کہ ہم بھی شہ ابرار ﷺ کے غلاموں میں سے ہیں۔

ملائکہ خدام

اسی شرح حدائق میں فقیر نے متعدد مقامات میں ملائکہ کرام کی خدمت گزاری کا ذکر کیا ہے لیکن ہر مقام پر مضمون کا تکرار نہیں الحمدللہ ہر مقام پر جدید مضمون لایا گیا ہے۔ یہاں بھی تبرکاً چندان ملائکہ کرام کا ذکر خیر کردوں جو بارگاہِ نبوی کے خدام ہیں اور اس پر انہیں فخر ہے۔

جبریل امین و اسرافیل

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ اور جبریل امین کوہِ صفا پر تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جبریل شام کو آل محمد (ﷺ) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو نہیں ہوتے۔ بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی فرمایا جبریل یہ کیا ہے۔ عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام کیا خدا تعالیٰ نے اسے سنا اور مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا اور مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونے اور چاندی کا بنادوں آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے۔ جبریل امین نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔ (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے مجھ پر ایک فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا اور وہ اسرافیل ہے جس نے آکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نبی بادشاہ بننا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ۔ میں نے جبریل امین کی طرف دیکھا اس نے تواضع کا اشارہ کیا اگر میں کہہ دیتا کہ میں نبی بادشاہ بننا چاہتا ہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

جبرائیل و میکائیل

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا

لی اربعة وزراء وزیر ای فی السماء و وزیر ای فی الارض .فاما وزیر ای من اھل السماء فجبرائیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر.

میرے چار وزیر ہیں دو وزیر آسمان پر اور دو وزیر زمین پر۔میرے دو وزیر آسمان کے جبریل اور میکائیل علیہما السلام والتسلیم ہیں اور زمین کے دو وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

فائدہ

جاننا چاہیے کہ وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں چونکہ آپ کے وزیر آسمان میں بھی ہیں اور زمین پر بھی اس لئے آپ آسمان کے بھی بادشاہ ہوئے اور زمین کے بھی۔ ہر کوئی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ ملک میں بھی حکم اور قانون جاری ہوتا ہے وہ بادشاہ کے دربار سے جاری ہوتا ہے اور چونکہ آپ زمین وآسمان کے بادشاہ ہیں لہٰذا زمین وآسمان کا ہر حکم آپ کے دربار دُربار سے جاری ہوتا ہے۔

جبرائیل و عزرائیل

جب ملک الموت اعرابی کی شکل میں آیا تو اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی السلام علیکم ایھا النبی خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں۔حضور ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرے پاس میرے بھائی جبریل امین نہ آئیں اُس وقت تک میری روح کو قبض نہ کرنا۔اُسی وقت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے لئے بشارت لایا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مالک جہنم سے فرمایا کہ آج آتش دوزخ کو سرد کردو کہ میرے محبوب کی روحِ مقدسہ آسمان پر آرہی ہے حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ آراستہ پیراستہ ہوجائیں ،فرشتوں کو حکم ہوا کہ صف بستہ کھڑے ہوجائیں کہ روحِ محمد ﷺ آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوں اور قیامت کے دن آپ کی امت کے بارے میں خدا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین میں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے گئے کہ یامحمداہ یارسول رب العالمین۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتے کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا وامحمداہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روحِ مقدسہ قبض ہوئی تو میں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر خوشبو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔

خوشبو

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ قبضِ روح کے بعد میں نے حضورﷺ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں نے اپنے ہاتھوں کو کئی بار دھویا اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔(مدارج النبوت جلد۲صفحہ ۵۵۵،معارج النبوت ۲۳۵)

فائدہ

جبریل امین بھی حضورﷺ کی بارگاہ میں اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے چنانچہ علامہ عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ حضرت ابورافع فرمایا کرتے تھے کہ

کان جبریل علیه السلام اذااتی لنبی ﷺ یقف علی الباب ثم یستاذن رسول اللهﷺ فکان ﷺ اذا سمعه عرف فیخرج مهرولا فیاخذه ویدخل به البیت وربما یقف علی الباب حتی ینقضی الوحی ولم یدخل. (کشف الغمہ جلد ۱صفحہ ۱۱)

حضرت جبریل علیہ السلام نبی پاک کے پاس آتے تو دروازے پر ٹھہر کر رسول اللہﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے۔ رسول اللہﷺ ان کی آواز سن کر پہچان جاتے پس جلدی سے باہر تشریف لاتے اور جبریل امین کو اپنے ساتھ گھر لے جاتے اور اکثر یوں ہوتا کہ ان کے ساتھ دروازے پر کھڑے رہتے حتی کہ وحی اختتام پذیر ہو جاتی اور جبریل (گھر میں) داخل نہ ہوتے۔

ان کے گھر میں بے اجازت جبریل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر وشانِ اہل بیت

لطف از خودرفتگی یا رب نصیب
ہوں شہید جلوۂ رفتار ہم

شرح

یہ بے خودی کی لذت یارب ہم کو حاصل ہو کہ ہم ان کی رفتار وانداز کے نظارہ پر قربان ہو جائیں۔

رفتارِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

ما رایت احداً اسرع من رسول اللہ ﷺ کانما الارض تصری لہ انا نسجھدو انفسنا و انہ غیر بکثرت. (رواہ الترمذی شمائل مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۸)

میں نے رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا جب آپ چلتے یوں معلوم ہوتا کہ زمین لپٹی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اُٹھاتے لیکن آپ بآسانی بے تکلف چلتے باوجود اس کے آپ ہم سب کے آگے رہتے۔

طی الارض

اسے طی الارض پر محمول نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ رفتار آپ کی طبعی تھی جو تعلیم امت کے لئے آپ نے پاؤں مبارک پر چل دکھایا ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ جب حضور سرورِ عالم ﷺ زمین پر چلتے ہوں گے زمین کا ہر اگلا حصہ کود کر قدم بوسی کے لئے آجاتا ہوگا۔

معجزات

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہر ادا معجزہ ہے مثلاً اسی رفتار پاک کا حال ہے کہ آپ سے کبھی بھی کوئی تیز رفتار آگے نہ بڑھ سکتا ہے وہ اپنا کتنا ہی زور لگائے بلکہ بقول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام چلنے والے دوڑ کر ہی آپ کے ساتھ چل سکتے تھے ورنہ مشکل تھا۔

(۲) پتھر پر قدم کے نقش تو مشہور معجزات ہیں فقیر نے اسی شرح میں متعدد مقامات پہ لکھا ہے یہاں بھی تبرکاً عرض کردوں۔

(۱) امام بیہقی سے دلائل نے روایت کیا کہ آپ سخت پتھر پر چلتے تو پتھر پر آپ کے قدم مبارک کے نشان منقوش ہو جاتے اور پتھر نرم ہو جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ وحضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

انہ ﷺ کان اذا مشی علی الصخر غاصت قدماہ فیہ. (بیہقی، ابن عساکر، زرقانی جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

جب حضور ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے (یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے)

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

انه ﷺ کان فی بعض الاحیان اذا مشی غاص قدمه فی الحجارة بحیث بقی ذلک الی الان وارتسم فیها مثاله بعینه والناس تتبرک به وتزروه وتعظمه کمافی القدس ونقل منه فی مصر فی اماکن متعددة حتی قیل ان السلطان قاتبیائی اشتراه بعشرین الف دینار واوصی بجعله عندقبری وهو موجودالی الان. (زرقانی جلد۴صفحہ۱۹۷)

حضور ﷺ جب کبھی ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہوجاتے اوران میں بعینہ نشان قدم مبارک پڑ جاتا چنانچہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اورمصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں اور لوگ ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں یہاں تک کہ سلطان قاتبیائی نے بیس ہزار دینار سے ایک پتھر خریدا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسے میری قبر کے پاس نصب کیا جائے چنانچہ وہ اب تک وہاں موجود ہے۔

اس کا عکس ہمارے پاکستان کے کوئی عاشقِ رسول ﷺ پاکستان میں لے آئے اوراس کی فوٹو کاپیاں تیار کرکے عام تقسیم کیں۔

ان کے آگے دعویٰ ہستی رضا

کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

حل لغات

بکے جاتا ہے، مضارع از بکنا (بفتح الباء) بیہودہ بولنا۔

شرح

حبیب کبریا ﷺ کے سامنے ہستی کا دعویٰ کرکے بار بار ہم کہے جارہے ہو۔ اے رضا کیا فضول باتیں کررہے ہو ایسی درگاہ میں تو جنید و بایزید (رحمہما اللہ تعالیٰ) جیسے جلیل القدر اولیاء بھی نفس گم کئے بیٹھے ہیں ..... قطار و شمار میں۔ حبیب خدا ﷺ کے سامنے اپنی ہستی کا دعویٰ چھوڑ کر فنافی الرسول بن جا۔

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے اس بارگاہ کے حضور میں اپنی عاجزی کا اظہار یوں فرماتے ہیں

توں ھیں کیھڑی باغ دی مولی

کتی رل مویاں میں وانگ

یعنی تو کس باغ کی مولی یعنی کس شمار میں ہے تیرے جیسے یہاں کئی مر مٹے جن کا نام ونشان تک معلوم نہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

دریں ورطه کشتی فروشد هزار

که پیدا نشد تخته بر کنار

اس موج میں بے شمار کشتیاں غرق ہوئیں کہ جن کا ایک تختہ بھی کنارۂ دریا پر کبھی نظر نہ آیا۔

بہرحال یہاں ادب ضروری ہے

اپنی خودی کو مٹانا ضروری ہے

اس لئے کہ

نفس گم کرده می آید

جنید و بایزید اینجا

میں میں ھم ھم

حضورﷺ کو ایسے کلمات ناپسند تھے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے قرضہ کے بارے میں گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضورﷺ نے فرمایا کہ کون ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ میں فرمایا میں تو میں بھی ہوں گویا یہ کلمہ حضورﷺ کو ناپسند ہوا۔

لطیفہ

ایسی روایات سے مخالفین یعنی منکرین کمالاتِ مصطفیٰﷺ نے دعویٰ کیا ہے کہ حضورﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا یہاں تک کہ مناظروں میں اپنے دعویٰ مذکور پر یہ اور اس قسم کی روایات پیش کرتے ہیں۔

جواب

حضور اکرمﷺ کا ''مــــن ذا'' فرمایا یعنی یہ کون ہے حضورﷺ کے نفی علم غیب کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے ''کیف تــحــی الــموتــی'' کے جواب میں فرماتا ہے ''اولــم تـومـن'' کیا تم ایمان نہیں لائے تو مخالف یہاں بھی یہ کہہ دیتا کہ معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا کہ تم ایمان نہیں لائے۔ یادر ہے کہ ہر جگہ سوال کی علت بے حکمی نہیں ہوا کرتی بلکہ اس میں حکمت ہوا کرتی ہے وعلیٰ ہذا۔ احادیث میں بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ

فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے غرض یہاں تو حضور ﷺ کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے وہ اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔رسول اللہ ﷺ کو جواب کی تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ جب تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو میں نہ کہہ دیا کو صرف نام بتایا کرو کیونکہ لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے بلکہ کسی حد تک مضر ہے کیونکہ باہر سے بلانے والا تمہارا دشمن بھی ہوسکتا ہے اور ''النغمة تشبہ النغمة'' آواز آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے اور بار ہا ایسے واقعات مشاہدے میں آ چکے ہیں کہ دشمن دوست کی آواز سے مشابہ کر کے باہر بلا کر جان سے مار دیتا ہے۔اس لئے آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک امت کو سبق سکھایا کہ جب تک بلانے والے کے متعلق یقین نہ ہو کہ کون ہے باہر مت جاؤ۔

افسوس ہے مخالفین پر کہ حضور ﷺ تو امت کی خیر خواہی کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ ان کی توہین پر کمر بستہ ہو کر آپ کی لاعلمی ثابت کرر ہے ہیں۔اس وقت باہر سے بلانے والا حضور ﷺ کا کوئی اجنبی یا ناواقف نہ تھا بلکہ حضرت جابر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اکثر اوقات حاضر باش رہتے تھے کیا (معاذ اللہ) آپ کی حسِ ظاہری اتنا کمزور پڑ گئی تھی کہ حاضر باش صحابی کی آواز بھی بار بار عرض کرنے سے نہ پہچان سکے جبکہ ہم ایک جانی پہچانی شخصیت دوست وغیرہ کی آواز سننے سے فوراً پہچان جاتے ہیں کہ یہ کون ہے۔

بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ زبان پر لفظ انا (میں) لانا ناموزوں سمجھتے ہیں۔

حضرت حافظ فتح محمد صاحب جو ہمارے بہاولپور کے پڑوسی شہر جلالپور پیروالا ضلع ملتان حال لودھراں میں مقیم تھے آپ کے متعلق سید خورشید احمد گیلانی لکھتے ہیں کہ جلالپور والا میں ایک صوفی بزرگ حضرت حافظ فتح محمد ہوا کرتے تھے بڑے سیدھے سادے بھلے مانس میری تیری سے بے نیاز اور من و تو کے چکر سے آزاد دیہاتی مزاج کے درویش تھے ان کی یہ انفرادیت رہی کہ انہوں نے عمر بھر اپنی زبان سے کبھی ''میں'' کا لفظ نہ نکالا جب اپنے حوالے سے بات کرتے تو یوں نہ کہتے کہ میں نے کہا ہے، میں سمجھتا ہوں، میں گیا تھا، میں اُٹھا میں بیٹھا وغیرہ بلکہ یوں کہتے کہ فقیر نے کہا ہے، عاجز کی یہ رائے ہے، بندہ یہ سمجھتا ہے وغیرہ۔

ایک بار کسی تنگ مزاج یا خشک طبع مولوی صاحب کو جوش چڑھا اور اپنے حلقہ احباب سے کہا کہ میں آج حافظ صاحب کے منہ سے ''میں'' کا لفظ اُگلوا کر رہوں گا اور مولوی صاحب آپ کی خدمت میں آئے اور کہا یا حضرت! میرا ایک سوال ہے اس کا جواب کسی فلسفی، منطق اور ادب کی رو اور عالمانہ زبان میں نہیں بلکہ دیسی اور عام فہم زبان میں دینا

ہے۔

یک لفظی سوال ہے اور یک لفظی جواب ہونا چاہیے آپ نے فرمایا ارشاد، مولوی صاحب نے یہ پوچھا آپ یہ فرمایئے کہ ابلیس کو کس چیز نے راندۂ درگاہ بنایا، اسے کس نے برباد کیا۔

مولوی صاحب سوچ رہے تھے کہ اب حضرت کے پاس اس کے علاوہ کیا چارہ ہے کہ وہ کہیں کہ ابلیس کو اس کی ''میں'' مار گئی۔ سیدھا سادھا اور عام فہم جواب یہی ہوسکتا تھا حضرت حافظ خاموش ہوگئے اتنے میں مؤذن نے تکبیر کہی آپ نے فرمایا نماز پڑھ لیں فقیر بعد میں جواب عرض کردیگا۔

آپ نے امامت کرائی اور فرض پڑھنے کے بعد آپ مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ شیطان کے بارے میں سوال کرنے والا شخص کون تھا۔ صف میں موجود مولوی صاحب ایک جھٹکے سے آگے بڑے اور بولے قبلہ ''میں'' آپ نے فرمایا بس اسی چیز نے ابلیس کو برباد کیا تھا۔ یہ سن کر مولوی صاحب کے جذبات پر اوس پڑ گئی۔ (ضیائے حرم لاہور جنوری ۱۹۹۵)

نعت شریف ۲۹

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں

حل لغات

ایڑیاں، ایڑ، ایڑی کی جمع بمعنی اڈی۔ پاشنہ

شرح

محبوبِ کریم ﷺ کی ایڑیاں اقدس سورج و چاند سے بھی زیادہ نورانی ہیں اور عرشِ الٰہی کی آنکھوں کا تارا ہیں۔

اس میں اسی عقیدہ معروفہ کا اظہار ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ عرشِ معلّٰی پر تشریف لے گئے جن لوگوں کا عقیدہ اس کے برعکس ہے وہ جمہور کے خلاف ہے۔ جمہور کا مذہب وہی ہے جس کا امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے شعر مذکور میں اشارہ فرمایا ہے۔

ازالہ وھم

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ہر شعر میں مضامین کے دریا بہائے ہیں لیکن کوزہ بند۔ شعر ہذا میں جہاں جمہور کا مذہب بیان فرمایا ہے وہاں معراج کی اقسام بتمامہا بیان فرمائی ہیں۔ اس اجمال کو فقیر بجائے اپنی تحقیق کے حضرت غزالی زمان علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی ملتانی قدس سرہ النورانی سے تفصیل میں لاتا ہے تاکہ یقین ہو سکے کہ واقعی نبی پاک ﷺ کی نورانی ایڑیاں شمس و قمر سے روشن تر اور عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں۔

اسراء اور معراج کا فرق

اگرچہ عام استعمالات میں حضور ﷺ کے اس تمام مبارک سیر و عروج یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں اور لامکاں تک تشریف لے جانے کو معراج کہا جاتا ہے لیکن محدثین و مفسرین کی اصطلاح میں حضور ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا اسراء کہلاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو لفظِ اسراء سے تعبیر فرمایا ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف حضور ﷺ کا عروج فرمانا معراج کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے معراج اور عروج کے الفاظ احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں۔

اسراء ، معراج اور اعراج

حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی میں فرماتے ہیں جس کا اردو خلاصہ یہ ہے کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسراء ہے اور وہاں سے آسمانوں تک معراج ہے اور آسمانوں سے قاب قوسین تک اعراج ہے۔ (فوائد الفوائد جلد چہارم صفحہ ۳۰۸، معراج النبی صفحہ ۷)

اضافہ اُویسیہ غفرلہ'

اسراء، معراج، اعراج یہ سب کچھ بیداری میں روح مع الجسد الکریم سے ماننا فرض ہے اس کا منکر گمراہ بے دین ہے۔ ایسے ہی مسجد اقصیٰ تک کا انکار کفر اس لئے کہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے اس کے بعد عرش الی ماوراء الوراء کافر ہے نہ گمراہ اس لئے کہ اخبار احاد سے ثابت ہے۔ (نبراس وغیرہ)

معراجِ جسمانی کی دلیل

اللہ تعالیٰ نے عبدہٖ فرما کر اس حقیقت کو روشن سے روشن تر فرما دیا کہ معراج صرف روح کو نہیں ہوئی بلکہ روح مع الجسد کو ہوئی ہے کیونکہ قرآن و حدیث یا کلامِ عرب میں ایسا کوئی استعمال موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ کسی کی دنیاوی زندگی میں اسے عبد کہا گیا ہو اور لفظ عبد سے صرف روح مراد ہو بلکہ اس کے برعکس آپ قرآن و حدیث اور

محاوراتِ عرب میں یہی پائیں گے کہ جب بھی کسی کو اس کی حیاتِ ظاہری میں لفظ عبد سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس لفظ سے روح مع الجسد مرادلیا گیا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا . (سورۂ دخان، پارہ ۲۵، آیت ۲۳)

ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔

یہاں بھی لفظ عبد سے روح مع الجسد اور اسراء سے اسراء جسمانی مراد ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ٥ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ٥ (پارہ ۳۰، سورۂ العلق، آیت ۹، ۱۰)

کیا تو نے اسے دیکھا تو روکتا ہے عبد (مقدس محمد ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھے۔

دیکھئے یہاں بھی عبد سے جسم و روح کا مجموعہ مراد ہے۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ . (پارہ ۲۹، سورۂ الجن)

جب کھڑا ہوا اللہ کا عبد (مقدس حضرت محمد ﷺ) اس حال میں اللہ کو پکارتا یعنی اس کی عبادت کرتا تھا۔

اس آیت میں لفظ عبد سے جسم و روح دونوں مراد ہیں۔ وللہ الحمد

حضرت غزالی زماں قدس سرہ اسراء و معراج و عروج کے بعد معراج کے چند نکات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ خلاصۃ الکلام یہ کہ آیۃ کریمہ میں اسراء کا بیان مفصل ہے اور معراج کا ذکر مجمل اور مفصل مجمل کی دلیل ہے۔ آیۃ کریمہ میں حضور ﷺ کے اس تمام سفر مبارک کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اس کے تین مرحلے الگ الگ نظر آتے ہیں۔

پہلا مرحلہ مسجد حرام سے شروع ہو کر مسجد اقصیٰ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرے مرحلہ کا بیان "لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" میں وارد ہے اور تیسرے مرحلہ کا بیان "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" میں موجود ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور کریم ﷺ مسجد حرام سے چلے مسجد اقصیٰ پہنچے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر جلوہ گر ہوتے ہوئے عرشِ الٰہی تک تشریف لے گئے پھر عرشِ الٰہی سے "اِلٰی حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ" جہاں تک اللہ نے چاہا جلوہ افگن ہوئے اور زمان و مکاں بلکہ عالم امکان کی قیود سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوئے اور اپنے رب کا جمال اپنے سرِ اقدس کی آنکھوں سے بے حجاب دیکھا۔

"سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ" سے لے کر "الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ" اسریٰ کا تفصیلی بیان اور "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" میں اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص اس کا کلام سننے اور جمال دیکھنے کا بیان ہے۔

مراحلِ ثلاثہ میں باریک اور لطیف فرق

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک دنیائے جسمانیات اور عالم شہادت ہے اور مسجد اقصیٰ سے اوپر آسمانوں اور عرش کا عالم روحانی، نورانی اور مجرد لطیف کائنات ہے اس کے بعد فوق العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس ہے جس میں کسی کائن و مخلوق کا شائبہ تک متصور نہیں بلکہ زمان و مکان سے بالاتر۔ اللہ تعالیٰ کے جلوہ ہائے عظمت و جلال کے ظہور کا وہ عالم ہے جسے عالم کہنا بھی صرف مجاز ہے حقیقت میں وہ عالم و عالمیات سے کہیں اعلیٰ اور برتر و بالا ہے کیونکہ زمان و مکان کی حدود میں جمالِ الوہیت کا ظہور اتم مقید نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا تینوں مرحلوں سے تعلق

ان تینوں مرحلوں سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کا ربط اور تعلق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تین شانیں ہیں۔

(۱) بشریت جس کو عالم جسمانیات سے ربط ہے۔

(۲) ملکیت اور روحانیت جسے عالم انوار اور حقائق مجردت قدسیہ سے تعلق ہے۔

(۳) محمدیت یعنی حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور حسن و جمال کا مظہر اتم ہونا جسے بارگاہ قدس اور حضرتِ جمال الوہیت سے گہرا تعلق ہے۔

سفر معراج کے تینوں مرحلوں اور حضور نبی کریم ﷺ کی تینوں شانوں کا تعلق اور باہمی مناسبت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت کریمہ کی روشنی میں فلسفہ معراج آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معراج کا مقصد حضور سید عالم ﷺ کا اپنی شایانِ شان بلند اور اونچے مراتب پر پہنچنا ہے چونکہ حضور ﷺ کی یہ مذکورہ شانیں ایسی ہیں کہ تمام کمالاتِ محمدی ان ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہر کمالِ مصطفوی کا سرچشمہ یہی تین شانیں ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا اپنے عروج پر پہنچنا تکمیل معراج کے لئے ضروری ہوا۔ یہ امر واضح ہے کہ ہر چیز کا عروج اسی عالم میں متصور ہے جس عالم سے اس چیز کا تعلق پایا جاتا ہے۔ اس لئے بشریت کا معراج عالم بشریت میں ہوگا اور نورانیت و روحانیت کا معراج عالم ارواح و عالم انوار میں اور اسی طرح حقیقت محمدیہ یعنی مظہریت حق کا معراج بارگاہ حق تعالیٰ میں ہوگا۔

آیت کریمہ کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی معراج مبارک بالکل اسی شان سے واقع ہوئی۔ دیکھئے حضور ﷺ مسجد حرام سے چل کر مسجد اقصیٰ پہنچے جہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور ﷺ کی

اقتداء کی اور حضور ﷺ سب کے امام بنے۔ مسجد اقصیٰ عالم اجسام میں ہے اور اس میں حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ کو یہ عروج حاصل ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور ﷺ کی بشریت مقدسہ کے پیچھے اقتدا کی۔ بشریت مصطفویہ کا مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کا مقتداء ہونا حضور ﷺ کی بشریت کی معراج ہے۔ اس حیثیت سے کہ عالم بشریت میں انسانیت اور بشریت کا کمال رکھنے والے یعنی حضراتِ انبیاء علیہم السلام پیچھے ہیں اور حضور ﷺ کی بشریت آگے ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہٰی پہنچے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فرشتے بھی آگے نہیں جا سکتے۔ آسمانِ اول سے لے کر سدرہ تک تمام روحانی اور نورانی افراد یعنی ملائکہ کرام پیچھے رہ گئے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام بھی وہاں سے آگے تشریف نہ لے گئے اور حضور ﷺ کا سدرہ سے آگے تشریف لے جانا حضور ﷺ کی حقیقت ملکیہ اور آپ کی نورانیت و روحانیت کا چمکتا ہوا معراج تھا۔ اس حیثیت سے کہ عالم ملائکہ میں حضور ﷺ کی نورانیت و روحانیت دراصل حقیقت ملکیت کی معراج ہے۔

پھر آقائے نامدار ﷺ کا زمان و مکان کی قیود سے بلند و بالا ہو کر فوق العرش پہنچ کر بارگاہِ حق تعالیٰ جل مجدہ میں حاضر ہونا اور "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" کے مراتب عالیہ پر فائز ہونا اور سر اقدس کی آنکھوں سے بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا حضور ﷺ کی حقیقت محمدیہ اور صورتِ حقیہ کی معراج ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ عرشِ عظیم جو تجلیات حسن حقیقی کی بلندترین جلوہ گاہ ہے اسی طرح پیچھے رہ گیا جس طرح مسجد اقصیٰ میں کمال انسانیت رکھنے والے انبیاء علیہم السلام پیچھے رہ گئے تھے اور حضور ﷺ ان سے آگے تشریف لے گئے تھے بالکل اسی طرح حسن الوہیت کی بلندترین جلوہ عرشِ عظیم بھی پیچھے رہ گیا اور حضور ﷺ زمان و مکاں نیز تحت و فوق کو پیچھے چھوڑ کر ایسے عالم میں جسے عالم کہنا درحقیقت مجاز ہے اپنی حقیقت محمدیہ اور صورۃ حقیہ کے ساتھ اس عرشِ عظیم کی بلندی سے بلند ہو کر اس ذاتِ والا صفات کے ساتھ واصل ہوئے جس کے حسن ذات و صفات کا مظہر اتم تھے۔ اس کا کلام سنا اور اس کا جمال دیکھا نہ ان کی بات سننے اور انہیں دیکھنے والا رب کے سوا کوئی اور تھا نہ رب کا کلام سننے والا اور اسے دیکھنے والا آپ کے سوا کوئی دوسرا تھا۔ حضور ﷺ رب کے سمیع و بصیر تھے اور رب کریم حضور ﷺ کا سمیع و بصیر تھا۔

فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حوالہ تو اس سے قبل عرض کر چکا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسراء ہے اور وہاں سے آسمانوں تک معراج اور آسمانوں سے قاب قوسین تک اعراج ہے۔ یہ ملفوظ مبارک بھی فقیر کے بیان سابق پر بلا تاویل واضح اور روشن دلالت کر رہا ہے۔

دوسرے حوالہ کی فارسی عبارت کا اُردو خلاصہ حسب ذیل ہے کسی خادم نے عرض کیا حضور! لوگ کہتے ہیں قلب کو بھی معراج ہوئی ہوگی اور قالب کو بھی اور روح کو بھی ہر ایک کو کس طرح معراج ہوئی ہوگی! حضور خواجہ غریب نواز نے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا

تظن خیرا و لا تسئل عن الخیر. (فوائد الفواد جلد ۴ صفحہ ۲۰۸)

یعنی گمان خیر رکھ اور خیر کی بابت تحقیق نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین راز ہے جس کو مان لو اور اس کی ماہیت و کیفیت کے پیچھے نہ پڑو۔ اس مضمون سے بھی فقیر کے بیان پر اس طرح روشنی پڑتی ہے کہ قالب بشریت ہے۔ روح، ملکیت اور قلب مظہریت حق تینوں کو معراج ہوئی یہ اجمال ہے اس کی تفصیل وہ تھی جو فقیر وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بشریت، ملکیت اور مظہریت تینوں کو معراج کرائی۔

بشریت عام کی چیز ہے۔ اس کی معراج یہاں یعنی مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔ ملکیت و نورانیت عام سموت سے تعلق رکھتی ہے اس کی معراج آسمانوں پر ہوئی۔ مظہریت حقیہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہے اس لئے اس کی معراج فوق العرش لامکاں میں ہوئی جہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار حضور ﷺ کو ہوا۔ بشریت کی معراج ''اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا'' میں تفصیلاً مذکور ہے اور آسمانی معراج ''الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ'' اجمالاً مذکور ہے اور معراج فوق العرش قربِ ایزدی و دیدارِ الٰہی کا ذکر ''اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ'' میں ہے۔

معلوم ہوا کہ سفر معراج کے تین حصے صرف اس لئے ہیں کہ حضور ﷺ کی تین صفتیں ہیں ہر صفت کی معراج کا مستقل ذکر ہے۔ ہمارے اس بیان سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ حضور ﷺ کی بشریت کو جب معراج ہوئی تو اس وقت روح مبارک نہ تھی یا جس وقت حضور ﷺ کی حقیقت ملکیہ کی معراج آسمانوں پر ہوئی تو اس وقت جسمانیت مطہرہ ساتھ نہ تھی۔ اسی طرح جب حضور ﷺ کی مظہریت مطہرہ کو معراج ہوئی تھی تو روحِ اقدس یا جسم مبارک اس وقت موجود نہ تھا اس لئے کہ حضور ﷺ ان تمام مراحل میں جسم اقدس اور روح مبارک بھی تھی اور جب مسجد اقصیٰ سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے تو اس وقت بھی روحِ مبارک بدن اقدس میں جلوہ گر تھی البتہ یہ ضرور ہوا کہ اس عالم ناسوت میں حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ بالفعل تھی اور ملکیت مقدسہ بالقوۃ۔ جب حضور ﷺ جسم و روح اقدس کے ساتھ عالم ملائکہ میں پہنچے تو اس وقت حضور ﷺ کی بشریت بالقوۃ اور ملکیت بالفعل ہوگئی تھی اور جب حضور ﷺ مقام

''دَنَا فَتَدَلّٰی'' پرجلوہ گر ہوئے تو بشریت وملکیت دونوں بالقوۃ ہو گئیں اور کمالِ مظہریت قوت سے فعل کی طرف متوجہ ہو اس کی مثال یہ ہے کہ آدمی جب کسی پر غضبناک ہوتا ہے تو اس پر رحم کی صفت بھی موجود ہوتی ہے۔ بولنے کے وقت خاموش ہونے کی اور خاموشی کے وقت بولنے کی طاقت انسان میں موجود ہوتی ہے حرکت کے وقت سکون اور سکون کے وقت حرکت کی قوت انسان میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح بشریت کے معراج کے وقت حضورﷺ کی ملکیت ومظہریت موجود تھی اور حقیقت ملکیہ کے وقت بشریت اور مظہریت دونوں صفتیں بحال تھیں پھر حقیقت مظہریت کی معراج ہوئی تو بشریت اور ملکیت دونوں بدستور تھیں ان تینوں میں سے ہر ایک کی معراج کے وقت اسی حقیقت کا غلبہ تھا۔ مسجد اقصیٰ میں بشریت اور آسمانوں میں ملکیت و روحانیت اور عرش پر حقیقت مظہریت کو اللہ تعالیٰ نے غالب فرمادیا تھا۔ (معراج النبی محدث ملتانی صفحہ ۱۷ تا ۲۲)

تبصرہ اُویسی غفرلہ'

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حضورﷺ کی بشریت بھی نور ہے لیکن اس تقریر سے مزید محقق ہوا کہ عرش پر آپ کی بشریت پر حقیقت ملکیہ کا غلبہ تھا تو اس نورانیت کے آگے سورج وقمر کی کیا مجال جب کہ ملکوتی حضرات بھی پیچھے رہ گئے اور ایڑیاں عرش کی آنکھوں کے تارے بھی بجا جبکہ شانِ محبوبی عجب رنگ پر۔

جابجا پر تو فگن ہیں آسمان پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ واختر ایڑیاں

شرح

حبیب خداﷺ کی مقدس ایڑیاں تو آسمان پر پرتو فگن ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے دن کو یہ ایڑیاں پاک سورج ہیں تو رات کو چانداور ستارے ہیں۔

اس شعر میں شعر مذکور کی طرح آسمانوں پر تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے اس میں بھی بعض فرقوں کو اختلاف ہے تو انکار اختلاف غیر معتبر ہے اس لئے کہ ان کا قول جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔

اقوال الجمھور

جس میں جمہور علماءِ اہل سنت کا اجماع واتفاق ہے وہ یہی ہے کہ آپﷺ کا معراج حدودِ کائنات وجہات سے متجاوز تھا۔ حضور سرورِ کائناتﷺ معراج میں ہر فوق سے فوق، ہر عالی سے عالی ہوئے اس مبارک شب میں آپﷺ

کے ظاہر و باطن کی بلندیوں کے سامنے سب بلندیاں پستیوں میں بدل گئیں۔

(۱) مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں اسراء ومعراج دونوں کا وجود بیداری اور جسم کے ساتھ ہوا۔ تمام اصحاب اور تابعین اور اتباع کا اور ان کے بعد محدثین، فقہاء اور متکلمین کا اس بات پر اتفاق ہے نیز اس پر بہت احادیث صحیحہ اور اخبارِ صریحہ وارد ہیں۔

(۲) تفسیر نسفی میں ہے کہ اسراء ہجرت سے ایک سال قبل بیداری میں ہوا۔

(۳) حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۹ میں ہے کہ آپ ﷺ کو رات مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ کی مرضی تھی آپ تشریف لے گئے۔ یہ سب باتیں جسم کے ساتھ حالت بیداری میں ہوئیں۔

(۴) سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے

قال الشیخ وکان ھذا الاسراء بجسمه الشریف وکان بروحه ﷺ اویکون رؤیارا ھا کمایری النائم نی نومه نکره احد من قریش ولانازعة فیه وانما نکروا علیه کونه اعلمھم ان الاسراء بجسمه الشریف فی ....المواطن التی دخلھا کلھا. (جلد ۲ صفحہ ۳۵)

کہا شیخ اکبر نے اسراء آپ ﷺ کے جسم شریف کے ساتھ اگر اسراء خوب میں ہوتا کہ آپ نے اس طرح دیکھا ہوتا جس طرح سونے والا اپنے خواب میں دیکھتا ہے تو قریش سے کوئی بھی اس کا انکار نہ کرتا اور نہ کوئی اس میں آپ سے جھگڑتا۔ انہوں نے آپ ﷺ پر انکار محض اس لئے کیا کہ آپ نے ان کو بتایا کہ اسراء ان تمام جگہوں میں جہاں آپ تشریف لے گئے آپ کے جسم شریف کے ساتھ ہوا۔

(۵) علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۴ میں رقم فرمایا ہے لیکن بعض تھوڑے لوگوں نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کو اسراء اور معراج دونوں خواب میں ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ اسراء میں آپ مسجد اقصیٰ تک بحالت بیداری جسم کے ساتھ براق پر سوار ہو گئے پھر وہاں سے اوپر آسمانوں کا معراج آپ کی روح کو ہوا۔

سوال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

مافقد جسد محمد علیه السلام لیلة المعراج.

محمد ﷺ کا جسم شریف معراج کی رات (گھر سے) غائب نہیں ہوا۔

اورحضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ

كانت رؤيا صالحة.

وہ ایک اچھا خواب تھا۔

اور قرآنِ پاک میں ہے

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل،)

اور نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو ہم نے یارسول اللہ ﷺ آپ کو دکھایا مگر لوگوں کے لئے فتنہ۔

جوابات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کے کئی جواب ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا یہ مطلب نہیں جو مخالفین معراجِ جسمانی نے لیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسم شریف روح سے گم نہیں ہوا بلکہ تمام مواطن اور جگہوں میں روح کے ساتھ رہا۔ (شرح عقائد نسفی)

(۲) معراج کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول مذکور اگر ظاہر پر محمول ہو تو اس لئے نامعتبر ہے کہ اس وقت تک آپ ﷺ کے عقد نکاح میں نہیں آئی تھیں۔

(۳) نصوصِ صریحہ اور احادیث قویہ کے مقابل جن سے حضور ﷺ کا معراج ثابت ہے وہ قول قابل تسلیم نہیں اور نہ وہ حجت ہو سکتا ہے اور نہ وہ اس لائق ہے کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

جواب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا جواب یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کو معراج ہوئی اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان سے بہرہ ور نہیں تھے آپ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اس لئے ان کا قول بھی اس مسئلہ میں نہیں۔

جواب

قرآن پاک کی جس آیت سے مخالفین نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے تفسیر روح المعانی میں آیت مذکورہ کے متعلق لکھا ہے کہ رؤیا کے معنی بیداری میں آنکھ سے دیکھنے کے ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے

والرويا تكون بمعنى الروية في اليقظة وقال الواحدى انها روئية اليقظة ليلا.

واحدی نے جو امام لغت ہیں کہا کہ رویت کے معنی رات کو بیداری میں دیکھنا ہے۔

تو جب رویا میں بحالت بیداری آنکھ سے دیکھنے کا بھی احتمال ہے تو اس سے اس بات پر دلیل پکڑنا کہ حضور ﷺ کو خواب میں معراج ہوئی ممنوع ہے کہ علماء اصولیین کا قول ہے

اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال

جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

تفسیر مذکور میں مرقوم ہے

واحج الجمهور لذالک بانه لو كان منا ما ماتعجب منه قريش ولا استحالوه لان النائم قديرى نفسه في السماء ويذهب من المشرق الى المغرب ولا اسعالو نواحد.

جمہور نے اس پر اس طرح حجت پکڑی ہے کہ اگر وہ یعنی معراج خواب میں ہوتا تو قریش کو نہ اس سے تعجب ہوتا اور نہ وہ اس کو ناممکن کہتے اس لئے کہ سویا ہوا کبھی اپنے آپ کو آسمان میں دیکھتا ہے اور کبھی دیکھتا ہے کہ وہ مشرق سے مغرب کو جا رہا ہے تو اس کو کوئی بھی ناممکن نہیں کہتا۔

فائدہ

جب یہ ثابت ہے کہ واقعہ معراج کو سن کر کفارِ مکہ نے شور و غل مچایا اور اس کی تکذیب کی اور اس کو بعید از عقل وقیاس جانا اس لئے کہ مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کی طویل مسافت کا رات کے بعض حصہ میں طے کرنا اور طرفہ یہ کہ صبح صادق کے طلوع سے قبل وہاں سے واپس آ جانا ناممکن ہے تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا ظہور و وقوع خرقِ عادت کے طور پر بیداری میں حضور ﷺ کو پیش آیا اگر خواب ہوتا جیسا کہ بعض کا قول ہے تو قریش مکہ اس کو سن کر انکار نہ کرتے۔

کفار کا انکار

معراج کے بیداری میں جسم کے ساتھ ہونے پر برہانِ مبین ہے آیت میں "اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" پر شاہد عدل ہے اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز فتنہ بن سکتی ہے خواب میں فتنہ کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں جیسا کہ اوپر بتفصیل مذکور ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آیت مذکورہ واقعہ بدر یا عمرہ کے متعلق جو آپ نے خواب دیکھا تھا اس کا بیان ہے۔

فائدہ

حضور اکرم ﷺ کا معراج میں رب تعالیٰ کو دیکھنا اس بات میں بھی علماء کے مابین سخت اختلاف ہے اور یہ اختلاف سورۂ نجم میں ضمائر کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ بعض بلکہ اکثر مفسرین نے "دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى" میں ضمائر کا مرجع ہے۔ جبریل علیہ السلام کو بتایا ہے یعنی "دنو" اور "تدلی" اور قاب قوسین کا معاملہ حضور ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام کے درمیان ہوا جیسا کہ اس سے قبل سورۂ نجم کی تفسیر کے ضمن میں کچھ بیان ہوا۔

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

حل لغات

گردوں (بفتح کاف، فارسی مذکر آسمان) لاغر (عربی) دبلا، پتلا، کمزور۔

شرح

آسمان کے ستارے چونکہ بہت دور ہیں اسی لئے چھوٹے نظر آتے ہیں ورنہ یہ تو بہت بڑے ہیں۔ اسی طرح عرشِ بریں پر ایڑیاں اقدس نیچے سے دور والوں کو دبلی پتلی محسوس ہوتی ہیں ورنہ درحقیقت ان کی پہنائی اور لمبائی کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ پہنائی ولمبائی کے کلمات عظمت ورفعت کے پر دال ہیں۔

فائدہ

ان اشعار کی شرح شعر اول کے مطابق ہے۔

دب کے زیرِ پا نہ گنجائش سمانے کی رہی
بن گیا جلوہ کفِ پا کا اُبھر کر ایڑیاں

شرح

اس شعر میں ایڑی کا پاؤں کے پیچھے ہونے کی علت بتاتے ہیں کہ ایڑیوں کے ادب کا تقاضا تھا کہ پاؤں کے نیچے ہوتیں لیکن زیرِ پا جگہ نہ پا کر پاؤں کے پیچھے کی جلوہ گاہ بن گئیں گویا ان کے کفِ پا کے ادب کا نتیجہ ہے کہ اس مقام کا جلوہ حاصل کرلیا۔

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرادے وہ دنیا کا تاج
جن کی خاطر مرگئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ کے در کے بھکاری ایسے مستغنی ہیں کہ وہ شاہی تخت و تاج کو تھوکتے نہیں اگر انہیں پیش کا جاتے تو ٹھکرا دیتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے دنیا دار لوگ تاج و تخت کے لئے ایڑیاں رگڑتے مرگئے۔

اس شعر میں حضور ﷺ کی غلامی میں استغناء کا بیان ہے اور اس کی مثالیں قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں لیکن تبرکا ایک عرض کردوں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ سنجر بادشاہ نیمروز نے حضرت غوثِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس التجا بھیجی کہ آپ کی خدمت میں کچھ سلطنت کا پیش کرنا چاہتا ہوں قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ھوس ملك سنجرم
زانگه که یا فتم خبر از ملك نیم شب — من ملك نیمروز بیك جو نمی خرم

یعنی اگر تمہارے پاس ملک نیمروز ہے تو میرے پاس ملکِ نیم شب موجود ہے۔ (دعوت عبدیت حصہ چہارم وعظ ہفتم صفحہ ۱۴،۱۳ التذکیر حصہ سوم صفحہ ۱۰۴)

اس لئے کہ جب سے میں نے ملک نیم شب کی خبر پی ہے تو ملک نیم روز کو تو میں ایک جو سے بھی نہیں خریدونگا۔

تاریخ کے اوراق دہرانے پر اس قسم کے بیشمار واقعات پڑھ لیں۔

صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہانی

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آسودہ حال یہودی سردار اسحاق بن شمعون کے مقروض تھے جو بے انتہا ظالم اور سنگدل تھا اس نے کہا عمار اگر تم اسلام سے برگشتہ ہو جاؤ اس نئے مذہب کو چھوڑ دو تو تم کو اتنا مال و زر دوں گا کہ تم آسودہ حال ہو جاؤ گے اور اگر تم چاہو تو اپنی بھتیجی سارہ بنت عامر سے شادی بھی کردوں گا کیا تم میری درخواست کو منظور کرو گے؟

حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا سردار تمہارا خیال غلط ہے اگر تم سارا مال و زر بھی مجھے دینا چاہو تب بھی اسلام سے برگشتہ نہیں ہوسکتا اور اس مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اسلام ایک دین کامل ہے اور اس کی اولین تعلیم یہی ہے کہ حق پرستی

اختیار کرو، اللہ واحد یکتا بے نیاز ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ساری دنیا کا مالک ہے۔ ہر چیز اس نے پیدا کی ہے اور وہ ہی تمام آدمیوں کو رزق پہنچاتا ہے اس کے سوا کوئی معبود و رزاق نہیں۔ یہ ہمارا ایک مستحکم عقیدہ ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی ہم اس عقیدہ کو فراموش نہیں کر سکتے۔

ہمارے آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ بہترین انسان ہیں ان کی غریب نوازی کا یہ عالم کہ کبھی کوئی سائل ان کے در سے محروم نہیں جاتا۔ عفت و عصمت کی نسبت کبھی کسی مخالف نے بھی کوئی شبہ تک ظاہر نہیں کیا، زہد و تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ رات بھر نوافل میں گزار دیتے ہیں یہاں تک کہ پائے مبارک ورم کر آتے، انسانی ہمدردی کی یہ کیفیت کہ روزانہ فجر کے بعد غریبوں کی خدمت اور بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے، غریبوں کی دلنوازی اور بیواؤں کی خدمت ان کے معمولات میں شامل تھی۔ ان کے رونق افروز ہونے سے پہلے ہم تباہ کن گمراہی کی حالت میں تھے، ہماری اخلاقی حالت تباہ ہوگئی تھی، ہم اپنی سیاہ کاریوں پر فخر کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہماری اصلاح کی اور ہمارے اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دلائی۔ ہم ایسے آقائے نامدار اور محسن اعظم ﷺ سے کس طرح برگشتہ ہو سکتے ہیں؟

سردار! یاد رکھو ہم دنیا کے عظیم و جلیل سرمایہ کو ٹھکرا سکتے ہیں ہم تخت و تاج پر لعنت بھیج سکتے ہیں ہم دنیا کی بہترین راحتوں سے بیزار ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ اپنی جانیں بھی قربان کر سکتے ہیں لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی آقائے نامدار ﷺ کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔

سردار! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے سولی پر لٹکا دیا جائے اور مجھے خاک و خون میں تڑپایا جائے مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ حضور ﷺ کے پائے اقدس میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

دو قمر دو پنجہ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

شرح

دونوں پنجے آپ کے چاند سورج ایڑیاں دو ستارے اور انگلیوں کے ناخن پہلی رات کے دس چاند ہیں۔ آپ ﷺ کے تلوے پنجے ایڑیاں پائے مبارک پاکیزہ و نورانی ہیں جن کو جبریل علیہ السلام بوسہ دیتے ہیں۔ قدم بوس ہو کر شب معراج آپ کو بیدار کرتے ہیں۔

اس شعر میں پائے اقدس کی عظمت و رفعت کا ذکر حدیث معراج کے حوالہ سے فرمایا کہ معراج کی شب عرش پر

حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔

پابوسی و دست بوسی

اہل سنت میں بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے کی عادت ہے اور یہ عادت انہیں صحابہ کرام سے وراثت میں ملی ہے۔ چنانچہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے

فنقبل يدرسول الله ﷺ ورجله. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے۔

لیکن کمالاتِ نبوت وولایت کے منکرین اسے شرک کے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ فقیر چند روایات پیش کرتا ہے تو شرک کے مفتیوں کا فتویٰ ان کے منہ پر مارا جا سکے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کا اپنا عمل مبارک

الادب المفرد میں امام بخاری حدیث روایت فرماتے ہیں کہ جب حضور سرورعالم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فاخذت بيده وقبلته

آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اسے چوم لیتیں۔

پھر جب بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے گھر آتیں تو آپ

فاخذ بيدها وقبلها

آپ بی بی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے۔

فائدہ

چونکہ ہاتھ پاؤں چومنے کو نجدی وہابی شرک اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے سجدہ و تعظیم بغیر اللہ لازم آتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو حضور ﷺ کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ کے متعلق کیا جواب ہے۔

(۱) سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امین الامت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجراح، عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن رضوان (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

آپ تمام حضرات سے ہاتھ پاؤں چومنا ثابت ہے۔ بلکہ مندرجہ ذیل محدثین سے بھی۔

(۲) امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام مسلم، امام نووی، علامہ ابن حجر مکی، حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف، علامہ حلبی سفیان بن عینیہ، علامہ بدر الدین عینی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ حموی، علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی، علامہ ابن عابدین شامی، علامہ محمد امین الاربلی، علامہ ابن عقیل، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی، علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ہمارے اکابر اولیاء کا تو شمار ہی نہیں مثلاً حضور محبوبِ سبحانی غوثِ اعظم جیلانی، داتا گنج بخش علی ہجویری، شیخ احمد رفاعی، امام محمد غزالی، خواجہ حسن بصری، ابراہیم ادہم، امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی، شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، شیخ رکن الدین عالم ملتانی، شیخ حکیم سنائی، عبدالعزیز دباغ۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

احادیث صحیحہ صریحہ

(۱) مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷ میں ہے یہودیوں نے کچھ سوال کئے حضور ﷺ نے جواب صحیح عطا فرمایا تو یہودیوں نے سن کر "فتبلا ھدیه و رجلیه" انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے۔ یہ صحاح ستہ کی صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۸ میں بھی ہے۔

(۲) ایک اعرابی نے معجزہ طلب کیا آپ نے معجزہ دکھایا تو عرض کی

اذن لی اسجدلک.

اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔

آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

فائدہ

اسی طرح کی متعدد روایات و مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت" کا مطالعہ فرمائیے۔

شریعت مطہرہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ کی تعریف سجدہ کے وقت سات اعضاء کا زمین پر لگنا ہے جیسا کہ کتب احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ الباری نے صحیح بخاری میں "باب السجود علےٰ سبعة اعظم" کا باب باندھ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ

امر النبی ﷺ ان یسجد علےٰ سبعة اعضاء. (صحیح البخاری صفحہ ۹۴ مطبوعہ مصر طبرانی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۶)

نبی پاک ﷺ نے حکم فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر کیا جائے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ

انه سمع رسول الله ﷺ يقول سجدا لعبد سجد معه سبعة اداب وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه.

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب بندہ سجدہ کرے تو اس کے سات اعضاء چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔(منتخب الصحیحین کلام سید الکونین صفحہ ۲۰، ترمذی شریف مطبوعہ دہلی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ صفحہ ۸۰)

حضرت عبداللہ ابن عباس اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا

ان يسجد علےٰ سبعة اعظم. (مسانید امام اعظم جلد ۱ صفحہ ۳۹۶ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

کہ سجدہ سات اعضاء سے کریں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا

الانسان يسجد على سبعة اعظم جبهته ويديه وركبتيه وصدور قدميه فاذاسجداحدكم فليضع كل عضو موضعة.

کہ انسان جب سجدہ کرے سات اعضاء یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے اگلے حصوں کے ساتھ تو اس کو چاہے کہ ہر ہر عضو کو اپنی اپنی جگہ پر رکھے۔(جامع مسانید الاعظم جلد ۱ صفحہ ۴۸، طبرانی شریف ۲۶)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ درج فرماتے ہیں کہ

السجود على سبعة اعضاء اليدين والقدمين والركبتين والجبهة.(جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۳۷ مطبوعہ مصر)

سجدہ سات اعضاء دونوں ہاتھ دونوں پاؤں دونوں گھٹنوں اور پیشانی سے ہوتا ہے۔

عارف باللہ الشیخ محمد امین الکردی الاربلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

السجود علىٰ الاعضاء السبعة التى هى الجبهة والركبتان وباطن الكفين واطراف بطون اصابع القدمين وان يكون السجود على الاعضاء السبعة فى آن وحد.

سجدہ سات اعضاء جو کہ پیشانی، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کنارے لگانے سے ہوتا ہے اور

سجدہ سات اعضاء پر ایک ہی وقت میں ہونا چاہیے۔(تنویر القلوب فی معاملۃ علام الغیوب صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ مصر)

غیر مقلدین کے مستند عالم دین مولوی سلیمان صاحب منصور پوری بھی سجدہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(سجدہ) اصطلاح شریعت محمدیہ میں پیشانی اور ناک کو زمین پر لگانا اس طرح سے کہ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین سے لگی ہوئی ہوں، رانیں پیٹ سے الگ ہوں اور بازو پہلوؤں سے الگ اس طرح۔ اس اصطلاح کو اب حقیقت شرعیہ کہا جاتا ہے۔(والجمال والکمال صفحہ ۵۲ سطر ۹ تا ۱۱)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سجدہ میں زمین پر سات اعضاء لگیں تو سجدہ ہے وگرنہ سجدہ نہیں کیونکہ سجدہ کے لئے سات اعضاء کا لگنا ضروری ہے اگر چھ اعضاء لگیں تب بھی سجدہ نہیں خواہ انسان نماز میں ہی کیوں نہ ہو لہٰذا ہاتھ پاؤں چومنے کو سجدہ میں شمار کرنا کس قدر کم علمی اور جہالت ہے کہ اس میں تو سات اعضاء زمین پر نہیں لگتے۔

سجدہ میں نیت کا بھی دخل ہے ایک شخص یونہی سجدہ کی حالت میں ہے جبکہ اس کی نیت قیامِ رکوع اور سجود کی نہیں تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا ہرگز نہیں کیونکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے حضور اکرم ﷺ کا بھی ارشاد ہے

انما الاعمال باالنیات. (صحیح بخاری)

یعنی اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی اجسامکم و لا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم. (صحیح مسلم، الترغیب والترہیب للمنذری صفحہ ۲۴)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو ہی نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کی نیتوں کو دیکھتا ہے۔

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

حل لغات

ہائے (اردو) افسوس وتاسف وغیرہ کے لئے بولتے ہیں یہاں تمنائیہ ہے۔

شرح

کاش اپنے سینہ کو اسی مبارک پتھر سے مس کر کے اپنی قسمت جگائیں جس پتھر میں بلا تکلف مقدس ایڑیوں نے گھر

بنالیا یعنی وہ پتھر نرم ہو گیا اور ایڑیوں کے نشان نمایاں ہوئے۔

شرح

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جس پتھر پر قدم رکھتے تو وہ پتھر نرم ہو جاتا۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں

(ا) مسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکے میں سلام کیا کرتا تھا۔

فائدہ

بیہقی اور اکثر محدثین نے کہا ہے کہ وہ پتھر حجر اسود ہے اور بعض نے کہا کہ ایک اور پتھر ہے جو اب تک مکے میں موجود ہے اس کوچے میں جس کو زقاق المرفق کہتے ہیں اور اس میں حضور ﷺ کی کہنی شریف کا نشان ہے اور لوگ اس کی زیارت کیا کرتے ہیں۔ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ یہ بات مکے میں قدیم سے بزرگوں سے متوارث ہے لیکن افسوس کہ نجدیوں نے دوسرے تبرکات کی طرح اس مقدس پتھر کو بھی اڑا دیا اب نہ وہ گلی رہی اور نہ ہی وہ مبارک پتھر۔

فائدہ

حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے صلوٰۃ والسلام عرض کرنے والا (خصوصیت سے) اکثر محدثین کی رائے حجرا سود کے متعلق ہے۔ تفصیل و تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ''حجر اسود بھی غلامِ احمد ہے'' اور دوسری تصنیف ''التحریر العسجد فی تحقیق الحجر الاسود''

حجرہ (پتھر) کا ادب

یہ پتھر مبارک قدرتِ الٰہی سے بیت المقدس میں معلق ہے جب حضور سید عالم ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے وہ آپ کی تعظیم کے لئے جھکا فرشتوں نے اسے تھاما جب آپ نے اس پر قدم مبارک رکھا تو وہ نرم ہو گیا اور قدم مبارک کے نشان اس پر بن گئے جواب تک موجود ہیں اور لوگ اس کی تعظیم و توقیر کرتے اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ (سیرۃ حلبی و فتح الستعال)

پتھروں کا سلام

پتھروں کا سلام عرض کرنا تو عام تھا اس کی تفصیل اسی مضمون کے تحت گزری ہے۔ شاعر کہتا ہے

سلمت احجار واداذرات

یانبی اللہ قالت تنتھل

جنگل میں بہتی ندیوں کے پتھروں نے آپ کو دیکھ کر سلام کیا اور پکار پکار کر یا نبی اللہ کہنے لگے۔

مکہ میں ایک پتھر

مکہ معظّمہ میں ایک پتھر تھا جس پر نماز میں حضور ﷺ نے استراحت فرمائی

لان الحجر حتی بدا ذراعیہ وسا عدیہ. (دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

پتھر نرم ہو گیا اور اس پتھر پر حضور اکرم ﷺ کی مقدس کہنیاں اور بازو مبارک صاف نظر آئے۔

فائدہ

لوہے سے پتھر کا نرم ہو جانا بدرجہا قوی ہے اس لئے کہ لوہا پگھل سکتا ہے لیکن پتھر نہیں جب وہ پتھر کو نرم کر سکتے ہیں تو وہ لوہے کو بطریق اولیٰ نرم کر سکتے ہیں۔

معجزاتِ ایڑیاں

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ ایک مرتبہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ مقام ذی المجاز میں تھے یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں ہر سال منڈی لگتی تھی۔ حضرت ابو طالب کو پیاس لگی تو

قال للنبی ﷺ عطشت ولیس عندی ماء فنزل النبی ﷺ وضرب بقدمہ الارض فخرج الماء

فقال اشرب. (ابن سعد، ابن عساکر، شفاء شریف، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۷۰)

انہوں نے حضور ﷺ سے کہا اے بھتیجے میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا فرمایا اے چچا پانی پی لو۔

فائدہ

یہ قدم مبارک کا اثر تھا کہ زمین نے قدم مبارک کے اشارے کو سمجھ کر پانی کا چشمہ بہا دیا۔ ابو طالب کہتے ہیں میں نے سیر ہو کر پیا جب میں پی چکا تو آپ نے اسی جگہ پر (جہاں سے پانی نکل رہا تھا) اپنا مبارک قدم رکھ کر دبایا تو پانی بند ہو گیا۔

(۲) حضور اکرم ﷺ کے مبارک قدم وہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مع حضرت ابو بکر و عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وہ پہاڑ کانپنے لگا

فضربه النبی ﷺ برجله وقال اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شهیدان (بخاری)

حضور ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

فائدہ

یہی وہ اُحد پہاڑ ہے جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا

هذا جبل یحبنا و نحبه. (بخاری شریف)

یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوہِ ثُبیر پر کھڑے تھے میں بھی حاضر تھا کہ وہ لرزنے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر قدم مبارک مارا اور فرمایا ٹھہر جا چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔ (رواہ النسائی و ابوداؤد و ترمذی)

ازالہ وھم

منکرین کمالاتِ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ پتھر کا نرم ہو جانا بعید از عقل ہے ان کے وہم کا ازالہ میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

الفضیلة الشریفة لهذاالبیت مقام ابراهیم هو الحجر الذی وضع ابراهیم قدمه علیه فجعل الله ما تحت قدم ابراهیم علیه الصلوٰة و السلام من ذلک الحجر دون سائر اجزائه کالطین حتی غاص فیه قدم ابراهیم علیه الصلوٰة و السلام وهذا مما لایقدر علیه الا الله تعالیٰ ولا یظهره الاعلی الانبیاء ثم لما رفع ابراهیم علیه الصلوٰة و السلام قدمه عنه خلق فیه الصلابة الحجریة مرة اخریٰ ثم انه تعالیٰ ابقی ذلک الحجر علی سبیل الاستمرار و الدوام فهذه انواع من الایات العجیبه و المعجزات الباهرة اظهر ها الله تعالیٰ فی ذالک الحجر (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۸)

کعبہ معظّمہ کی ایک فضیلت مقامِ ابراہیم ہے اور یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیرِ قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پڑ

گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ ومعجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اُٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سی سختی پیدا کردی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لئے باقی رکھا ہے تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اثر قدمیه فی المقام اية بينة. (تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر)

ابراہیم (علیہ السلام) کے دونوں مبارک قدموں کا اس پتھر میں نشان ہوجانا یہ روشن نشانی ہے (جسے اللہ آیاتِ بینات میں فرمارہا ہے)

اور وہ پتھر ابھی تک مکہ معظّمہ میں مقامِ ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم میں موجود ہے پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہوجانا ایک حقیقت ہے جس کا انکار جہالت وگمراہی ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے حضور حاضر ہوکر عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میری یہ اونٹنی بہت سست اور کم رفتار ہے۔

فضربها برجله قال ابوهريرة والذى نفسى بيده لقد رايتها تسبق القائد. (مسلم شریف)

تو آپ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگائی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے بعد وہ ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو اپنے آگے نہ بڑھنے دیتی۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر جو بہت ہی سست اور کم رو تھا سوار ہوئے

فكان بعد لايجارىٰ. (بخاری ومسلم، شفاء شریف، خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۴)

تو اس کے بعد وہ ایسا تیز ہوگیا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ چل سکتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ ذات الرقاع میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا میرا اونٹ کمزور تھا وہ تھک کر بیٹھ گیا۔ حضور اکرم .... (کتاب کا صفحہ نمبر ۱۵٤ اور ۱۵۵ پرنٹ نہیں ہے خالی ہے)

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

حل لغات

روح القدس، جبریل علیہ السلام کا قلب۔ واللہ، بخدا، اللہ تعالیٰ کی قسم۔

شرح

آسمان کی مخلوق یعنی نوری فرشتے بھی حضور ﷺ کے امتی اور آپ کے غلام اور محکوم ہیں۔ ان تمام فرشتوں اور ملکوتیوں کے شہنشاہ حضرت جبریل امین بھی شب معراج قدم پاک مصطفیٰ ﷺ پر اپنی نوری پیشانی رکھ کر آپ کو بیدار کر رہے ہیں۔ اسی کو سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے ویسے غیر اللہ کا سجدہ تعظیم غیر مکلّف کو ممنوع نہیں لیکن یہاں تو سراسر تعظیم ہی تعظیم مراد ہے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی شانِ اعلیٰ کا کیا کہنا کہ دنیوی شہنشاہوں کی تو بات ہی کیا آسمانوں کے شہنشاہوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے نوری تاج آپ کے قدموں پر نچھاور اور سر رگڑنے کو باعث صد افتخار سمجھتے ہیں جیسے جبریل علیہ السلام کا حال سب کو معلوم ہے کہ شب معراج آپ کے قدموں کو بوسے دے کر بیدار کر رہے تھے۔

جبریل علیہ السلام کے بوسے

معراج کی رات جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر چشم نرگسی کے کھلنے کے منتظر رہے حکم پہنچا ”قبل قدمیہ“ یعنی جبرئیل میرے محبوب کے قدم چوم لو۔ جبرئیل امین نے اپنے کافوری ہونٹ قدم پاک نبوی پر رکھ دیئے اور کافور کی ٹھنڈک سے چشم دلنواز عجیب انداز سے کھلی۔ روح الامین کا اس طرح ادب ولحاظ سے بیدار کرنا وہ اعزاز واحترام ہے کہ کسی کو نہ ملا نہ کسی کو مل سکتا ہے۔

تفصیل واقعہ مکالمہ خلیل و جبرئیل

امام زرقانی نے فرمایا کہ

قال کنت نورا فی جسد ابراھیم و ذرۃ فی ظھرہ فلما عرضہ جبریل وھو فی المنجنیق فقال لہ یا خلیل الرحمن ھل لک من حاجۃ قال اما الیک فلا نعاد الیہ ثانیۃ ومعہ میکائیل فقال لا الیک ولا الیٰ میکائیل نعاد الیہ ثالثۃ فقال ھل لک من حاجۃ الی ربک قال یا اخی یا جبریل من شان الخلیل ان لا

یعارض خلیله قال النبی ﷺ فانطلقی الله ان قلت ان بعثنی الله نبیا و امطغانی برسالة لاجازین انی جبریل علیٰ فعله بابی ابراهیم فلما کان لیلة الاسرا بعدان بعثنی الله اتانی جبریل و کان السفیر بی الیٰ ربی الیٰ ان انتهیٰ الیٰ مقام ثم وقف عند ذالک فقلت یا جبریل فی مثل هذا المقام یترک الخل خلیله فقال ان تجاوزته احترقت بالنور فقال النبی ﷺ یا جبریل هل لک من حاجة الیٰ ربک فقال یا محمد ﷺ نی ان البسط جناحی علیٰ الصراط لامتک حتی یجوروا علیه (الزرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۲، روح البیان جلد ۵ صفحہ ۲۲۱)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بہت سارے علوم سکھائے گئے پس ان میں سے آنحضرت ﷺ نے مجھے سکھایا اس کے بعد علی المرتضیٰ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں بحیثیت نور کے تھا اور جب آپ منجنیق میں باندھے گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے خلیل کوئی حاجت ہے آپ نے فرمایا تیرے تک کوئی حاجت نہیں۔ پھر جبریل میکائیل کو ساتھ لے کر دوبارہ عرض کرنے آئے کہ اے خلیل کوئی حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ تک اور نہ میکائیل تک مجھے کوئی حاجت نہیں پھر تیسری بار جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے خلیل تجھے اپنے رب تک کوئی حاجت ہو تو کہو آپ نے فرمایا اے بھائی جبریل خلیل کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے دوست کے درمیان کسی کو نہیں ڈالتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اُس وقت اللہ نے مجھے گویائی عطا فرمائی میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے بحیثیت نبی کے مبعوث فرمائے گا اور مجھے اپنی رسالت کے لئے چنے گا تو میں ضرور جبریل کے اس فعل کی خبر دوں گا جو اُس نے میرے باپ ابراہیم کے ساتھ کیا ہے پس جب میری بعثت کے وقت معراج کی شب آئی تو جبریل میرے پاس آئے تا کہ میرے رب کی طرف لے مجھے لے جائیں پھر جبریل ایک مقام پر رک گئے حضور ﷺ نے فرمایا اس مقام پر کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ جبریل نے عرض کیا کہ میں آگے جاؤں تو انوارِ الٰہی سے میں جل جاؤں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے جبریل تجھے اپنے رب سے کوئی حاجت ہو تو مجھ سے کہو جبریل نے عرض کیا کہ آپ میرے متعلق اللہ تعالیٰ سے یہ اجازت مانگیں کہ میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں اور آپ کی امت ان سے گزرے۔

ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

حل لغات

ٹھوکر(ہندی ،مونث)پاؤں کی چوٹ۔ زلزلہ(عربی)مصدر رباعی بھونچال ، ہلچل ، وقار ،عربی مذکر قدرو منزلت،جاہ وجلال۔

شرح

پاؤں مبارک کی ایک ہی چوٹ سے اُحد پہاڑ کی ہلچل ختم ہوگئی۔سبحان اللہ کتنی ہی آپ کی مقدس ایڑیوں کوقدر ومنزلت اور جاہ وجلال حاصل ہے۔

حدیث

یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جسے امام بخاری وامام ترمذی وامام احمد وغیرہم نے روایت فرمایا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کوہ احد پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے وہ پہاڑ ہلا۔ آپ نے اسے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا تو ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

سوال

بعض روایات میں جبل حراء کا ذکر ہے

ان النبی ﷺ صعد حراء وابوبکر وعمر وعثمان فرجف بھم فقال اثبت حرأ فانما علیک نبی و صدیق وشھیدان

بیشک نبی کریم ﷺ جبل حراء پر چڑھے حضرت ابوبکر ،حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی آپ کے ہمراہ تھے پس پہاڑ نے ہلنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا حرا ساکن ہو کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

جواب

علامہ عینی شرح بخاری جلد ٦ صفحہ ۱۹۱ میں لکھتے ہیں کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقع ہیں اس لئے اعتراض نہیں ہوسکتا امام احمد رضا قدس سرہ چونکہ مدینہ پاک کے تصور میں مستغرق ہیں اسی لئے اپنے موضوع کے مطابق حرا شریف کے

بجائے احد پاک کا نام لیا۔

للناس ما يشعقون مذاهب

کوہ ثبیر

نسائی و ابوداؤدو دار قطنی نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کوہ ثبیر پر حضورﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے تھے کہ پہاڑ لرز نے لگا یہاں تک کہ پتھر نیچے گرنے لگے آپ نے اس پر قدم مبارک مارا اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

فائدہ

دو شہیدوں سے سیدنا فاروقِ اعظم اور خود سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔

انتباہ

ان روایات میں حضور سرورِ عالمﷺ کا علم غیب بھی ثابت ہوا جو لوگ کہتے ہیں کسی کو کیا علم کہ کل کیا ہوگا افسوس کہ وہ نا معلوم ان روایات سے کیوں آنکھ چراتے ہیں جس میں نبی پاکﷺ کے علم مافی الغد علم غیب کا ثبوت ہے۔

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آ گئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

حل لغات

چرخ (فارسی مذکر) پھرنے والا پہیہ، چاک چرخی، آسمان یہاں یہی مراد ہے۔ چاندی (مونث ہندی) ایک سفید قیمتی دھات کا نام، کامیابی مراد مندی، ٹکسال اسم مؤنث ہندی، روپیہ پیسہ بنانے کا کارخانہ، ٹکسال باہر بمعنی وہ روپیہ پیسہ جسے کارخانہ میں نہ بنایا گیا۔

شرح

شب معراج حضور اکرمﷺ کے آسمان پر تشریف لے جانے سے چاند کی روشنی مدھم پڑ گئی آپ کی ایڑیاں پہلے سے بھی چودھویں کے چاند کو ٹکسال فرما چکی ہیں یعنی چاند کو تو چودھویں شب کی روشنی رسول پاکﷺ کا عطیہ ہے۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

بفضل اللہ! نابینا نہیں ہوں کیسے دو نسبت
کف پائے حبیب حق کو روئے ماہِ کامل سے
سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نور علیٰ نور
کمشکوٰۃ ہے شان ان کی انہیں کیا واسطہ ظل سے

اے رضاؔ طوفانِ محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو میں کشتی امت کو لنگر ایڑیاں

حل لغات

طوفان (عربی مذکر) تباہ کرنے والا پانی، نہایت شدت کی ہوا، کہرام (تلاطم) (مصدر عربی) نہر پانی کے تھپیڑے جوش ولولہ۔ لنگر (فارسی مذکر) جہاز یا قافلہ کا ٹھہرنا، ناؤ یا جہاز ٹھہرانے کا رستہ یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

اے رضاؔ محشر کے طوفان کے تھپیڑوں سے نہ ڈر اس لئے کہ کشتی امت کے لئے ایڑیاں مبارک لنگر بننے کے لئے خوشی محسوس کر رہی ہیں وہ اس خوشی سے ہم سب کو محشر کی تمام تباہیوں سے محفوظ فرمالیں گی۔

شفاعت

شفاعت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں تبرکاً مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۱ میں سے ایک حدیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں گناہ گاروں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔

فائدہ

کیا شانِ شفاعت و رحمت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وجود باوجود اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ یہاں بھی ہماری یاری اور وہاں بھی غم خواری۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا حسن رضا بریلوی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہما کے برادرِ خورد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی ۔۔۔ کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا
خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی ۔۔۔ خدائے پاک خوشی اُن کی چاہتا ہوگا
کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہوں گے ۔۔۔ کوئی اسیر غم ان کو پکارتا ہوگا!
کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ! ۔۔۔ نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا
کسی کے پلہ پہ ہوں گے وقت وزنِ عمل ۔۔۔ کوئی اُمید سے منہ اُن کا تک رہا ہوگا
کوئی کہے گا دہائی ہے یارسول اللہ ۔۔۔ تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا
عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے ۔۔۔ خداگواہ یہی حال آپ کا ہوگا
کہیں گے اور نبی اذھبواالی غیری ۔۔۔ میرے کے لب پہ انا لھا ہوگا
دعائے امت بد کا ورد لب ہوگی ۔۔۔ خدا کے سامنے سر سجدہ میں جھکا ہوگا

کسی نے عربی اشعار میں طلب شفاعت کی ہے

عسیٰ انال غدا منک الشفاعة اذا ۔۔۔ قدالحم الناس لا ثدم بالعرق

میں اُمید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے بہرہ یاب ہونگے جب گناہوں کی وجہ سے لوگوں کا پسینہ منہ تک آجائے گا۔

وانت تستعی ولا ساق سوالسا لھم ۔۔۔ کاسا یطاف بماء بارد غرق

اس وقت آپ لوگوں کو ٹھنڈے پانی کا جام پلاتے ہوں گے جب آپ کے سوا کوئی ساقی نہیں ہوگا۔

ثم الصلوٰة صلوٰة لا الفضاء لھا ۔۔۔ علی النبی مع الاصحاب والرفق

اس کے بعد درود وسلام آپ پر نازل ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں آپ پر اور آپ کے اصحابِ رفقاء پر۔

واھل بیت رسول اللہ کلھم ۔۔۔ مالاح بدر الدجی والشمس فی الافق

اور رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت پر جب تک سورج چاند دنیا میں چمکتے ہوں گے۔

امت کی مغفرت

حضور سرورِ عالم ﷺ نے ایک بار بارگاہِ الٰہی میں امت عاصی کی مغفرت کی دعا مانگی۔ حکم ہوا کہ امت کی مغفرت تمہارے رات کے جاگنے پر موقوف ہے اگر آدھی امت کی مغفرت چاہو تو آدھی رات جاگو، چوتھائی کی چاہو چہارم رات

جاگو، تہائی کی چاہو تہائی رات جاگو اور اگر ساری امت کی بخشش چاہتے ہو تو ساری رات جاگو چونکہ اس نبی مکرم ﷺ کو ہم گنہگاروں کا رنج والم درد وغم میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہونا ناگوار تھا لہٰذا حضور اکرم ﷺ نے ہمارے چین و آرام کی وجہ سے اپنی جان پر یہ مشقت جانکاہ لی کہ تمام رات جاگتے اور نماز میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے مبارک ورم گئے اور پھٹ کر خون بہہ نکلا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضور علیہ ﷺ رات بھر کھڑے اس آیۃ کو پڑھتے رہے "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" حدیث میں ہے کہ ایک اور آپ نے یہ قول ابراہیم علیہ السلام کا "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" پھر یہ قول عیسیٰ علیہ السلام کا "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ" الخ پڑھا پھر کہا "اللھم امتی امتی" اور رونے لگے خطاب آیا "سنرضیک فی امتک ولا نسؤک" ہم تجھے تیری امت کے معاملہ میں راضی کردیں گے اور غمگین نہ کریں گے۔

نعت شریف ۲۰

عشق مولیٰ میں ہو خوں بار کنار دامن
یاخدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

حل لغات

خون بار، خون کے آنسو۔ کنار (فارسی مونث) بغل گود، چھاتی، جدائی علیحدگی۔ دامن (فارسی مذکر) دامن، پہاڑ کے نیچے کا میدان۔

شرح

میرے دامن کا کنارہ عشق محبوبِ خدا ﷺ میں خون آلود ہوا ے اللہ بالکل جلد ہی دامن کی بہار آئے یعنی دولت عشق سے خون کے آنسو بہانے کا موقعہ میسر ہو۔

اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور نبی پاک ﷺ کے عشق کی آرزو کی ہے۔

بہ چلی آنکھ بھی اشکوں کی طرح دامن پر
کہ نہیں تارِ نظر جز دوسہ تار دامن

حل لغات

اشکوں، اشک کی جمع بمعنی آنسو۔ تار (فارسی مذکر) تاگا، کسی دھات کا لمبا ڈورا، سلسلہ ریزہ، ٹکڑا۔

شرح

دامن محبوب ﷺ پر میری آنکھ آنسو کی طرح بہہ چلی اور ہماری نظر کا سلسلہ تو سوائے دامن مبارک کی دو تین تاروں کے سوا اور کچھ نہیں یعنی محبوبِ کریم ﷺ کے نظارہ دیکھنے والے اشکوں کے بجائے خود میری آنکھیں دامن تک پہنچ گئیں اور ہمارا مطمع نظر تو ہے ہی دامن محبوب ﷺ اس کے سوا ہمیں اور کیا دیکھنا ہے۔

منتھی عشاق

یہ مرتبہ منتہی عاشقانِ رسول ﷺ کا ہے کہ اس عالم دنیا میں حضور نبی پاک ﷺ کو بیداری میں دیکھتے اور باہم گفتگو ہوتے ہیں۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے ''تحفۃ الصلحاء'' ایک حوالہ ملاحظہ ہو

''ان الشیخ خلیفة بن موسی النهرملکی کان کثیر الرؤیة لرسول ﷺ یقظة ومناماً فکان یقال إن

أكثر أفعاله يتلقاه منه ﷺ يقظة و مناماً ورآه في ليلة واحدة سبع عشرة مرة قا له في إحداهن يا خليفة لا تضجر مني كثير من الأولياء مات بحسرة رؤيتي قال رجل للشيخ أبي العباس المرسي يا سيدي صافحني بكفك هذه فإنك لقيت رجالاً وبلاداً فقال ما صافحت بكفي هذه إلا رسول الله ﷺ وقال الشيخ لو حجب عني رسول الله ﷺ طرفة عين ما عددت نفسي من المسلمين الخ"(الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۳۴)

شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر بلکی رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں بکثرت زیارت کرنے والے تھے اوران کے خوابوں کا حساب نہ تھا وہ اکثر باتیں حضور ﷺ سے بیداری اور خواب میں پوچھ لیا کرتے تھے ایک شب میں تو انہوں نے سترہ بار زیارت کی ان میں سے ایک بار فرمایا اے خلیفہ اس پر فخر نہ کر میرے فراق میں بیشمار اولیاء مسرت سے مر گئے۔

کسی نے شیخ مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی اے شیخ اپنے ہاتھ مبارک سے میرا مصافحہ فرمایئے اس لئے کہ آپ بڑے لوگوں کو ملے بڑے شہر گھومے۔ شیخ نے فرمایا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور میرا حال یہ ہے کہ اگر ایک لمحہ میں حضور ﷺ کو نہ دیکھوں تو میں مسلمان نہ رہوں۔

اشک برساؤں چلے کوچہ جاناں سے نسیم
یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

حل لغات

اشک (فارسی) آنسو۔ نسیم (عربی، مونث) نرم اور بھینی بھینی ہوا۔ بخار (عربی مذکر) حرارت پت، جوش بھاپ یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

محبوبِ کریم ﷺ کے کوچہ کریم سے بھینی بھینی ہوا چلے اسی لئے میں آنسو بہارہا ہوں کہ اے خداوند کریم کہیں جلد ہی دامن اقدس سے کرم کی بھاپ نکلے اور ہم تک پہنچے اور ہم جاودانی زندگی پائیں کیونکہ جنہیں رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم نصیب ہوئی وہ دائمی زندگی پا گئے۔ سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیسا کرم ہوا کہ آپ قرن (یمن) میں اونٹ مزدوری پر چراتے تھے لیکن جونہی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے نوازے گئے تو عالم بطون کے غوث الاغواث ٹھہرے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ہرم بن حیان کی ملاقات

حضرت ہرم بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ایک ممتاز تابعی تھے لیکن ان کو حضرت اُویس کی زیارت اور ان سے فیض حاصل کرنے کا بڑا اشتیاق تھا چنانچہ وہ اسی غرض سے کوفہ گئے اور آپ کو تلاش کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے جانکلے۔ دوپہر کا وقت تھا دیکھا ایک شخص وضو کررہا ہے۔ حضرت ہرم بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت اُویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناواقف تھے۔ سر منڈا ہوا تھا، داڑھی گھنی تھی، بدن پر صوف کا ازار تھا اور صوف ہی کی ایک چادر تھی، چہرے سے وحشت نمایاں تھی انہوں نے قریب جا کر سلام کیا انہوں نے جواب میں کہا خدا تم کو زندہ رکھے۔ حضرت ہرم نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو انکار کردیا اور پھر فرمایا خدا تم کو زندہ رکھے۔ خاصانِ خدا کی باتیں کیسی ہوتی ہیں آیئے دل کے کانوں سے سنیں ہمارے لئے ان میں کتنی موعظتیں اور کتنی عبرتیں ہیں؟

حضرت ہرم بن حیان نے کہا اُویس تم پر خدا کی رحمت ہو اور وہ تمہاری مغفرت فرمائے تمہارا کیا حال ہے اتنا بڑا بزرگ اور اتنا شکستہ حال؟

حضرت ہرم بن حیان کو رونا آ گیا۔ حضرت اُویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگے۔ بولے ہرم بن حیان خدا تم پر رحم فرمائے میرے بھائی کیسے ہو؟ تم کو میرا پتہ کس نے بتادیا؟ کہا خدا نے۔ حضرت ہرم نے پوچھا آپ نے میرا اور باپ کا نام کیسے جان لیا میں نے تو آج سے پہلے آپ کو دیکھا تک نہ تھا۔

فرمایا خدائے علیم وخبیر نے بتایا جس وقت تمہارے نفس سے میرے نفس نے باتیں کیں اُسی وقت میری روح نے تمہیں پہچان لیا۔

حضرت ہرم بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درخواست کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث روایت کیجئے جس سن کر یاد کرلوں۔ فرمایا تو آپ ﷺ کے دیکھنے والوں سے سوال کیجئے آپ کی طرح مجھے بھی حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کی سامنے والا یہ دروازہ میرا ہے وہاں چلو مجھے اپنے نفس کے متعلق بہت سے کام ہیں فلہذا معذرت قبول فرمایئے۔

خاصانِ خدا کی منزلت کو خاصانِ خدا ہی پہچانتے ہیں۔ حضرت ہرم بن حیان نے کہا پھر قرآنِ کریم کی کچھ آیات ہی سنا دیجئے۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں مجھے آپ کی زبان سے کلامِ پاک سننے کا بڑا اشتیاق ہے میرے لئے دعا بھی کیجئے اور کچھ نصیحت بھی کیجئے جس کو میں یاد رکھوں۔ حضرت اُویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور جیسے ہی زبان

سے نکلا ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' کررو پڑے۔فرمایا ''میرے رب کاذکر بلند ہے اسی کا قول سب کے قول سے بلند ہے اس کی بات سب کی بات سے سچی ہے اسی کا کلام سب کے کلام سے زیادہ بہتر ہے''فرما کرسورۃ دخان کی یہ آیتیں تلاوت کیں

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ٥مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ٥اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ٥یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ٥اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ(پارہ ۲۵،سورۃ دخان،آیت ۳۸ تا ۴۲)

اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔ بیشک فیصلہ کا دن ان سب کی میعاد ہے۔جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی۔مگر جس پر اللہ رحم کرے بیشک وہی عزت والا مہربان ہے۔

پھر خاموش ہوگئے میں نے عرض کی کچھ نصیحت فرمایئے پھر فرمایا ہرم بن حیان ایک دن تم کو بھی جانا ہے۔

ابن حیان آدم علیہ السلام چلے گئے،ابن حیان نوح علیہ السلام چلے گئے،ابن حیان موسیٰ نجی اللہ چلے گئے،داؤد خلیفۃ الرحمٰن چلے گئے،ابن حیان ابوبکر خلیفۃ المسلمین الخ چلے گئے وغیرہ۔

دل شدوں کا یہ ہوا دامن اطہر پہ ہجوم
بیدل آباد ہوا نام دیارِ دامن

حل لغات

شدوں،عشاق۔ہجوم(عربی مذکر) کسی پر دفعۃً ٹوٹ پڑنا،بھیڑ بھاڑ۔انبوہ،ازدحام۔بیدل،بہادر،ناراض،مایوس لیکن یہاں عشاق مراد ہے۔

شرح

دامن اطہر پر عشاق کے دلوں کی بھیڑ بھاڑ اور ازدحام ہے اسی لئے آپ کے دامن کی دیار کا نام ہی عشاق (بیدل) آباد پڑ گیا ہے۔یہ مسئلہ مسلم ہے کہ عشاق کے قلوب بلکہ عاشق سارے کا سارا ہر وقت مدینہ میں ہے جیسا کہ ایک شاعر کا مصرعہ مشہور ہے

میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں

امام احمد رضا قدس سرہ بڑھ کر کچھ اور فرمایا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اسی لئے اتنا قلوب وارواح وہوش وحواس اور عقول وفہوم کے ہجوم پر حبیب خدا ﷺ کا دامن اقدس بیدل آباد قلوبِ عشاق کا بسیرہ نام نہ ہوتو اور کیا نام ہوسکتا ہے۔

ہر مومن کے ایمان کا کنکشن

عشاق کی تو بات انوکھی ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر مومن کے ایمان کا کنکشن مدینہ پاک میں ہے ہر ایک کو ہر وقت ایمان کا نور نصیب ہو رہا ہے اگر یہ عقیدہ نہیں تو پھر دولت ایمان سے محرومی ہے صرف لفظاً ایمان کا دعویٰ عبث اور فضول ہے بلکہ ہر نعمت کا تعلق مدینہ پاک سے ہے۔

حکایت

امام یوسف نبہانی قدس سرہ العزیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں کہ ایک صاحب کشف بزرگ نے لقمہ اُٹھایا تو انہیں ایک نورانی لکیر محسوس ہوئی جو بجانب مدینہ پھیلی ہوئی تھی اس نورانی لکیر کو غور سے دیکھا تو اس کا کنکشن حضور نبی پاک ﷺ سے متصل پایا۔ گویا آپ کا نور ایک پاور ہاؤس کی طرح ہے جس سے ہر چار سو نعمت کا نور آپ کے نور سے آ کر ملتا ہے اور یہی کیفیت نورِ ایمان کی ہے اسی بزرگ کے ایک مرید صادق علامہ احمد بن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی ایک بد بخت نے ہمارے شیخ کی تقریر سن کر کہا

لیس لی من سیدنا محمد ﷺ الا الهداية الى الايمان واما نور ايمانی من الله عزوجل لا من النبی ﷺ رايت ان قطعنا مابين نور ايمانک وبين نور ﷺ وابقينا لک الهداية التی ذکرت اترضیٰ بذلک فقال نعم رضيت قال رضی الله عنه فما ثم کلامه حی سجد للصليب وکفر بالله ورسوله ومات علے کفره.

رسول اللہ ﷺ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ایمان کی ہدایت دیتے ہیں باقی رہا ایمان کا نور وہ اللہ سے ہے نہ کہ نبی سے اسے کسی بزرگ نے فرمایا کیا تیرا خیال ہے میں تیرے نورِ ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے علیحدہ کر دوں اور صرف ہدایت باقی چھوڑ دوں جیسے تیرا عقیدہ ہے اس نے کہا کر سکتے ہیں کر دیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات ختم ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ صلیب کو سجدہ ریز تھا اللہ ورسول سے کفر کرنے لگا اور اسی پر مرا۔

انتباہ

ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی بھرمار ہے وہ توحید کے نشہ میں مخمور ہوکر برملا کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہدایت کا پیغام دے کر چلے گئے اب آپ کا امت کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں۔

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

مشک سا زلف شہ و نور فشاں روئے حضور

اللہ اللہ حلب حبیب و تتار دامن

حل لغات

مشک (فارسی مذکر) ایک خوشبو مادے کا نام، کستوری سا شبیہ ہے۔ اللہ اللہ (عربی) واہ واہ، تعجب اور تحسین کے لئے آتا ہے۔ حلب، بالوں کا سیاہ ہونا اور بالوں کی سیاہی۔

شرح

زلف مبارک مشک سے بھرپور اور روئے مبارک نور پھیلانے والا ہے۔ واہ کیا خوب ہے زلف مبارک کی سیاہی اور واہ کیا خوب ہے رحمت کا وسیع دامن۔

زلفِ عنبریں

سرورِ عالم ﷺ کی مبارک زلفوں سے خوشبو مہکتی تھی اس کی تفصیل بلکہ زلفانِ اقدس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن یہ وہ مشک ہے کہ اسے سونگھے جاؤ ہر آن نئی شان۔

چند تبرکات مزید

(۱) حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں

كان رسول الله ﷺ اذا مرفی طریق من طرق المدینة وجدوا منه رائحة الطین وقال مررسول الله ﷺ من هذا لطريق.

حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منور کی کسی گلی سے گزرتے تو لوگ اُس گلی سے خوشبو پاتے اور کہتے کہ اس گلی سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۸۰، خصائص کبریٰ صفحہ ٦٧)

فائدہ

اس عموم میں زلفوں کی خوشبو شامل ہے صراحۃً بھی مواہب لدنیہ کے حوالہ سے فقیر نے پہلے عرض کیا ہے زلفانِ عنبریں سے خوشبو مہکتی تھی۔آپ کی زلفوں مبارک کو تبرک کے طور پر محفوظ کر دیا گیا جس کی زیارت کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جایا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن مواہب سے ہے

قال دخلت علیٰ ام سلمة فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی ﷺ مخضوباً.

میں حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

فوائد

(۱) صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی عظمت کی اتنی قدر تھی کہ آپ کے متعلقات کو بطورِ تبرک اپنے پاس رکھتے تھے۔

(۲) آپ کے تبرکات کی زیارت کرتے کراتے جیسے ہم اہل سنت کو نصیب ہے۔

(۳) خضاب سے مہندی سرخ مراد ہے نہ کہ کالا خضاب کیونکہ گناہ کبیرہ ہے۔اس کی تفصیل امام اہل سنت،اعلیٰ حضرت،عظیم البرکت،سیدی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ ''حک العیب فی تسوید الشیب'' پڑھئے۔

حضور ﷺ کے موئے مبارک کی برکات

حضرت اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

لو وضع شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم او سوطه على قبر عاص لنجا ذالک العاصی ببرکات تلک الذخیرة من العذاب وان کان فی دار انسان او بلدة لا یحیب سکانها بلاء ببرکته وان لم یشعروا به. (روح البیان جلد۲صفحہ۹۳۲)

حضور اکرم ﷺ کا بال شریف یا عصا شریف پاک کا درہ شریف اگر کسی گنہگار کی قبر پر رکھ دیا جائے تو ان کی برکات سے وہ گنہگار عذاب سے نجات پا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی چیز کسی گھر یا شہر میں ہوگی تو اس کے رہنے والے اس کی برکت کے باعث ہر بلاء سے محفوظ رہیں گے اگر چہ انہیں اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ حضور ﷺ کی کوئی چیز ان کے گھر میں موجود ہے۔

تائید از حدیث حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید سیدنا خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ سے بھی ہوتی ہے۔

مواہب لدنیہ و دیگر کتب سیر میں ہے کہ

وکانت فی تلنسوۃ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعرات من شعرہٖ ﷺ نسقطت تلنسوۃ فی بعض حروبہ فشد علیھا شدۃ انکر علیہ اصحاب النبی ﷺ کثرۃ یقتل فیھا فقال لم افعلھا بسبب القلنسوۃ بل لھا تضمتہٖ من شعرہ ﷺ لئلا تسلب برکتھا وتقع فی ایدی المشرکین.

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ اس شدید و سخت حملے میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ ان موئے مبارک کے لئے تھا جو اس ٹوپی میں ہیں مبادا کہ اس کی برکت سے میرے ہاتھ سے نکل جائے اور کفار کے ہاتھ لگ جائے۔

تین موئے مبارک

مشہور بادشاہی جامع شاجہاں مسجد دہلی میں بھی ایک موئے مبارک مختلف بزرگوں سے ہوکر یہاں پہنچا ہے اور ساتھ ہی حضرت شافع روزِ جزا ﷺ کی دستار مبارک اور نعلین مبارک بھی زیارت گاہ عام و خاص ہیں۔

حضرت رحمۃ العالمین کے دوسرے موئے مبارک پاکستان کے صوبہ سندھ ضلع ٹھٹھہ کے تعلقہ شاہ بندر، شہر شاہ بندی کے قدیم شہر شاہ اور بندرگاہ جو عباسی خاندان کے فرمانروا غلام شاہ کلہوڑد نے ۱۷۷۲ء میں تعمیر کروایا تھا (جو ۱۸۱۹ء میں زلزلے اور طوفان کی وجہ سے تباہ ہوگیا) اب بھی محفوظ ہے جس کی زیارتِ مشرفہ ہر سال دسویں ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر کرائی جاتی ہے۔

مقامی روایات اور بعض تواریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ موئے مبارک کے ساتھ آنے والا بزرگ حضرت محمد ابراہیم (عرف میاں غوث) البغوی والحموی ثم الدیرائی جو غالباً آٹھویں صدی ہجری کو سندھ میں وارد ہوئے تھے اور سندھ کے مختلف شہروں میں سے ہوکر ''ککرالہ'' کے علاقہ میں وارد ہوئے اور یہ بزرگ آج جس جگہ مدفون ہے وہ ''شاہ بندر'' کہلاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام شاہ کلہوڑد عباسی کے آنے سے قبل بھی یہ علاقہ آباد تھا اور شاید یہ بزرگ غلام شاہ کلہوڑا سے بھی پہلے اس علاقہ میں رہائش پذیر تھے۔

جب اس بزرگ کی وفات ہوئی چند برس گزرے کہ یہ علاقہ تباہی کا شکار ہوگیا جس کی وجہ سے بزرگ کے لواحقین اورنگا بندر کے دارالخلافہ ''دیرو'' شہر میں رہائش اختیار کی۔

ایک روایت کے مطابق یہ موئے مبارک مذکورہ بزرگ کے سسر کی طرف سے اپنی دختر (یعنی بزرگ کی بی بی) کو جہیز میں دیا تھا اس خاندان کے بزرگ عالم قاضی القضات سید مصطفیٰ حموی بغوی وسیرائی کی کتابت سے پتہ چلتا ہے کہ ۹۹۵ھ تک یہ خاندان "دیرو" میں رہے اور جب اورنگزیب عالمگیر نے اورنگا بندر ۱۰۶۲ھ میں تعمیر کرایا تو اس وقت میں بھی یہ خاندان وہیں تھا اس کے بعد جب غلام شاہ کلہوڑ دنے شاہ بندر (شاگرڈھ) تعمیر کرایا تو وہاں منتقل ہوگئے اور مستقل طور پر وہیں کے ہوکر رہ گئے یہ خاندان اب بھی یہاں رہائش پذیر ہے۔

موئے مبارک کے ساتھ بزرگ اولیاء کے کچھ تبرکات بھی ہیں جس میں بزرگ کی ٹوپی مبارک اور کمر بند، رومال شریف اور مسواک شریف بھی ہے۔ اس سال بھی حسب دستور زیارت کرائی گئی اور دس ہزار فرزندانِ توحید نے زیارت کی اور انتظام شہر چوہڑ جمالی کے نوجوانوں کی طرف سے قائم کردہ شاہ بندر ادبی سوسائٹی کی طرف سے کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کا تیسرا موئے مبارک سندھ کے قدیم شہر رہڑی شریف میں محفوظ ہے جس کی زیارت سال بھر کرائی جاتی ہے۔

تجھ سے اے گل میں ستم دیدۂ دشت حرمان
خلش دل کی کہوں یا غم خارِ دامن

حل لغات

حرمان ،محروم رہنا، کچھ نہ ملنا، ناامیدی۔ خلش ،زخم کرنا ، جہاں پر زخم ہو وہاں تک کوئی چیز چھانا ، دل میں جو تکلیف پہنچتی رہی یہاں یہی مراد ہے۔

شرح

اے محبوب پیارے ﷺ میں تو محرومی کے جنگل کا ستمدیدہ ہوں اب آپ کو دل کی خلش عرض کروں یا دامن کے خار کا غم ظاہر کروں لیکن میرے ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے آپ تو میرے حال کو خوب جانتے ہیں پھر خود ہی فضل و کرم فرما کر دردِ دل کا علاج فرمائیے۔

عکس افگن ہے ہلال لب شہ حبیب نہیں
مہر عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

حل لغات

عکس، الٹا، ضد سایہ، تصویر، پرچھائیں۔شعاعیں، شعاع کی جمع، چمک و سورج کی کرن ۔تار، ڈورا، سوت بنانا پہلا معنی مراد ہے۔

خلاصہ

حبیب خدا ﷺ کے لب مبارک کا ہلال پرتو ڈالنے والا ہے نہیں نہیں چہرۂ اقدس کی دونوں جانبوں کی چمکیں ہیں یہ نور دامن کے ڈورے کا نہیں۔

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر
اے ادب گرد نظر ہو نہ غبارِ دامن

شرح

آنسو کہتے ہیں کہ عاشق کی آنکھیں اشکوں سے دھو کر حاضری دیں لیکن خبردار ادب مدنظر ہو دیکھنا تمہارے آنسو گرد وغبار آلود ہیں محبوب ﷺ کے دامن پر گرنے نہ پائیں اس طرح سے کہیں دامن کی بے ادبی نہ ہو جائے۔
اس شعر میں ادبِ محبوب ﷺ کی نزاکت کا بیان ہے یہاں تک عشاق کے نزدیک ادب کا مرتبہ امر سے بڑھ کر اگرچہ مشہور ہے ''الامرفوق الادب'' لیکن عشاق کہتے ہیں ''الادب فوق الامر''

تطبیق

میں کہتا ہوں دونوں قول حق ہیں پہلا مرتبہ مبتدیوں کا دوسرا منتہیوں اور عاشقان باصفا کا۔

الادب فوق الامر

فقیر اُویسی غفرلہ نے محبوبانِ خدا کے ادب وتعظیم پر متعدد رسائل و کتابیں لکھی ہیں ۔اسلام کا قاعدہ ہے ''الاسلام کلہ ادب'' اس قاعدہ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے پسندیدہ اعمال و آداب سب سے زیادہ وہی جانتے ہیں جنھوں نے اپنی عمریں حبیب پاک ﷺ کی بارگاہ میں گزاریں اور بلاواسطہ تعلیم وتربیت پائی، جامِ محبت کو آنکھوں سے پی کر دل کو سیراب کیا، حضرت جبریل امین سے حاضری سیکھی اور منتظر نگاہِ یار بن کر منزلِ عشق کے نجوم ومقتدیٰ بنے۔

ان کے دل میں شوقِ اقتداء وپیروئ نبی کا وہ شباب تھا کہ آپ کے ایک ایک فرمان پر جان وسر کی بازی لگا دیتے تھے۔

دلائل

(۱) صلح حدیبیہ میں جب کفار نے جملہ "محمد رسول اللہ ﷺ" پر اعتراض کیا اور حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ صلح نامہ سے اس جملہ کو مٹا دے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی

واللہ لا امحوک ابداً (مشکوٰۃ)

اللہ کی قسم میں آپ کا نامِ پاک کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا اور ساتھ ہی یہ غیبی انکشاف فرمایا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن تیرے ساتھ بھی ایسا ہوگا چنانچہ غزوۂ صفین میں ایسے ہی ہوا جیسے حضور ﷺ نے فرمایا۔

فائدہ

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

هذا الذی فعله علی رضی الله عنه من باب الادب المستحب

یعنی یہ جو علی نے کیا از راہِ ادب تھا اور یہ مستحب تھا۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عین نماز میں یہ جان کر کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں باوجود آپ کے منع فرمانے کے پیچھے ہٹنا بھی عین ادب تھا چنانچہ حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابو قحافہ کے بیٹے کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان رسول کے آگے نماز پڑھے۔ (بخاری)

فائدہ

اگر کسی امر کے متعلق یہ سمجھتے کہ کہ حضور پاک ﷺ کی رضا اسی میں ہے تو اگرچہ بظاہر موافق ادب نہ معلوم ہوتا کر لیتے تھے کہ اب حقیقت میں یہی ادب ہے تو ان کے ہر عمل میں ادب ہی ادب تھا۔

(۳) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کئی کام محض محبت کی بناء پر کر لیتے تھے اور حضور پُر نور ﷺ اس کو برقرار رکھتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف میں عبدالرحمان بن ابی قراد سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن وضو فرمایا آپ کے صحابہ نے اس متبرک پانی سے مسح کرنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

مایحملکم علیٰ هذا

تمہیں اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا

قالوا حب اللہ ورسولہ

صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کا باعث وسبب خدا اور رسول ﷺ کی محبت ہے۔

فائدہ

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے اس مبارک عمل کی تائید فرمائی اور منع ہرگز نہ فرمایا جس سے واضح ہوا کہ ادب امر کا محتاج نہیں۔یادرہے کہ ادب عشق سے پیدا ہوتا ہے جسے عشق نہ ہو بے ادب ہی ہوگا۔

(۴) شفاء شریف میں حضرت محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ مذکور ہے انہوں نے مسِ حبیب علیہ السلام کی وجہ سے اپنے پیشانی کے بال لمبے چھوڑے جس کے تحت نسیم الریاض میں ہے

وبھذازالت اکراھۃ وان قیل بھا فی غیرہ

ادب کے بسبب کراہت زائل ہوگئی اگر چہ اس کے غیر کے حق میں کراہت بدستور ہوگی یعنی اس کے علاوہ عام لمبے بال رکھنا مکروہ ہوگا۔

انتباہ

حضور ﷺ صغائرو کبائر تمام گناہوں سے پاک ومنزہ ہیں اس لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے مستعمل پانی کو تبرک بنا کر استعمال کیا۔صحابہ کرام کے ادب واعتقاد کا عجیب عالم تھا کہ جس پانی نے محبوبِ معظم ﷺ کے اعضاء مبارک کو مس کیا اُسے باعث برکت سمجھ کر استعمال کررہے ہیں بلکہ کتب احادیث میں یہاں تک مذکور ہے کہ اس پاک پانی کو بڑی کوشش سے حاصل کرتے اور اپنے بدن پر لگاتے تھے اور جسے نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھوں کی تری لے کر استعمال کرتا ان کی پاک نظروں میں حضور اکرم ﷺ نور تھے۔

(۵) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن نماز کے لئے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ سے پہلے حضور ﷺ کچھ نماز پڑھ چکے تھے تو باقی ماندہ میں حضرت معاذ مقتدی بن گئے پھر جب حضور ﷺ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو حضرت معاذ نے باقی نماز کو پورا کرلیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ماحملک علیٰ ما صنعت یا معاذ

اے معاذ تجھے اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا۔

تو عرض کی

وجدتک علیٰ حال فکر ھت ان اخالفک

میں نے آپ کو ایک حال پر پایا تو میں نے اچھا نہ سمجھا کہ آپ کی مخالفت کروں۔

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ معاذ نے تمہارے لئے سنت حسنہ جاری کر دی ہے۔

فاستنوا بھا

تم سب اس کی اقتدا کرو

یعنی اگر کسی سے کچھ نماز فوت ہو جائے تو ایسا ہی کرے جیسا کہ حضرت معاذ نے کیا۔ (المبسوط جلد ۲ صفحہ ۳۵)

فائدہ

دین میں سنت حسنہ کا اجراء قابل اتباع و موجب ثواب ہوتا ہے۔ اہل محبت کا کسی امر کو مکروہ و نامناسب جان کر چھوڑنا اور اسی طرح کسی چیز کو پیارا سمجھ کر کرنا اس کے حسن و جواز کی دلیل ہے۔ حضرت معاذ کے دل میں یہ خیال ہوا کہ محبوب کی عدم اقتدا مناسب نہیں نبی کریم ﷺ نے اسے سنت حسنہ فرمایا۔

(۶) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس ایک برتن تھا جس سے پی رہے تھے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ماشانک

کیا ارادہ ہے

عرض کیا بیشک میں نے اس چیز کو پیارا سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے خون شریف سے کچھ میرے پیٹ میں ہو۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت ہے فرمایا نبی کریم ﷺ کو قریش کے ایک غلام نے سنگھیاں لگائیں جب فارغ ہوا تو خون شریف کو لے کر پی گیا پھر متوجہ ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے اس چہرے کو دیکھ کر فرمایا

ویحک ما صنعت بالدم

تجھے افسوس خون کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

عرض کی

یارسول اللہ نفست علی دمک ان اھریقہ فی الارض فھو فی بطنی

میں نے آپ کے خونِ پاک کو زمین میں پلٹنے کے بجائے پی لیا اب وہ میرے پیٹ میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اذھب فقداحرزت نفسک من النار

جا تو نے اپنے نفس کو آگ سے ضرور آزاد کرلیا۔

(۸) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے سنگھیاں لگوائیں تو میرے لڑکے کو اپنا خون پاک دیا تو اس نے پی لیا آپ کے پاس جبریل امین آئے اور اس خون پینے کی خبر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ماصنعت

کیا کیا تو نے

عرض کی

کرھت عن اصب دمک

میں نے آپ کے خونِ پاک کو پلٹنا پسند نہیں کیا

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

لاتمسک النار

تجھے آگ مس نہیں کرے گی

حضور اکرم ﷺ کا خونِ مبارک پاک ہے جس کے پیٹ میں یہ مبارک خون داخل ہوا اس پر نارِ جہنم حرام ہوگئی تو جس کے دل میں حب حبیب ﷺ جلوہ افروز ہے وہ کیوں نہ نارِ جہنم سے آزاد ہوں گے۔ مرضوں کا علاج مسنون، دفع ضرر کا ذریعہ محبوبِ خدا ﷺ اور آپ سے متعلقہ چیزوں کے بارے میں جو بات ناپسند ہوا سے چھوڑ دینا اور جو پسند و پیاری لگے کرلینا نہایت ہی اچھا ہے۔ دیکھئے خونِ پاک کو زمین پر لٹنا ناپسند سمجھ کر ترک کردیا حالانکہ حضور اکرم ﷺ کے کلامِ پاک سے بظاہر پلٹنا ہی مفہوم ہے اور پینا پسند و پیارا لگا پی لیا اور نبی کریم ﷺ نے منع نہ فرمایا بلکہ بشارت سے سرفراز فرمادیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کی ترجیح ادبِ محبوبِ پاک ﷺ کو محبوب و پسند تھی بلکہ جنابِ رسولِ کریم ﷺ کے کلامِ پاک سے اس (ترجیح ادب) کا اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہونا ثابت ہے۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کے فوت ہونے پر جو حضور اکرم ﷺ نے ردِ الشمس کی دعا مانگی اس میں یہ کلمات بھی ہیں

انہ کان فی طاعتک و اطاعت رسولک

اے اللہ بیشک حضرت علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ ایسا ادب امر کے خلاف ہوا تو بھی اطاعت الٰہی بن گیا اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔

عشق پر امر کا غلبہ

سچے عشق کی علامت یہی ہے کہ امر محبوب کو عشق پر غالب بنائے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جانوروں کو حضور اکرم ﷺ کا سجدہ کرتے دیکھ کر سجدے کی تمنا کی تو آپ نے روک دیا اسی طرح عشق کا تقاضا ہے کہ کعبہ معظّمہ کی طرح حضور ﷺ کی جانب سجدہ ہو لیکن حضور اکرم ﷺ کا حکم مانع ہوا تو اب اس کے خلاف ہوگا تو کفر۔ ثابت ہوا کہ عشق پر امر غالب ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خلوص کا نتیجہ تھا کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران دیکھنے والی آنکھوں کا یہ فیصلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دوستی کے لئے صدیق اکبر کا انتخاب کیا ہے۔ کوئی بات حضور اکرم ﷺ اس جلیل القدر صحابی کی موجودگی کے بغیر ملے نہ فرماتے تھے۔ عہد نبوت میں جتنے غزوات ہوئے ہیں آپ ان سب میں شریک تھے بلکہ غزوۂ بدر میں تو اس عریش (چھپر کا اسارہ) کی پاسبانی بھی آپ ہی فرما رہے تھے جس میں حضور اکرم ﷺ رونق افروز تھے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بیان ہے کہ پاسبانی کی یہ خدمت بڑے حوصلہ کا کام تھا۔

جان کا نذرانہ

شب ہجرت سانپ نے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان لے لی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جان کا نذرانہ دے چکے یہ علیحدہ بات ہے کہ جان بخشنے والے نے بھی جان بخش دی۔

غزوۂ احد میں جانوں کے نذرانے

غزوۂ احد کی تفصیل پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس طرح اپنے آقا کریم ﷺ کے حضور میں جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ شہادت

غزوۂ احد کے بعد حضور نبی پاک ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو حضرت سعد بن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت سعد کو مقتولین میں زخمی پایا (ان پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے) ان میں فقط رمق حیات باقی تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں کہ تم زندوں میں ہو یا مُردوں میں۔ حضرت سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا میں مُردوں میں ہوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ سعد بن ربیع آپ سے گزارش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزاء دے جو اس نے کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میرا پہنچانا اور ان سے کہنا کہ اگر کوئی (دشمن) تمہارے پیغمبر تک (بارادۂ قتل) پہنچ جائے اور تم میں سے ایک بھی زندہ ہو تو خدا کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا۔ حضرت سعد یہ کہہ کر واصل بحق ہوگئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور کی خدمت میں صورتِ حال عرض کر دی۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے حیات و موت میں خدا اور رسول کی خیر خواہی کی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم وبیش شہید ہوئے۔

اے رضؔا آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوۂ حبیب گل آئے نہ بہارِ دامن

شرح

اے رضؔا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تو وہ بلبل (عاشق) ہے کہ جس کی نظر میں نہ تو بہترین گلاب کا جلوہ سمائے اور نہ بہار کا دامن صرف محبوبِ مدنی ﷺ کے جلوے ہی جلوے تصور میں ہیں کیونکہ حبیب خدا ﷺ کے آگے یہ گلاب اور بہار کیا شے ہیں۔

تحقیق اسم رضا

مرکزی مجلس رضا لاہور کے ماہنامہ جہانِ رضا میں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسم گرامی کے متعلق اختلافی نوٹ ہے کہ کیا امام احمد رضا کے اسم گرامی رضؔا کی راء مفتوحہ ہے یا مکسورہ یا ہر دونوں۔ ترجیح کس کو ہے ایک محقق نے بالکسر کو ترجیح دی ہے دوسرے محقق نے بالفتح کو۔ علامہ پیرزادہ الحاج محمد اقبال فاروقی مدظلہ نے آخر میں اس کے فیصلہ کے لئے دعوتِ تحقیق دی ہے۔ فقیر ان دونوں بزرگوں کی تحریریں پیش کرتا ہے اس کے بعد نامعلوم کسی نے کوئی

تحقیق لکھی ہے یا نہیں۔فقیر کو جو سمجھ آیا ہے وہ آخر میں عرض کرے گا۔(انشاءاللہ)

لفظ”رضا“پر ایک لغوی اور علمی بحث

حضرت مولانا محمد جلال الدین صاحب رضوی (کھاریاں)

لسانی محققین نے علم وادب کی دنیا میں الفاظ کے انتخاب واستعمال کو بڑی اہمیت دی ہے الفاظ اور حروف کے ساتھ ساتھ زیر، زبر اور پیش تک کے استعمال کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔عربی میں تو خصوصیت کے ساتھ زیر، زبر اور پیش کے غلط استعمال سے الفاظ کے معانی بدل کر رہ جاتے ہیں۔عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی اعراب کے استعمال کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔اردو میں الفاظ پر زیر، زبر اور پیش کی اہمیت کو اہل زبان نے بھی تسلیم کیا ہے۔اُردو سے ہٹ کر ہماری علاقائی زبانیں بھی زیر، زبر اور پیش کی اہمیت سے غافل نہیں رہیں۔حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرائیکی کے ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے اور اپنے وقت کے ولی کامل بھی تھے۔بہاولپور کے نواب کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ایک دفعہ نواب صاحب نے اپنی رعایا پر کچھ زبردستی کی تو حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین لفظوں میں ایک حکم نامہ جاری کیا کہ زیر تھی، زبر نہ تھی ورنہ پیش تھیسیں۔نواب کانپ گیا اور عرض کی حضور میں زبردستی نہیں کروں گا میں اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل نہیں۔پنجابی کے مشہور شاعر فضل شاہ نواں کوٹ لاہور نے بھی زیر، زبر اور پیش کا کتنا خوبصورت استعمال کیا ہے

تیری سلك اندر سُلك سَلك بوئیاں

امامِ اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کا اسم مبارک احمد رضا ہے۔اہل علم اسے مختلف انداز میں ادا کرتے ہیں۔ ر کے نیچے زیر، بعض ر کے اوپر زبر کا استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے فاضل محقق جناب مولانا جلال الدین صاحب قادری رضوی نے اس لفظ کو زیر بحث لا کر اہل علم و تحقیق کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ہے۔ہم ”جہانِ رضا“ کے قارئین سے التماس کریں گے کہ وہ زیر بحث مضمون کے مطالعہ کے بعد اپنی تحقیقی آراء سے نوازیں تا کہ وہ ”جہانِ رضا“ کے کالموں میں چھپ سکے۔

مجددِ دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کا نامِ نامی اسم گرامی دنیائے علم وفضل میں ایک سند جلیل کا درجہ رکھتا ہے۔محققین، مصنفین، دانشور، ادباء اور شعراء جوں جوں آپ کے علمی ورثہ سے حصہ پاتے ہیں مسرت و حیرت پاتے ہیں۔آپ کا علمی وتحقیقی ورثہ صرف ایک فن میں نہیں اور نہ ہی ایک علاقہ آپ سے فیض پا سکتا ہے بلکہ آپ کی

تحقیقات علم وفضل کے ہرفن میں مجددانہ ہیں اور آپ کا وجودِ مسعود برصغیر اور عرب وعجم سب کے لئے سرمایہ علم وفضل ہے۔ برصغیر اور عرب وعجم کا ہر محقق جب بھی آپ کے علم وفنون کی طرف توجہ کرتا ہے اسے نئے نئے افق نظر آتے ہیں اور اس وقت پوری دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا محقق یہ دعویٰ نہیں کر پاتا کہ اس نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے تمام علوم وفنون پر دسترس حاصل کرلی ہے۔قدیم علمی اداروں اور دنیا کی تمام عظیم جدید جامعات میں امام احمد رضا قدس سرہ پر بے شمار جہات سے تحقیق ہوچکی ہیں اور ہورہی ہیں مگر آپ کی ذات آج بھی محققین کے لئے ایک چیلنج ہے۔

اس وقت جو بات تحقیق طلب ہے اور فوری توجہ کی مستحق ہے وہ یہ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کا نامِ نامی ''رضا'' کے کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے یا رضا کے فتحہ (زبر) کے ساتھ۔چند سال قبل امام احمد رضا قدس سرہ النوری پر تحقیقی کام کرنے والے اشاعتی ادارے ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' کی مطبوعات میں موصوف کا ذکر ''رضا'' کے کسرہ کے ساتھ ہوتا تھا۔سرمایہ اہل سنت حکیم الحاج محمد موسیٰ امرتسری ضیائی مدظلہم الاقدس کے زیرنگرانی اس اشاعتی ادارہ نے محققین کو توجہ دلائی کہ ''رضا'' کے کسرہ (زیر) کے ساتھ امام موصوف کا نام نامی صحیح ہے اس کی اتباع میں دیگر عملی و تحقیقاتی ادارے بھی ''رضا'' کو را کے کسرہ (زیر) کے ساتھ لکھتے رہے۔چنانچہ تمام محققین محدث بریلوی کے نام کو پسندیدہ شخص اس مثال میں مصدر رضا مفعول (مرضی) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی وہ شخص جس پر خوشنودی کا اظہار کیا گیا ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے کے مصدر کو اسم فاعل کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں رجل عدل یا رجل خصم (عادل شخص یا جھگڑالو آدمی)

(الف) نیز الرضا غنی کے وزن پر (فا کلمہ کے کسرہ کے ساتھ) ضامن کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔نیز اس کا ایک معنی محبّ بھی ہے۔

(ب) شخصیات میں امام موسیٰ کاظم رضا کا لقب بھی کسرہ را کے ساتھ ہے۔

(ج) منجد اور مصباح اللغات میں ہے الرضاء، خوشنودی۔

رجل رضی، پسندیدہ مرد چونکہ یہ مصدر (رضی) بمعنی مفعول ہے وبفتح .... خوشنود شدن۔ درمنتخب بہمہ معنی بفتح نوشتہ وصاحب کشف وصراح ومزیل الاغلاط وابن حاج بمعنی اول بکسر نوشتہ اند یعنی رضا میں را کے کسرہ کے ساتھ کا معنی خوشنودی ہے اور را کے فتحہ اور آخر میں الف محدودہ کے ساتھ (رضا) کا معنی خوش ہونا۔منتخب میں دونوں معنوں کو را کے فتحہ کے ساتھ بتایا گیا ہے۔

نیز کشف،صراح،مزیل الاغلاط وابن حاج نے اول الذکر معنی (خوشنودی) کو کسرہ را کے ساتھ (رضا) بیان کیا ہے۔

فرہنگ عامرہ میں محمد عبداللہ خویشگی نے لکھا۔رضا،خوشنودی،خوشنود ہونا۔

رضا کے کسرہ کے ساتھ لکھتے اور پڑھتے رہے اس سلسلہ میں ان کے سامنے چند قابل ذکر دلائل تھے۔

لغت میں رضا کا کسرہ ہی درج ہے اگر بعض کتب لغت میں رضا کا فتحہ (زبر) بھی درج ہے مگر اس کا معنی یہاں مناسب نہیں۔

(الف) صراح میں امام النحو ابوالفضل محمد بن خالد جمال قریشی نے لکھا ہے "رضی "بالکسر مصدر محض است الاسم الرضاء بالمدرضا به کسره خوشنودی و بفتح ومد خوشنود شدن۔(صراح صفحہ ۵۲۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ رضا کسرہ کے ساتھ اور الف مقصورہ کے ساتھ خوشنودی کے معنوں میں ہے اور یہ مصدر ہے۔

(ب) تاج العروس میں امام النحو والادب علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی نے لکھا

رضا بالکسر مقصور ا مصدر محض وامام بالمدفهوا سم عن الاخفش او مصدر........رجل رضا بالکسر و القصر من قوم رضا فنعان ....

وصف المصدر الذی بمعنی المفعول کما وصف بالمصدر الذی فی معنی الفاعل فی عدل وخصم.........الرضی کغنی الضا من ....الضا المحب.

والرضی لقب الامام ابن الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن حسن بن علی بن ابی طالب۔(تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے رِضا کے کسرہ اور آخر میں الف مقصورہ کے ساتھ مصدر محض ہے۔

(ا) رِضاء۔را کے کسرہ کے آخر میں الف ممدودہ کے ساتھ اسم ہے یا مصدر مثال میں کہا جاتا ہے کہ رجل رضا (را کے کسرہ اور الف مقصورہ کے ساتھ)

(۲) لغوی بحث کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے نامِ نامی کو رِضا (را کے کسرہ کے ساتھ) لکھا اور پڑھا اس وقت محدث بریلوی قدس سرہ کا اپنے قلم مبارک سے لکھا ہوا شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا عکس جلی پیش نظر ہے۔امام احمد رضا نے اسے مارہرہ مقدسہ میں اپنے شیخ طریقت کے آستانہ میں بیٹھ کر ۲۱ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ / ستمبر ۱۸۸۸ء کو لکھا اس میں اپنا نام واضح طور پر اعراب کے ساتھ یوں لکھا

احمد رضا

اسی شجرہ مبارکہ ملقب بتاریخی "زهر الصلاة من شجرة الائمة الهدى" اپنے شیخ طریقت امام موسیٰ رِضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا نامِ نامی بھی اعراب کے ساتھ لکھا۔

"رِضا زهرة الصلاة" کی اس قلمی تحریر کو حضور سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی کے توسط سے ماہنامہ "المیزان" بمبئی نے اپنے "امام احمد رضا نمبر" میں نیز شرکت حنفیہ لاہور نے اپنی مطبوعہ کتاب "انوارِ رضا" میں درج کیا ہے۔

(۳) ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی، ایچ، ڈی نے اپنی تصانیف اور تحقیقی مقالہ جات میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النورانی کا نام رائے کسرہ کے ساتھ (رِضا) لکھا۔ اسی سلسلہ میں آپ کا انگریزی زبان میں مقالہ NEGLECTED GENIUS OF THE EAST خصوصی قابل توجہ کا مستحق ہے اس میں آپ نے "رِضا" کے انگریزی حروف کے یوں ہجے لکھے ہیں AHMAD RIDA KHAN گویا موصوف الذکر کے نزدیک رضا کسرہ کے ساتھ صحیح ہے۔

(۴) چند سال قبل تک مرکزی مجلس رضا لاہور کے سالانہ اجلاس میں ملک بھر اور بیرونی دنیا کے عظیم اسکالر تشریف لائے ان کے علمی و تحقیقی مقالہ جات اور تقاریر محققین کے لئے ایک عظیم رہنما اصول فراہم کرتے، علمی مذاکرے قائم ہوتے جن میں تحقیقی گفتگو سے مسائل طے ہوتے۔ انہی مذاکرات میں ایک مذاکرہ مولانا تقدس علی رضوی بریلوی "شیخ الجامعہ راشدیہ" پیر جو گوٹھ (سندھ) علیہ الرحمۃ اور حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی کے درمیان لفظ "رضا" کے تلفظ کے بارے میں ہوا۔ مولانا تقدس علی بریلوی علیہ رحمۃ خاندانِ امام احمد رضا کے فرد ہونے کے ساتھ عظیم محقق اور ماہر مدرس تھے۔ آپ نے رِضا کے تلفظ کو را کے کسرہ کے ساتھ (رِضا) صحیح بتایا ان کا یہ ارشاد علمی سند ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانِ امام احمد رضا قدس سرہ کے گھر کی گواہی کا درجہ رکھتا ہے۔ موصوف امام احمد رضا محدث بریلوی کے بلاواسطہ مرید اور تلمیذ ہیں۔

(۵) امام احمد رضا کا نامِ نامی و اسمِ گرامی معروف حدیث قدسی "كلهم يطلبون رضائي وانا اطلب رضاك يا محمد" کا عکس جمیل ہے۔ شجرہ قادریہ منظومہ بزبانِ اُردو میں آپ نے اس طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے

کر عطائے احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرتِ احمد رضا کے واسطے

حدیث مبارک میں رضا بالکسر ہے۔اس مناسبت سے امام احمد رضا کا نام بھی را کسرہ کے ساتھ صحیح ہونا چاہیے۔

(٦)امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے دوسرے سفر حج وزیارتِ مدینہ منورہ کے موقعہ پر ''حرمین شریفین'' کے اجلہ علمائے کرام کوان کی استدعا پراپنی مرویات اور تصانیف کی سندیں عطا فرمائیں۔طلب اجازت میں جب علمائے کرام کا اصرار بڑھا بار رہا آپ کے سامنے حرمین طیبین کا ادب واحترام اور علماء کا اعزاز واکرام حائل ہوتا رہا بالآخر آپ نے اجازت دی لیکن علومرتبت کے باوجود آپ کا انکسار ملاحظہ ہو۔شیخ الحرمین حضرت سید صالح کمال مفتی احناف مکہ معظّمہ کی سند اجازت میں امام احمد رضا نے اپنے رضا کے جز کو کس خوبی سے استعمال فرمایا

فهمت الامران اسمى رضا وصرت عينى فانت عين الرضا

وعين الرضا عن كل عيب كليلة فتحسب مثلى صالحاً لكمال

ومابى صلاح لكمال كما لها كمالا قذى فى صالح بن كمال

(الا جازت المتينه لعلماء بكته و الملينة)

ہاں اصل بات معلوم ہوگئی کہ میرا نام ''رضا'' ہے اور آپ میری آنکھ ہو جانے کی وجہ سے ''عین الرضا'' ہوئے۔

ترجمہ اشعار

اور عین الرضا عیب نہیں دیکھ سکتی بنابریں آپ نے مجھے (عیب سے دور) کمال کا صالح سمجھ لیا حالانکہ عین الرضا کی طرح ہوں مجھ میں کمال کی صلاحیت نہیں۔عین الرضا (عیب بینی سے) اس طرح پاک ہے جس طرح صالح بن کمال عیبوں کے خس وخاشاک سے۔

ان اشعار میں امام احمد رضا نے رضا کو خوشنودی کے معنوں میں استعمال کیا اور خوشنودی کے لئے رضا بالکسر ہی صحیح ہے۔اس کے برعکس ایک عرصہ سے بعض حضرات نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النورانی کے اسم گرامی کورا کے فتحہ (زبر) کے ساتھ (رَضا) لکھنا شروع کیا ہے۔اس سلسلہ میں مولانا مفتی محمد اعظم صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی (انڈیا) کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔حضرت مولانا موصوف مدظلہ العالی نے اس امر کے لئے ایک مضمون بھی لکھا ہے جوان کے موقر جریدہ سہ ماہی دامن مصطفیٰ بریلی (انڈیا) کے مفتی اعظم نمبر حصہ اول (مئی تا اکتوبر ١٩٩٠ء) کو شائع ہوا

نام ''رضا'' کی تحقیق میں آپ نے جو دلائل رضا (فتحہ کے ساتھ) کے لئے دیئے ان کا خلاصہ یوں ہے

(١) جو لوگ رَضا کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رضویہ کے شجرہ میں کئی جگہ رَضا را کے زبر کے ساتھ آیا ہے اس لئے احمد

رَضا صحیح ہے۔

(۲)المعجم الوسیطاورمنتخب اللغات میں ہے۔

رَضا مصدر ہےخوشنودی کے معنوں میں اورحضرت موسیٰ رضا کاظم کا نام بھی اسی طرح ہے۔

(۳)ایک مجلس میں خلف اصغر وخلیفہ امام احمد رضا ،حضرت مفتی محمد مصطفیٰ رضا قدس سرہما سےعرض کیا گیا کہ حضوراعلیٰ حضرت کااسم گرامی''احمد رَضا'' ہے یا''احمد رِضا''توحضرت نے فرمایا''احمد رَضا''نام ہے۔

پھراسی مجلس میں دوسرا سوال حاضر کیا گیا کہ حضوراعلیٰ حضرت آپ کومصطفیٰ رَضا کہہ کرفرماتے یامصطفیٰ رِضا۔فرمایا کہ حضوراعلیٰ حضرت مجھ کوزیادہ ترمصطفیٰ یہاں کہہ کریاد کرلیا کرتے تھےاورکبھی کبھی مصطفیٰ رَضا بھی فرمایا کرتے تھے۔

تیسرا سوال عرض کیا گیا کہ حضوراعلیٰ حضرت کانام احمد رضا ہےاورآپ کامصطفیٰ رضا فرمایاہاں۔

اس سلسلہ میں آخری سوال حاضر کیا گیا کہ نام تورضا ہے مگرلغت میں رِضا ،رَضا دونوں صحیح ہیں تو حضورمفتی اعظم قدس سرہ نے ارشادفرمایاہاں لغت میں دونوں (طرح) آیا ہے۔

اس علمی مذاکرہ سےحضرت مولانا مفتی محمد اعظم بریلی نے استدلال فرمایا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا نامِ نامی احمد رَضا (را کے فتحہ کے ساتھ) صحیح ہے۔علاوہ ازیں برصغیر میں شائع ہونے والی بعض کتاب میں امام احمد رَضا (فتحہ کے ساتھ)لکھا جاتا ہے۔

اس مقام پرپہنچ کرایک عام قاری پریشان ہوجاتا ہے کہ اس کے ممدوح اوردنیائےعلم وفضل کےعظیم محسن کااسم گرامی''احمد رِضا'' ہے یا''احمد رَضا''۔ان حالات میں محققین ،علماءومشائخ اور بالخصوص متوسلین سلسلہ عالیہ وخانوادہ رضویہ کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ طے فرمائیں کہ محدث بریلوی قدس سرہ کےاسم گرامی کا صحیح تلفظ کیا ہے۔ دونوں طرف سے دلائل موجود ہیں ان میں ایک کوترجیح دینا ہوگا۔(ماہنامہ جہانِ رضا صفحہ ۲۴ تا ۳۱ جلد ۲ شمارہ ۳۳ مئی ۱۹۹۳ء)

گذارش اُویسی

فقیرکواس تحقیق کی لیاقت کہاں جہاں دومحققوں نے زورآزمائی فرمائی ہے۔اسی لئے متعلمانہ طورچند سطورعرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں اس کےصواب وخطاء کی اطلاع کامنتظررہوں گا۔

رضا

بفتح الراء و بالکسر ہر دونوں جائز لیکن میرے نزدیک بالفتح راجح ہے اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا اسم گرامی اپنے خاندان کے مطابق رضا علی، نقی علی، تقی علی رحمہم اللہ تعالیٰ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے اور یہ اسماء اہل بیت سے محبت و عقیدت کی وجہ سے مسمّی ہیں اور رضا خصوصیت سے سیدنا موسیٰ کاظم رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ رضا بالفتح ہے۔ چنانچہ غیاث اللغات صفحہ ۳۲۰ مطبع نولکشور میں ہے

رضا بالکسر خوشنودی وبفتح ومد خوشنود شدن وباصطلاح تصوف خوشنودی کردن ہرچہ از قضائے الٰہی بہ بندہ اسد وقرو ازیں مرتبہ سلیم و لقب علیٰ موسیٰ بن جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ودر منتخب بہمہ معنی بفتح نوشتہ۔

رضا بالکسر خوشنودی و بفتح خوشنود ہونا اور صوفیہ کی اطلاع میں خوشنودی کرنا ہر اس امر پر جو قضائے الٰہی سے بندہ کو پہنچے اس سے نیچے کے مرتبہ کا نام تسلیم ہے اور سیدنا علی موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے اور منتخب میں تمام معانی میں بالفتح آیا ہے۔

(۲) خواص و عوام اپنوں اور غیروں میں امام اہل سنت کے علاوہ دیگر اسی اسماء والے بالفتح سے مشہور ہو گئے ہیں۔ یہ بالکسر سہی لیکن بالفتح بھی ممنوع نہیں بلکہ جائز تو محقق اول (مولانا محمد جلال الدین رضوی) کو بھی تسلیم ہے۔ علم الاصول میں عرف کو غلبہ ہے اگر چہ لغت اسے قبول بھی نہ کرے مثلاً مچھلی جسے قرآنِ مجید میں ''لَحْمًا طَرِیًّا'' گوشت کہا گیا لیکن اسے عرف میں گوشت نہیں کہا جاتا اسی لئے گوشت نہ کھانے کی قسم میں مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا ایسے ہی لفظ رضا بالکسر ہو بھی تب بھی عرف میں بالفتح مشہور ہے اور بالفتح لغت میں پایا ہے اسی لئے بطریق اولیٰ اسے بالکسر پر عرفاً غلبہ ہوگا۔

(۳) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ سے منسوب رضوی کا تقاضا بھی بالفتح کا ہے اس لئے کہ بالکسر میں ثقالت ہے کہ کسرہ کے بعد فتح ہے نسبت کے وقت اسے ساکن کرنا پڑے گا اور یہ بلاوجہ ساکن پڑھنا ہے کہ اس کا علم الصرف میں کوئی قاعدہ نہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کا اتنا غلبہ ہے کہ اہل تشیع اور بعض اہل سنت بھی اگر چہ رضوی ہوتے ہیں (منسوب بہ سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن اہل سنت بھی رضوی سنیں گے فوراً ان کے ذہن میں امام احمد رضا محدث بریلوی کا تصور آئے گا یہاں تک کہ محدثِ اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارس میں بھی اس نسبت پر زور دیتے اور فرمایا کرتے کہ اس طرح کی نسبت سنیت کا نشان ہے ورنہ مخالفین دھوکہ کے طور

پر چشتیہ قادر یہ وغیرہ مدارس کا نام رکھتے ہیں صرف لفظ رضویت ہے کہ ان سے سنی مدارس کونمایاں کرے گا۔

(۴) عرصہ دراز سے رضا بالفتح مشہور ہوگیا ہے یہاں تک کہ اپنے بیگانے خورد وکلاں اعلیٰ حضرت کی پیدائش سے پہلے بھی سیدنا موسیٰ کاظم رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اور پھر اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے بعد بھی یہ نام بالفتح پڑھا لکھا جارہا ہے اگر ہم جدت کر کے بالکسر کو ترجیح دیں تو انتشار پھیلے گا جو کہ ایک فتنہ ہے ''الفتنة اشد من القتل'' بچنا بچانا ضروری ہے جب کہ بالفتح غلط بھی نہیں بلکہ بعض لغت میں تو صرف بالفتح مانا گیا ہے۔ (غیاث)

(۵) تفاؤلاً بالفتح ہی موزوں ہے اس لئے کہ کسر کے معنی توڑنا اور فتح تو فتح ہی ہے بالخصوص امام احمد رضا قدس سرہ تو بالفتح ہی سمجھتا ہے کہ آپ کے اسم گرامی سے سنیت کو صدی گذشتہ بلکہ موجودہ صدی میں فتح نصیب ہوئی اور فتح نصیب ہے۔ بدقسمت ہے وہ سنی جو خود کو سنی کہہ کر صلح کلیت کی طرف جھکتا ہے تجربہ شاہد ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا دامن چھوڑ کر دوسری طرف جھکا تو پھر بھٹکتا رہا۔

(۶) مانا کہ اس کی لغت بالکسر بھی ہے لیکن بالفتح سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا اور علم الصرف کا قاعدہ ہے ''الفتحة اخف الحركات'' (فتحہ حرکات میں سے خفیف حرکت ہے) اصول کا قاعدہ ہے کہ کسرہ وفتحہ کے مقابلہ میں فتحہ کو ترجیح ہوتی ہے بالخصوص اسماء میں کہ ان کی کثرت استعمال تخفیف چاہتی ہے فلہٰذا رضا کو بالفتح پڑھنا لکھنا موزوں ہے۔

(۷) بالکسر کو بایں معنی ترجیح دینا کہ بالکسر میں متعدی کا معنی ہے اور بالفتح میں لازم اور متعدی مصدر مفعول کے معنی میں آتا ہے یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ بالفتح میں لازم کا معنی ہے تو باب لازم ومتعدی میں مصدر بمعنی فاعل آتا ہے اور یہاں فاعل کا معنی ہو تو حرج نہیں بلکہ حقیقت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو '' رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً'' سے موصوف فرمایا۔

كما قال الله تعالىٰ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

(پارہ ۳۰، سورۂ الفجر، آیت ۲۷، ۲۸)

نعت شریف ۲۱

رشک قمر ہوں رنگِ رُخِ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جواے شہ گردوں جناب ہوں

شرح

الحمدللہ میں تو وہ خوش قسمت ہوں کہ مجھ پر چاند رشک کناں ہے اور میں سُرخ آفتاب کا رنگ ہوں اس لئے کہ اے کریم میں تیری بارگاہ کا جو ایک ذرہ ہوں اس نسبت سے میرے لئے تمام حسین کچھ نہیں بلکہ الٹا وہ میری قسمت پر رشک کناں ہیں۔اس میں یہ درس دیا گیا ہے جو غلام سید الابرار ہے اس کی قسمت وسعادت پر جملہ عالم رشک کرتا ہے۔سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سے سید عالم ﷺ کی غلامی نصیب ہوئی تو رشک عالم بن گئے۔کل قیامت میں دیکھنا کہ حضرت بلال غلامی مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے کیسے با کمال ہیں۔

اذانِ یومِ قیامت اور حضرتِ بلال

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

قال رسول اللہ ﷺ تبعث ناقة ثمود لصالح فیر کبھا من عند قبرہ حتی کوافی به المحشر قال معاذ وانت ترکب العضباء یارسول اللہ قال ترکبھا ابنتی وانا علے البراق اختصصت به من دون الانبیاء یومئذ ویبعث بلال علیٰ ناقة من نوق الجنة ینادی علیٰ اظھر ھا بالا ذان فاذا سمعت الانبیاء و.........اشھدان لاالہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ قالو ونحن شھد علی ذالک(الوفاءلابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۸۱۵)

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا صالح علیہ السلام کے لئے ناقۂ ثمود لایا جائے گا وہ اپنی مزار سے اس پر سوار ہو کر میدانِ حشر میں آئیں گے حضرت معاذ عرض کریں گے حضور پھر آپ تو عضبا ناقہ پر سوار ہوں گے۔فرمایا نہیں اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا جو اس روز سب انبیاء علیہم السلام سے الگ اور خاص مجھی کو عطا ہوگی اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنتی اونٹنی پر سوار ہوں گے اور اس پر سوار ہو کر اذان دیں گے جب انبیاء اور ان کی امتیں ''اشھدان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ'' سنیں گے تو بول اُٹھیں گے کہ ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔

صلۂ عشق رسول ﷺ

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مرتبہ دراصل عشق کے صلہ میں ملا۔ علامہ اقبال نے بارگاہ موذن رسول میں اپنی عقیدت کے پھول پیش کرتے ہوئے یوں نغمہ سرائی کی ہے

چمک اُٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا　　حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے تیرے بے غم کدے کی آبادی　　تیری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی

حضرت بلال حبشی ظاہری صورت میں گو مشک فام حبشی نژاد تھے مگر آئینہ دل صاف وشفاف تھا اس کو ضیائے ایمان نے اس وقت منور کیا جب کہ وادیٔ بطحاء کی اکثر گوری مخلوق غرورِ حسن اور زُعم شرافت میں ضلالت و گمراہی کی ٹھوکریں کھا رہی تھی آپ ان سات ''السابقون الاولون'' میں سے تھے جنہوں نے توحید کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔

آپ کا اسم گرامی ''بلال'' کنیت عبداللہ ہے والد کا نام حمامۃ ہے آپ مکہ المکرّمہ میں قبیلہ بنو جمع کے درمیان مقام سراۃ میں غلام پیدا ہوئے۔ آقا کا نام امیہ بن خلف تھا جو اسلام کی مخالفت کرنے والے مشرکین مکہ میں پیش پیش تھا۔ کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم و ستم کی آماجگاہ رہتا ہے۔ حضرت بلال چونکہ غلام تھے اس لئے اور بھی زیادہ ظلم و جفاء کا شکار ہوئے گونا گوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال و استقامت کی آزمائش ہوئی۔ تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے، مشرکین کے شریر لڑکے گلوئے مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچۂ اطفال بناتے لیکن ان تمام روح فرسا اور جان گسل آزمائشوں کے باوجود توحید کا حبل متین ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابوجہل ان کو منہ کے بل میں سے تھے سنگریزوں پر لٹا کر پیٹھ پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور جب آفتاب کی تمازت بیقرار کرتی تو تنگ انسانیت ابوجہل نے کہا اے بلال تو محمد کے خدا سے باز آ۔ لیکن اسلام کا یہ بطل جلیل کہتا

توڑ دو گر ہڈیاں میری سبھی　　دامن احمد نہ چھوڑوں گا کبھی

خنجر بکف، مینا بردوش، سفاک امیہ بن خلف کی جدت طرازیوں نے ظلم و جفا کے نئے طریقے ایجاد کر رکھے تھے۔ کبھی گائے کی کھال میں لپیٹ کر اندھیری کوٹھڑیوں میں بند کر دیتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھا دیتا لیکن

تعزیر جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب　　بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد

ورفعۂ توحید بلال ''احـــــد ، احـــد'' کا کلمۂ باطل شکن بلند کرتے رہے مختصر یہ کہ ہزار جتن کئے گئے کہ کسی طرح

حضرت بلال کو محمد عربی کے دامن رحمت سے محروم کردیا جائے لیکن تاریخ اس بات پر شاہد عادل ہے کہ مقتل زیست میں عاشق رسول بلال کا جب بھی امتحان ہوا آپ دارورسن کو چومتے رہے اور عشق مصطفیٰ میں جھومتے رہے۔

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتلا اور آزمائشوں کے بھنور میں عشق رسول کی فولادی چٹان بن گئے چنانچہ طاغوتی طاقتیں پسپا ہوکر ہمیشہ کے لئے مٹ گئیں اور بلال تا قیامت زندہ و تابندہ ہوگئے۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ لاڈلا صحابی ایک روز وادئ بطحا میں مشق ستم بنایا جارہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا۔ یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر جی بھر آیا اور گراں قدر رقم معاوضہ دے کر آزاد کرادیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابوبکر تم مجھے بھی اس نیکی میں شریک کرلو۔ عرض کی پیارے نبی ﷺ میں آزاد کرچکا ہوں۔ حضرت بلال ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو مسجد کی تعمیر ہوئی خدائے لم یزل کی عبادت و پرستش کے لئے نمازِ پنجگانہ قائم ہوئی۔ دعوتِ نماز کے لئے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے وہ بزرگ تھے جو اذان دینے پر مامور ہوئے۔ حضرت بلال کی آواز نہایت بلند اور دلکش تھی ان کی صدائے دلنواز توحید کے متوالوں کو بے چین کردیتی تھی۔ مرد اپنا کاروبار، عورتیں شبستان حرم اور بچے کھیل کود چھوڑ کر والہانہ ان کے گرد جمع ہوجاتے تھے۔ جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع کافی ہوجاتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آستانۂ نبوت پر کھڑے ہوکر کہتے "حی علی الصلوٰۃ" "الصلوٰۃ یارسول اللہ" یعنی یارسول اللہ جماعت تیار ہے۔ جب آپ تشریف لے آئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر کے نعروں سے بندگانِ خدا کو بارگاہ ذوالجلال والاکرام میں سربسجود ہونے کے لئے کھڑا کردیتے۔ حضرت بلال سفر و حضر میں موذنِ رسول کی حیثیت سے رسول کریم ﷺ کے ساتھ رہتے چنانچہ جب کملی والے آقا ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو حکم دیا کہ اے بلال کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان کہو خدا کی قدرت کہ وہ حریم قدس جس کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے ترانہ روح نواز سے گونج اُٹھا۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ "راہ خدا میں جہاد کرنا مومن کا سب سے بڑا عمل ہے۔" چنانچہ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں جہاد کے لئے نکلوں اور پیامِ موت تک اس عمل کو لازمۂ حیات بنالوں لیکن خلیفہ اول نے کہا "خدا و مصطفیٰ کے واسطے مجھے عالم پیری میں داغِ مفارقت نہ دو" اس موثر فرمان کے بعد آپ جنگوں میں شرکت سے باز رہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگوں میں شرکت کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بلال کو ملک شام کی سرسبز و شاداب زمین پسند آ گئی اور یہاں سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت بلال شام میں قیام کے دوران ایک رات میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ فرما رہے تھے "اے بلال یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کرو" اس خواب نے زندگی کے پُرلطف افسانے یاد دلا دیئے۔ عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے اسی وقت دیارِ حبیب ﷺ کی راہ لی اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، آنکھوں سے سیلِ عشق رواں تھا اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چمٹا چمٹا کر پیار کرتے۔ خاندانِ نبوت کے شہزادوں نے عرض کی "وہ آذان تو کہو جو نانا محمد ﷺ کو سنایا کرتے تھے" آپ نے فرمایا "گو میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا لیکن آج آپ کی خواہش پوری کروں گا" یہ کہہ عندلیب توحید نے کچھ ایسے لحن داؤدی میں خدائے ذوالجلال کی عظمت و شوکت کا آوازۂ پرسوز سنایا کہ تمام مدینہ گونج اُٹھا لیکن جب "اشهدان محمد رسول الله" کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں بیقرار پردوں سے نکل پڑیں اور تمام عاشقانِ رسول کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ حضرت عمر اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی غرضیکہ سب کے سامنے عہد رسالت کا نقشہ کھنچ گیا۔

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی — نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

حضرت بلال ہمیشہ خانۂ خدا میں حاضر رہتے۔ دنیاوی معاملات سے کوئی سروکار نہ تھا عبادت و شب زندہ داری ان کا مشغلہ تھا اور محمد عربی ﷺ کی زیارت ان کا محبوب عمل تھا

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

آپ ایمان کو تمام اعمالِ حسنہ کی جان سمجھتے تھے کسی نے پوچھا کہ بہتر عمل کون سا ہے فرمایا "خدا اور رسول پر ایمان لاؤ، جہاد کرو پھر حج اور تواضع" خاکساری آپ کی فطرت میں داخل تھی جب لوگ آپ کے فضائل بیان کرتے تو آپ کو سخت کوفت ہوئی۔ (تفصیلی حالات فقیر کی کتاب "مرأۃ الجمال فی حیاۃ سیدنا بلال" میں پڑھئے)

دُرِ نجف ہوں گوہر پاکِ خوشاب ہوں
یعنی تراب رہ گزر بو تراب ہوں

خلاصہ

موتی خالص اور عمدہ گوہر پاک ہوں کیونکہ سیدنا بوتراب علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رہگذر کی خاک ہوں۔

شرح

اس شعر میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی ان سے عقیدت کا مرتبہ بھی بتایا ہے کہ جو ان کا نیاز مند ہے یقیناً خالص موتی اور عمدہ گوہر یعنی اللہ تعالٰی کا محبوب ومقرب بندہ ہے۔

تعارف حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

شواہد النبوت میں ہے کہ امیر المومنین مولیٰ علی شیر خدا ائمہ اثنا عشریہ میں پہلے امام ہیں اور شمائل وفضائل جس قدر آپ کے ہیں کسی دوسرے صحابی کے نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فضائل کسی کے نہ ملے جتنے کہ امیر المومنین سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملتے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظّمہ میں بعد از تیس سال عام الفیل یومِ جمعہ ۱۳ رجب المرجب کو ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ یمن میں ایک شخص مثرم بن وعیب الشیفا زاہدانِ یمن میں مثرم ایک سو نوے سال کی عمر کا تھا ایک روز اوقاتِ عبادت میں اس نے وقت مناجات جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی اپنے حبیب مکرم، نبی آخر الزمان ﷺ کے کسی مقرب عزیز کی زیارات کردے۔ تیر دعائے بے ریا ہدفِ اجابت پر لگا۔ حضرت ابو طالب کو سفر یمن لاحق ہوا جب آپ یمن پہنچے تو شرفائے یمن سے ملاقات فرمائی منجملہ ان کے مثرم کی زیارت کو تشریف لائے مثرم نے آپ کو دیکھ کر بہت تعظیم کی، اپنے پہلو میں بٹھایا پھر پوچھا آپ کس قوم سے ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے کہا میں اہل تہامہ سے ہوں مثرم نے کہا تہامہ میں کس جگہ کے ہیں؟ آپ نے فرمایا اہل مکہ سے۔ پھر اُس نے کہا کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے کہا بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ مثرم یہ سنتے ہی اُٹھا اور پیشانی ابو طالب کو چوما اور کہا الحمد للہ خدا نے میری دعا قبول فرمائی اور مرنے سے پہلے آپ کی زیارت کرائی۔ آپ اپنا نام تو بتائیں؟ آپ نے فرمایا مجھے ابو طالب کہتے ہیں۔ مثرم نے کہا آپ کے باپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا عبد المطلب۔ مثرم نے کہا میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ عبد المطلب کے دو نبیرے (پوتے) ہوں گے ایک نبی مرسل ہوگا اُس کے باپ کا نام عبد اللہ اور دوسرا ولی

کامل ہوگا اس کے باپ کا نام ابو طالب ہے۔ جب وہ نبی تیس سال کے ہو جائیں گے تو اللہ اس ولی کو پیدا فرمائے گا۔ مشرم نے پوچھا کیا وہ نبی پیدا ہو گئے؟ آپ نے فرمایا ہاں محمد (ﷺ) آپ کا نام ہے اور ۲۹ سال اس وقت اُن کی عمر ہے ۔مشرم نے کہا ابو طالب مبارک ہو تم کو اس سال میں وہ فرزند دلبند عطا ہو گا جو امام متقیاںِ اور پیشوائے مومناں بنے گا جب تم مکہ پہنچو تو اپنے برادر زادہ محمد (ﷺ) کے حضور میں میرا سلام عرض کر دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ مشرم آپ کے نیازمندوں میں غائبانہ نیاز مند ہے اور اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں اور جب تمہارے فرزند دلبند متولد ہوں تو انہیں بھی میرا سلامِ شوق عرض کر دینا اور انہیں بشارت دینا کہ آپ خلیفۂ پیغمبر ہوں گے اور آپ پر مراتب ولایت کا اختتام ہو گا۔

ابو طالب نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا اس کی تصدیق میں کیونکر کروں مجھے کوئی ایسی کرامت دکھاؤ جب سے میں تمہیں صاف تصرف مان سکوں۔ مشرم نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں فرمائیں میں خدا سے دعا کروں گا مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ ابو طالب نے ادھر اُدھر دیکھا تو ایک انار کا درخت خشک نظر آیا۔ آپ نے کہا یہ درخت ابھی تر و تازہ ہو کر پھل دے؟ مشرم نے دعا کی اُس درخت میں تازہ انار پیدا ہوئے اور وہ سر سبز ہوا۔ ابو طالب نے وہ انار لئے ایک کو تراشا تو سرخ مثل لعل رمانی کے اس کے دانے نکلے۔ آپ یہ کرامت دیکھ کر واپس مکہ تشریف لائے اور اس سال حسب پیش گوئی مشرم بن وعیب آپ کی بیوی حضرت فاطمہ بنت اسد سے خانۂ کعبہ میں ولادتِ شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ الکریم ہوئی۔

آپ کی ولادت کا قصہ یوں ہے کہ آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد حاملہ تھیں نواں مہینہ تھا۔ خانہ کعبہ میں طواف کے لئے حاضر ہوئیں آپ کہتی ہیں کہ طواف میں مشغول تھی تین شوط باطمینان پورے کر چکی تھی شوط چہارم کر رہی تھی کہ دردِ زہ محسوس ہوا۔ حضور سید یوم النشور ﷺ نے میرے چہرے کے تغیر سے مجھے پہچانا اور فرمایا کیا بات ہے جو آپ کا نام متغیر ہو رہا ہے؟

میں نے حال عرض کیا فرمایا فاطمہ طواف پورا کر چکیں یا نہیں۔ میں نے عرض کی نہیں فرمایا طواف پورا کر لو اور اسی حال میں اگر درد بڑھ جائے تو اندرونِ خانۂ کعبہ چلی جانا کہ اس میں کوئی حکمت الٰہی ہے۔

صاحب بشائر المصطفیٰ نقل فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبدالمطلب اور چند قبیلۂ بنی عبدالعزیٰ کے لوگوں کے ساتھ مسجد بیت الحرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ فاطمہ بنت اسد مسجد میں آئیں اور ان کو نواں مہینہ تھا۔ جب وہ مشغولِ طواف

ہوئیں تو شوطِ رابع میں چلنے کی قوت نہ رہی تو آپ پکاریں اے خداوند خانہ! بحرمت کعبہ اس ولادت کو مجھ پر آسان فرما کہ یک لخت دیوارِ کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد اندرونِ کعبہ تشریف لے گئیں اور ہماری نظروں سے غائب ۔ جب اندرونِ کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور حضرت علی کو گود میں لئے ہوئے تھیں ۔ آپ کے فضائل میں ابوداؤد کا یہ شعر مشہور ہے جس کو صاحب ''روضۃ الشہداء'' نقل فرماتے ہیں

ولدت فی الحرم المعظم امه　　　　طالب وطالب ولیدها والمولد

اس کا کسی نے فارسی میں یوں ترجمہ فرمایا ہے

گوهر چو پاك بود و صدف نیز پاك بود　　　　آمد میانۂ حرمِ کعبه در وجود

فاطمہ بنت اسد حضرت علی کو گود میں لائیں ابو طالب کو بشارت دی ۔ ابو طالب نے آ کر آپ کو گود میں لیا اور آپ کا رخسارِ انور دیکھنے لگے کہ حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور باپ کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ ابو طالب نے کہا فاطمہ اس کا کیا نام رکھا؟ آپ نے فرمایا آپ جو چاہیں نام رکھ دیں ۔ ابو طالب نے کہا میں اس کا نام زید رکھتا ہوں ۔

جب خبر ولادتِ حضرت علی حضرت سرورِ عالم ﷺ کو پہنچی تو فرمایا اس کا کیا نام رکھا ۔ ابو طالب نے کہا میں نے تو اس کا نام زید رکھا ہے اور ان کی ماں نے اسد رکھا ہے ۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کا نام علی رکھو جو عالی ہستی کی خبر دے ۔ آپ کی والدہ نے عرض کی خدا کی قسم مجھے غیب سے یہ آوازیں آتی تھیں کہ فاطمہ اس کا نام علی رکھ مگر میں نے اس کو چھپایا تھا ۔

روایت ہے کہ آقائے مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو حضرت علی کو گود میں لے کر تحنیک فرمائی ۔ یہ ایک مسنون طریقہ ہے کہ بعد پیدائش فرزند کسی بزرگ کو بلا کر تحنیک کرائی جائے اس کا یہ طریقہ ہے کہ کھجور یا چھوہارہ چبا کر اپنی زبان سے اُس طفلِ رضیع کے تالو میں لگا دے ۔

چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک اُن کے منہ میں دے کر اپنا لعابِ دہن اُنہیں چٹایا اسی لئے حضرت علی اکثر فخر یہ فرمایا کرتے کہ ''فی فمی لعاب رسول اللہ'' میرے منہ میں حضور خواجۂ کائنات ﷺ کا لعاب دہن ہے ۔

آپ کی ولادت کے پانچ سال بعد قریش میں ایک قحط عظیم پڑا ۔ حضرت ابو طالب چونکہ کثیر العیال اور قلیل الاموال تھے اُن پر اس قحط نے زیادہ اثر ڈالا حضور سید عالم ﷺ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابو طالب کی کثیر العیالی

نے انہیں قحط محسوس کرایا ہے لہٰذا چلوان کی اولاد کی کفالت کریں چنانچہ حضور اکرم ﷺ مع حضرت عباس تشریف لائے اور ارادہ ظاہر فرمایا۔ ابو طالب نے عرض کی عقیل کو میرے پاس رہنے دو باقی اولاد میں سے جس کو چاہو لے لو چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کو لیا اور حضرت عباس نے حضرت جعفر کو۔ اس طرح سے حضرت علی کی ابتدائی تعلیم و تربیت آغوشِ نبوی میں ہوئی۔ بعد اظہارِ بعثت آپ اسبق الایمان لوگوں میں ہیں، نمازِ پنجگانہ سب سے اول حضرت علی نے پڑھی بروز دوشنبہ حضور ﷺ پر اظہارِ نبوت ہوا اور سہ شنبہ کے دن حضرت علی نے نماز پڑھنی شروع کی۔

سیرتِ ابن ہشام اور ترمذی باب المناقب میں ناقل ہیں کہ آپ دس سال کی عمر میں ایمان لائے آپ نے اپنی عمر مبارک میں کبھی کفر و شرک نہ کیا بلکہ اوائل ایام میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر کے پہاڑوں کے غاروں میں چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن ابو طالب نے دیکھ لیا استفسار کیا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا چچا یہ طریقہ مذہب الٰہی اور اس کے ملائکہ اور تمام انبیاء کرام اور ہمارے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ مجھ کو خدا نے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اُس کے بندوں کو ہدایت کروں اور حقیقت تو یہ ہے کہ سب سے اول آپ کو یہ اسلام قبول کرنا چاہیے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور حضور ﷺ نے آپ کی کنیت ابوتراب فرمائی تھی اور آپ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا اور جب کوئی اس نام سے آواز دیتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور کیوں خوش نہ ہوتے جبکہ آقائے دو جہاں ﷺ نے آپ کو یہ لقب عنایت فرمایا تھا (ﷺ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اسلامی بھائی چارہ میں رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں نیز رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شوہر محترم ہیں۔ آپ عالم ربانی اور معروف خطیب تھے۔ آپ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے قرآن شریف جمع و حفظ کر کے رسالت پناہ میں پیش کیا تھا۔ جس وقت نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ کو حکم دیا کہ تم ہمارے بعد چند دنوں تک مکہ معظّمہ میں اور قیام کرنا تا کہ جو امانتیں، ودیعتیں اور وصیتیں ہمارے پاس رکھی ہیں وہ پہنچا دو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ تمام غزوؤں میں سوائے غزوۂ تبوک کے حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک میں آپ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ شریف میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ تمام لڑائیوں میں آپ کے بہادرانہ کارنامے اور آثار مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بہت دفعہ آپ کو لڑائیوں میں جھنڈا عطا فرمایا اور سپہ سالار بنایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شجر نبوت سے کم و بیش ۲۰ سال تک منسلک رہنے کا شرف حاصل تھا اس لئے آپ

نے جن بھی فقہی مسائل کا حل پیش کیا وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہوتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے پاس قرآن وحدیث کے علاوہ اور کچھ نہیں مگر قرآن فہمی کی دولت جسے خدا چاہتا ہے اسی کو ملتی ہے۔

آپ نے ہر مشکل وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا آپ تلواروں کے نرغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بستر نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں امیر المومنین میں چار خصوصیات ایسی تھیں جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی و عجمی سے پہلے نماز پڑھی اور دوسری ہر معرکہ، دار و گیر میں علمبردار ہوتے اور تیسری جب لوگ پیغمبر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے تو آپ صبر واستقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھی یہ کہ آپ ہی نے پیغمبر خدا کو غسل دیا اور قبر میں اتارا نیز آپ وہ واحد ہستی ہیں جن کی ولادت کعبہ میں ہوئی اور شہادت مسجد میں ہوئی۔ داعی اسلام کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک بھی آپ نے کہا اور حضور اکرم ﷺ کی نصرت و معاونت کا وعدہ بھی سب سے پہلے آپ نے کیا۔ پیغمبر اسلام نے آپ کو بھائی، وزیر اور اپنے مشن کا محافظ قرار دیا اور آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ حضور ﷺ کی تعلیمات علم و عمل اور کردار کا مکمل نمونہ تھے۔ محسن انسانیت، فخر موجودات سرکارِ ختمی مرتبت کی کئی احادیث آپ کے علمی و عملی درجات اور فضائل و اوصاف مترشح ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حق علی کی طرف ہے اور علی حق کی طرف ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہے۔ چنانچہ ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں آپ کی رفعتوں اور عظمتوں کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کا ایک ایک لمحہ نصرت دین خداوندی کے لئے وقف تھا۔ شب ضربت ۱۹ رمضان المبارک کو جب ابن ملجم ضربت لگا چکا تو آپ نے امام حسن اور امام حسین سے فرمایا کہ میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہش مند مت ہونا اگر چہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے، حق کے لئے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لئے، ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا، اپنے معاملات کو درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔ دیکھو یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اسی وصیت میں آپ نے کئی اہم دینی امور اور حقوق العباد کا تذکرہ فرمایا ہے آپ کے دیگر ارشادات، خطبات، مکتوبات اور حکم و نصائح نہج البلاغہ میں مرقوم ہیں۔

ابن سعد کے قول پر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر مدینہ طیبہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت غریبوں اور محتاجوں کے لئے بڑی آسودگی اور راحت کا زمانہ تھا۔ بیت المال میں جو کچھ بھی آتا وہ سب کا سب ان میں تقسیم کر دیا جاتا آپ نے باغیوں اور سرکشوں کے ساتھ بھی ہمیشہ نرمی کا سلوک کیا آپ کی فیاضی اور رحم دلی اس قدر عام تھی کہ اہل فارس برملا کہہ اُٹھتے تھے

"خدا کی قسم اس عرب کو دیکھ کر نوشیرواں عادل کی یاد آجاتی ہے"

حضرت علی نے اپنی عمر کے تیس سال ہادیٔ برحق کی رفاقت میں گزارے۔ اس لئے اسلام کی صحیح تعلیم فرائض اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ گرامی پر آپ کی سند کافی تھی اس کے لئے ہر شخص آپ کا محتاج تھا۔

شب جمعہ ۱۸ رمضان المبارک ۴۰ھ کو امیر المومنین حضرت مولا علی سحر کے وقت بیدار ہوئے اس رمضان میں آپ کا یہ دستور رہا تھا کہ ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے اور فرماتے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے وقت میرا پیٹ خالی ہو۔ آج کی شب تو یہ حالت رہی کہ بار بار مکان سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور کہتے بخدا مجھے کوئی خبر جھوٹی نہیں دی گئی یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ الغرض ۱۷/۱۸ رمضان کو آپ سجدہ میں تھے کہ شقی ازلی ابن ملجم نے اس شمع ہدایت پر جس کی حیات کا ایک ایک لمحہ نوعِ انسانی کے لئے مشعلِ راہ تھا اور جو تقوٰی پرہیزگاری، علم و معرفت میں یکتائے روزگار تھا زہر آلود خنجر سے وار کیا اور یہ علم و فضل کا آفتاب ۲۱ رمضان المبارک کو غروب ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی، پرہیزگار، شب بیدار، خدا ترس، بلند ہمت، بہادر، فیاض، حق پرست، سیاستدان، مدبر، دوراندیش حضور اکرم ﷺ کے محبوب علم و حکمت کا سرچشمہ تھے۔

حب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا فرماتے تھے جو شخص اُس سرخ شاخ کو جسے اللہ نے اپنے ہاتھ سے جنت عدن میں بویا ہے لینا محبوب رکھے اُسے چاہیے کہ علی بن ابی طالب کی محبت میں زندگی بسر کرے۔

ازالۂ وھم

بعض خوارج کے بقایا لوگ کہتے ہیں کہ حب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفض کی علامت ہے یہ ان کا کہنا جہالت بلکہ سفاہت وحماقت ہے اس لئے کہ سنیت کی علامت ہی (حب صحابہ کے ساتھ) حب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اکابر وائمہ کے حوالہ جات آئیں گے

(۲)عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فیک من عیسیٰ مثلا ابغضة الیھود حتہ بھتور امه واجبة النصاری حتی انزلوہ من منزلة التی لیس بھا قال علی الا وانه یھلک فی اثنان محب حفرط یفرطنی بمالیس فی مبغض یحمله شنانی علیٰ ان یھتمنی اخرجه ابن احمد زوائد المسند وابزاز وابویعلی والحاکم.

مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ تیری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ یہود نے ان سے یہاں تک بغض کیا کہ ماں تک کو بہتان لگا دیا اور نصاریٰ نے انہیں ان کے مرتبہ سے بڑھا دیا۔ علی نے فرمایا میرے حق میں دو گروہ ہلاک ہوں گے محبت میں زیادہ حد سے بڑھنے والا وہ باتیں جو مجھ میں نہیں وہ بنائے گا اور بغض کرنے والا کہ میری دشمنی سے مجھ پر تہمتیں باندھ دے گا۔

(۳)حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ اُگایا اور جان پیدا کی کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ مومن تجھ سے محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا۔ ترمذی نے ابو سعید سے روایت کیا کہ ہم منافق کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچان لیتے تھے۔ (رواہ مسلم)

فوائد وعقائد

(۱)اس بارے میں بکثرت روایات ہیں کہ انہیں جمع کیا جائے ایک ضخیم کتاب تیار ہو اور تمام روایات تواتر کی حد تک پہنچی ہیں۔

(۲) خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان تو سن چکے ہیں تمام صحابہ کا یہی عقیدہ تھا اور واقعات کی شہادت تو ایسی مضبوط ہے کہ ٹھکرانے والا خود ٹھکرایا جا سکتا ہے۔

(۳) اس میں نمایاں حصہ خوارج وروافض کو نصیب ہے جو تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پُر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دل پُر اضطراب ہوں

حل لغات

ابر،بادل۔چشم،آنکھ۔پُرآب،پانی سے بھرپور۔برق،بجلی۔اضطراب،گھبراہٹ،بے چینی۔

خلاصہ

اگر آنکھ ہوں تو بادل کی آنکھ کی طرح بھرپور پانی ہوں یعنی خوب آنسو بہانے والا ہوں اگر دل ہوں تو بجلی کا بے چین دل ہوں یعنی دل میں عشق کی آگ خوب بھڑکانے والا ہوں۔

شرح

عاشق مصطفیٰ ﷺ کی علامات اور نشانیاں بیان ہیں۔(۱) چشم گریاں (۲) دل سوزاں
کسی شاعر نے فرمایا ہے

عاشقاں را شش نشان اے پسر   آہ سرد ورنگ زرد وچشم تر
مگر ترا پر سندسه دیگر کدام   کم گفتن کم خوردن وخفتن حرام

یہ کیفیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بطریق اتم واکمل تھی پھران کی اقتداء میں ہر عاشق کامل میں یہی جذبہ اور تڑپ دیکھی گئی۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات وکوائف فقیراسی شرح میں متعدد مقامات پرلکھتا چلا آرہا ہے اور لکھتا چلا جائے گا۔یہاں ایک دوحوالے ملاحظہ ہوں۔

عشق صحابہ کرام

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ

(۱) کیف حبکم رسول اللہ ﷺ قال کان رسول اللہ ﷺ احب الینا من اموالنا واولادنا وابائنا وامھا تنا واحب الینا من الماء البارد علی الظما ء .(شفاء صفحہ ۵٦٨)

اے یارانِ رسول ﷺ تمہاری آپ ﷺ کے ساتھ محبت کیسی تھی فرمایا رسول اکرم ﷺ سے ہمیں اپنے مال،اولاد، اباؤاجداداورامہات سے پیاسے کے لئے ٹھنڈے پانی سے بڑھ کرتھی۔

(۲) کتاب سیدنا محمد رسول اللہ ٦٠٤ میں ہے کہ

شغفهم به ﷺ وتعشقهم اياه فلا صبر لهم اذا لم يشهدومحيا ہ فاذا شاهدارسول الله ﷺ قرت اعينهم فطابت نفوسهم وانشرصدورهم.

صحابہ کرام کا حضور اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سوا انہیں صبر نہیں آتا تھا آپ کے دیدار کے بغیر بے قرار رہتے تھے جب دیدار کر لیتے تو ان کی آنکھیں اور سینہ پر سرور اور دل باغ باغ ہو جاتا۔

ہچکیاں بندھ گئیں

حضور سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد جب بھی صحابہ کرام آپ کا ذکر خیر کرتے تو اُن کی ہچکیاں بندھ جاتیں، مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں میں دیوانہ وار پھرتے اور اپنے محبوب کریم ﷺ کی یاد میں سیماب وار تڑپا کرتے تھے۔

فائدہ

نہ صرف ان کی یہی کیفیت تھی بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہی حالت تھی کہ جب بھی ان کو حضور ﷺ یاد آجاتے تو بے اختیار آنسو بہاتے۔ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی محفل انصار میں تشریف لے گئے تو سب رو رہے تھے پوچھا تو کہا کہ آج ہمیں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی آخری مجلس یاد آگئی ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی عمدہ اور لذیذ غذا پاتے تو ان کا چشمۂ الفت پھوٹ نکلتا اور جب تک اسے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ کر دیتے اُس وقت تک چین نہ آتا۔ایک بار کسی نے آپ کو خرگوش ہدیہ بھیجا تو پہلے آپ نے اس کا کثیر حصہ خدمت نبوی میں حاضر کیا پھر اس میں ہاتھ لگایا۔اسی طرح آپ نے ایک بار بہت سے خرمے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجے تھے تب ان کو کھایا تھا۔

خونیں جگر ہوں طائر بے آشیاں شہا
رنگِ پریدۂ رُخ گل کا جواب ہوں

حل لغات

خونیں، خون ملا ہوا، سُرخ۔ طائر، اُڑنے والا، پرندہ، مرغ۔ آشیاں (فارسی، مذکر) گھونسلا، پرندوں کا گھر۔ رنگ پریدہ، چہرہ کا بے رونق ہو جانا، منہ کا فق ہو جانا۔ جواب، مقابل، ثانی۔

خلاصہ

اے شۂ کونین ﷺ میں خونیں جگر ہوں بے آشیاں پرندہ ہوں یعنی بے سہارا ہوں اس پھول کا ثانی ہوں جس کا

خزاں سے چہرہ بے رونق ہوگیا ہے یعنی آپ کے فراق سے زبوں حال ہوں۔

شرح

عاشق مصطفیٰ ﷺ کی دیگر تین علامات بتائی ہیں۔

(۱) جگر جل کر راکھ ہو جانا (۲) دنیوی امور سے دلچسپی کا فقدان (۳) عشق حبیب ﷺ کی وجہ سے ضعف ونقاہت۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ علاماتِ عشق ومحبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بطریق اتم اکمل تھیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

دورانِ وصال کے احوال

صحابہ کو جب حضور اکرم ﷺ کی رحلت کی اطلاع ملی تو وہ ششدر وساکت رہ گئے۔ ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ حضور فوت نہیں ہوئے صرف حالت بے ہوشی میں ہیں چنانچہ اُنہوں نے مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا بعض منافقین یہ خبر اُڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ فوت ہوگئے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے وہ حضرت موسیٰ بن عمران کی طرح اپنے رب کے پاس گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چالیس دن تک اپنی قوم سے غیر حاضر رہے تھے اور ان کی غیر حاضری میں لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ فوت ہوگئے لیکن جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آگئے جو آپ کی وفات کی خبر مشہور کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں قلم کریں گے۔

استقلال صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا خاموش ہو جاؤ لیکن وہ اپنی تقریر میں منہمک رہے تب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو! سب لوگ متوجہ ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تم میں جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ تو فوت ہوگئے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں۔ اس کے بعد سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے

اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو لوگ ایسے ہو گئے کہ گویا انہوں نے کبھی پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی اس وقت لوگوں نے حضرت ابو بکر سے اس آیت کو سن کر اپنی یاد تازہ کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان ہے جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے میں نے یہ آیت سنی مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میرے پاؤں کٹ گئے میں کھڑا نہ رہ سکا اسی وقت زمین پر گر پڑا اور میں نے جانا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نے اس غم والم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے "میرے پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔ آہ جبریل کو حضور اکرم ﷺ کے انتقال کی خبر کون پہنچائے۔ الٰہی روحِ فاطمہ کو روحِ محمد ﷺ کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدارِ رسول سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روزِ محشر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔"

سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سانحۂ عظیم پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہائے افسوس وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ افسوس وہ معلم دین جو گنہگار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا ہم سے رخصت ہو گیا۔ جس نے ہمیشہ صبر و ثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اور احسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذاء رسانی کا گرد وغبار کبھی نہ بیٹھا۔"

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج وغم کے ترجمان ہیں "میرے ماں باپ آپ پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ کی موت صدمۂ عظیم ہے اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ پر آنسو بہا دیتے پھر بھی اس درد کا علاج

اور زخم کا اندمال نہ ہوتا۔"

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے اس کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز اداس ہوگئی تھی اور ابھی دفن کر کے مٹی سے ہاتھ نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا (کیونکہ اب انہیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کاملہ دکھائی نہ پڑتے تھے)

سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دربارِ رسول کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لکھا اس کے چند پُر درد اشعار کا ترجمہ ذیل ہے جس سے ان کے رنج و غم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"میری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی و رہنما ہے۔ صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی آج زیرِ زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ سے پہلے بقیع الغرقد میں دفن ہو جاتا۔ میرے ماں باپ اس نبی کامل پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران و سنسان دکھائی دیتی ہے۔ کاش میں آج کے دن پیدا ہی نہ ہوا ہوتا اے میرے محبوب کیا میں آپ کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ کی موت میرے لئے جامِ زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پیارے رسول کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کر دے۔ خدا کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔"

اُم ایمن

حضور اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت اُم ایمن ایک دن حضور ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ و غم ہو گئے۔

یہ سلسلہ طویل ہے چند شخصیات کے متعلق ملاحظہ فرمائیں

فراق رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سن کر جب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہوگیا کہ سرکار کا وصال ہو چکا ہے تو ایک وقت دیکھا گیا کہ حضرت عمر رو رہے ہیں اور یہ کلمات عرض کر رہے ہیں

السلام علیک یا رسول اللہ بابی انت و امی ، لقد کنت تخطبنا علی جذ ع نخلة فلما کثر الناس اتخذت منبرا لتسمعهم ، فحن الجذ ع لفراقک حتی جعلت یدک علیه فسکن ، فامتک اولیٰ بالحنین الیک لما فارقتها ، بابی انت وامی یارسول الله ، بابی انت وامی یارسول الله ، لقد بلغ من فضیلتک عنده ان جعل طاعتک طاعته فقال عزوجل ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ''

بابی انت وامی یارسول الله ، لقد بلغ من فضیلتک عنده ، ان بعثک اخر الانبیاء ، ذکرک فی اولهم فقال عزوجل ''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا''

بابی انت وامی یا رسول الله ، لقد بلغ من فضیلتک عنده ان اهل النار یؤدون ان یکونوا قد اطاعوک وهم بین اطباتها یعذبون، ''يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ''

بابی انت وامی یارسول الله لئن کان موسیٰ بن عمران اعطاه الله حجرا تفجر منه الانهار فلیس ذالک یا عجب من الشاة المسمومة حین کلمتک وهی مشوبة فقالت لک الذراع

''لاتارکلنی فانی مسمومة''

بابی انت وامی یارسول الله، لقد دعا نوح علیٰ قومه فقال

''رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ''

ولو دعوت علینا بمثلها لهلکنا کلنا ، فلقد وطی ظهرک عقبة ابن ابی معیط وانت تصلی وادمی وجهک، وکسرت رباعیتک یوم احد، فابیت ان تقول الا خیرا ، فقلت ،

''اللهم اغفر لقوم فانهم لا یعلمون''

بابی انت وامی یارسول الله، لقد بلغ من تواضعک انک جالستنا وتزوجت منا واکلت معنا ولبست الصوف ورکبت الراکب واردفت خلفک ووضعت طعامک علی الارض

تواضعاًمنک ﷺ.

رضی اللہ عنک یا عمر ، یا من احببت رسول اللہ واحبک اللہ ورسولہ.

(صورۃ من عظمۃ الاسلام، للشیخ عبدالحمید کشک ،طبع بیروت صفحہ ۸،۷)

ترجمہ

یارسول اللہ ! آپ پر سلام ہو آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ۔آپ کھجور کے ایک تنے پر ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب تک آواز پہنچا سکیں آپ منبر پرونق افروز ہوئے تو تنا آپ کی جدائی کے سبب نالہ کناں ہوا آپ نے اپنا دست مبارک رکھا تو وہ سکون پذیر ہو۔ جب کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو آپ کی امت کو آپ کے فراق پر نالۂ شوق کرنے کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان !خدا کے نزدیک آپ کی فضیلت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ارشاد باری عز وجل ہوا

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"(پارہ ۵،سورۃ النساء،آیت ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

یارسول اللہ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں !خدا کے نزدیک آپ کی فضیلت یہاں تک ہے کہ اُس نے آپ کو آخری نبی بنا کر مبعوث کیا اور ذکر میں آپ کو سب سے اول رکھا کہ ارشاد فرمایا

"وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا"(پارہ ۲۱،سورۃ الاحزاب،آیت ۷)

اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان !خدا کے یہاں آپ کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اہل دوزخ جب طبقاتِ جہنم میں عذاب دیے جاتے ہوں گے اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش انہوں نے اطاعت کی ہوتی۔

"يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا "(پارہ ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ٦٦)

کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں !اگر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا پتھر عطا کیا جس سے نہریں پھوٹیں تو یہ آپ کی مبارک انگلیوں سے زیادہ عجیب نہیں جب کہ ان سے پانی کا چشمہ رواں ہوا۔

صلی اللہ علیک یا سیدی یارسول اللہ

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ! اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردے جلانے کا اعجاز بخشا تھا تو یہ زیادہ عجیب نہیں اس زہرآلود بکری سے جس نے بھنی ہوئی ہوکر بھی آپ سے کلام کیا اس بکری کے دستے نے عرض کیا مجھے نہ کھائیں کیونکہ میں زہرآلود ہوں۔

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ فدا! بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف دعا فرمائی تو عرض کیا

"رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا"(پارہ ۲۹،سورۂ نوح، آیت ۲۶)

اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر کہیں آپ بھی ہم پر ایسی دعا کر دیتے تو یقیناً ہم سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے بیشک عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی پشت مبارک پر بوجھ ڈالا جبکہ آپ حالت نماز میں تھے، جنگ اُحد کے دن آپ کا چہرۂ پاک زخمی وخونریز کیا گیا، آپ کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے پھر بھی آپ نے خیر کے سوا کچھ کہنا گوارا نہ کیا آپ نے عرض کیا' خدایا! میری قوم کو معاف فرما کہ وہ مجھے جانتے نہیں۔"

یارسول اللہ ﷺ ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ کا تواضع وانکسار اس حد تک کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ نے ہماری ہم نشینی اختیار کی، ہم میں نکاح کیا، ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا، بھیڑ کے بالوں (اون) کا کپڑا پہنا، جانوروں کی سواری کی، کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کرنا پسند کرلیا اور اپنا کھانا زمین پر رکھنا گوارا کیا۔ یہ سب کچھ آپ کا تواضع تھا یارسول اللہ ﷺ ! اللہ آپ سے راضی ہوا ے حضرت عمر اے وہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کی اور اے وہ جس سے خود اللہ اور رسول ﷺ نے محبت رکھی۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا جب وصال ہو گیا تو آپ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے

تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ کا پتہ بتا دو۔ پھر آپ اسی غم میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ ایک سال کے بعد آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا حضور اکرم ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ اے بلال! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑا کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا۔ حضرت بلال یہ خواب دیکھ کر ''لبیک یا سیدی'' آقا غلام حاضر ہے کہتے ہوئے اُٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اُونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے حضرت بلال پہلے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور حضور کو ڈھونڈا مگر حضور کو نہ دیکھا پھر حجروں کو تلاش کیا جب وہاں بھی نہ ملے تب مزارِ انور پر حاضر ہوئے اور رو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال زیارت کے لئے حاضر ہوا تب حضور پردہ میں چھپ گئے۔ یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ بہت دیر میں جب آپ کو ہوش آیا تو لوگ قبر انور سے اُٹھا کر باہر لائے اس عرصہ میں بلال کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج رسول اللہ ﷺ کے موذن بلال آئے ہیں سب نے مل کر بلال سے درخواست کی کہ اللہ کے لئے ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو رسول اللہ ﷺ کو سناتے تھے۔ بلال فرمانے لگے دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ حضور کی اس دنیوی زندگی میں اذان دیتا تھا تو جس وقت ''اشھدان محمد رسول اللہ'' کہتا تھا رسول اللہ ﷺ کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کسے دیکھوں گا؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال نے انکار ہی کیا بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ بلال کسی کا کہنا نہیں مانیں گے تم کسی کو بھیج کر حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلالو اگر وہ آ کر بلال سے اذان کی فرمائش کریں گے تو بلال ضرور مان جائیں گے کیونکہ حضور کے اہل بیت سے بلال کو عشق ہے۔ یہ سن کر ایک صاحب جا کر حضرت حسن و حسین کو بلا لائے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہنے آ کر بلال کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال! آج ہمیں بھی وہ اذان سنا دو جو ہمارے نانا جان کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال نے امام حسین کو گود میں اُٹھا کر کہا تم میرے محبوب کے ٹکڑے ہو، نبی کے باغ کے پھول ہو جو کچھ تم کہو گے منظور کروں گا، تمہیں رنجیدہ نہ کروں گا کہ اس طرح حضور کو مزار میں رنج پہنچے گا اور پھر فرمایا حسین مجھے لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔ حضرت حسین نے حضرت بلال کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ حضرت بلال نے اذان کہنا شروع کی ''اللہ اکبر'' مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدقہ کا وقت تھا حضور اکرم ﷺ کو وصال فرمائے ہوئے ایک زمانہ ہوا تھا آج مہینوں کے بعد اذانِ بلال کی آواز سن کر حضور کی دنیوی حیاتِ مبارک کا سماں بندھ گیا۔ بلال کی اذان سن کر مدینہ منورہ کے بازار گلی کوچوں سے

لوگ آ کر مسجد میں جمع ہوئے ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا، پردہ والی عورتیں باہر آ گئیں، اپنے بچوں کو ساتھ لائیں جس وقت بلال نے "اشھدان محمد رسول اللہ" سے نکالا ہزار ہا چیخیں یک دم نکلیں اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، عورتیں روتی رہیں، بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ بلال موذنِ رسول اللہ ﷺ تو آ گئے مگر رسول اللہ ﷺ مدینہ کب تشریف لائیں گے۔ حضرت بلال نے جب "اشھد ان محمد رسول اللہ" سے نکالا اور حضور کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو حضور کے غمِ ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آ کر بیٹھے اور روتے ہوئے ملک شام چلے گئے۔ (مدارجِ النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

عشق رسول کی دیوانی

حضرت عائشہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آ کر عرض کیا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا (شفاء شریف)

خلاصہ یہ کہ حضرت اسحاق تجیبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام خشوع وانکسار کرتے ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور حضور ﷺ کے اشتیاق وزیارت فراق میں رویا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا یہی حال بعد والوں کا تھا۔

تابعین

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں ایوب سختیانی، محمد بن منکدر تیمی، امام جعفر صادق، عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، عامر بن عبداللہ بن زبیر، صفوان بن سلیم اور امام محمد بن مسلم زہری سے ملا کرتا تھا۔ میں نے ان کا یہ حال دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا وہ شوقِ زیارت میں رویا کرتے بلکہ بعض تو بیخود ہو جایا کرتے۔ (شفاء شریف)

جملہ عاشقانِ رسول ﷺ

تقریباً یہی حال جملہ عاشقانِ رسول ﷺ کا تھا اور ہے زمانہ کے عشاق کے چند نمونے۔

خود امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر "لا الٰہ الا اللہ" اور

دوسرے پر ’’محمد رسول اللہ‘‘نقش ہو گا۔

عشق صادق ہی کا کرشمہ ہے کہ نازک سے نازک موڑ پر اس نے آپ کی دستگیری کی اور حدود شرع میں ادب کی سچی راہ دکھائی۔ کتنی ہوشیاری کے ساتھ جذبۂ عشق کا اظہار کیا ہے اور احتیاط کا عالم یہ ہے کہ

پیش نظر وہ نور بہار سجدہ کو دل ہے بیقرار　　روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

اے شوق دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں　　اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

بے اصل و بے ثبات ہوں بحر کرم مدد

پروردۂ کنارِ سراب و حباب ہوں

حل لغات

ثبات (عربی مذکر) استقلال، مضبوطی، ٹھہراؤ۔ بے کے داخلہ سے نفی کے معنی ہوا۔ سراب (عربی مذکر بالفتح) ریت جس پر گرمی کے موسم میں دھوپ کے وقت پانی کا دھوکہ ہوتا ہے، سراسر دھوکہ۔ حباب (عربی، مذکر بالضم) پانی کا بلبلہ۔

شرح

اے بحر کرم مدد فرمائیے اس لئے کہ میں تو بالکل بے کار اور نکما بلکہ سراب و حباب کے بعلوں کا پروردہ یعنی کسی قطار وشمار میں نہیں ہوں۔ محبوبِ اکرم ﷺ کو عجز و نیاز اور انکسار مرغوب ہے اسی لئے ہر محبوب بندہ عجز و نیاز کا اظہار کر کے مدد کا طالب ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا

جسے یار فرید قبول کرے　　سرکار وی توں سلطان وی توں

ورنہ احقر کمتر لاشی لامکان وی توں

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انا عند منکسرۃ القلوب (اوکما قال)

میں ٹوٹے دلوں کے نزدیک ہوں۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے

وما تواضع احد الا رفعة الله

جوبھی تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مراتب بلند کرتا ہے۔

بزرگانِ دین نے اس پر عمل پیرا ہوکر بڑے کمالات حاصل کئے۔

غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں تین طالب علم تھے۔ایک بزرگ کا انہوں نے حال سنا وہاں حاضر ہوئے ایک تو اس خیال سے کہ اس شخص کی علمیت معلوم کروں اس سے بحث ومباحثہ ہوں۔ دوسرا اس غرض سے کہ میرے حق میں یہ بزرگ دعا دیں علم حاصل کروں ایک ادب کے لحاظ سے گیا۔ایک غرور اور عجب میں مبتلا ہوکر گیا ذہین تھا،محقق تھا، جاتے ہی مناظرہ شروع کیا، مسائل میں اس بزرگ کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔ دوسرا ادب سے خاموش بیٹھا رہا بزرگ نے از خود پوچھا تم کیسے آئے ہو۔فرمایا حضرت میں تو صرف دعا اور استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بزرگ نے آثار سے معلوم کیا کہ اس شخص کا تمام اولیائے وقت پر اثر ہوگا اس سے ایک عالم فیض پائے گا۔ یہ طالب علم آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے مشہور ہوا۔ دوسرا حکومت کی جانب سے سفیر ہوا اس کے نفس کا غرور اور عجب بڑھتا رہا چند یوم کے بعد ایک عیسائی عورت پر فریفتہ ہوا اس کے کہنے پر اسلام کو چھوڑ دیا اور اس کے خنزیروں کے ریوڑ چرانے لگا۔عشق نے ہر طرح ذلیل ورسوا کر دیا، سینہ سے تمام علم اور قرآن مجید اُٹھوا دیا گیا۔اس کا نام ابن سقا تھا جو مرتد ہوگیا۔تیسرا صرف دنیا دار ہوا جو حکومت وقت میں قاضی مقرر تھا۔

عبرت فزا ہے شرمِ گناہ سے مرا سکوت
گویا لب خموشِ لحد کا جواب ہوں

حل لغات

عبرت (بکسر العین عربی، مونث) نصیحت، خوف، تنبیہہ۔فزا، امر از فزودن بمعنی بڑھنا لیکن یہاں فاعل ترکیبی ہے۔فارسی زبان کے قواعد میں سے ہے کہ کوئی اسم امر کے ساتھ ملانے سے فاعل کا معنی دیتا ہے اسے فاعل ترکیبی کہتے ہیں۔تفصیل فقیر نے اُویسی نامہ میں لکھی ہے اب معنی ہوا عبرت بڑھانے والا۔مرا، میرا۔سکوت (عربی مذکر) خاموشی، چپ لب، خاموش لحد میں اضافت ہے اور فارسی اردو میں مضاف پر زیر آتی ہے۔لحد بفتحتین (عربی) وہ بغلی کھوہ جو قبر کے ایک پہلو میں بنائی جاتی ہے، وہ گڑھا جو مردہ نہلانے کے لئے گھر میں کھود لیتے ہیں بمعنی قبر یہاں یہی مراد ہے۔ جواب،

یہاں پر بمعنی مقابل اور ثانی بدل مراد ہے۔

شرح

گناہ کے شرح سے میری خاموشی عبرت افزا ہے گویا میں قبر کے خاموش لبوں کا ثانی ہوں وہ اس لئے کہ گنہگار کا کام تو یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے اور بارگاہِ حق میں اپنی کوتاہی وکمی پر خوب روئے، آنسو بہائے اور مغفرت کی طلب میں ہزار حیلے جتن کرے لیکن میں ایک عجیب آدمی ہوں کہ امورِ بالا میں سے کسی ایک پر عمل نہیں کرتا ایسا خاموش اور چپ ہوں کہ گویا قبر کے خاموش لب ہوں کہ جیسے اس سے کبھی کوئی بات کے اظہار کا امکان نہیں میری اپنے گناہوں سے خاموشی اور چپ بھی لب خاموش لحد کی طرح ہے۔

ازالۂ وہم

اس میں گناہوں پر جرأت اور بیبا کی مطلوب نہیں بلکہ رحمت ایزدی پر بھروسہ کا اظہار ہے جو مومن کی ایک شان یہ بھی ہے کہ وہ رحمت حق سے مایوس نہ ہو۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۵۳)

تم فرماؤ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

شانِ نزول

مشرکین میں سے چند آدمی سید عالم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا دین بے شک حق اور سچا ہے لیکن ہم نے بڑے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، بہت سی مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں کیا کسی طرح ہمارے وہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا

وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

(پارہ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۸۷)

اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بیشک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس مضمون کی عملی تفسیر سیدنا وحشی قاتل سید نا حمزہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فتح مکہ کے بعد وحشی بن حرب حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے اگر میں اسلام قبول کرلوں تو کیا میری خطائیں معاف ہو سکتی ہیں۔ یہ وہی وحشی بن حرب ہے جس کے ہاتھوں سے سید الشہداء حضرت حمزہ ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ غزوۂ احد میں جس کی شقاوت نے پیغمبر اسلام ﷺ کو آبدیدہ کر دیا تھا۔ یہ ایک کرائے کا قاتل تھا لوگ اسے اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے کرائے پر خریدا کرتے تھے چنانچہ غزوۂ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے مکہ والوں نے اسے خریدا تھا اور ہدف دیا تھا کہ حمزہ کو قتل کرو منہ مانگا انعام ملے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"اگر اسلام لانے کے لئے تم ایک جرم کبھی بھی نہ کرو تو تمہارے سب جرائم معاف ہو سکتے ہیں سوائے شرک یہ جرم اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں کرتا پس اس سے بچے رہنا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرتا باقی جس کو چاہے معاف کردے گا۔"

یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ جرم نہ کرنا جنت ملے گی وحشی آبدیدہ ہو گیا اور کہنے لگا اللہ کے رسول ﷺ قرآن مجید میں یہ بھی تو آیا ہے کہ جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ وحشی زارو قطار رونے لگا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ قرآن مجید کے اس بیان کی رو سے میں نے مومن کو نہیں مومن اعظم کو قتل کیا ہے میرے ہاتھ تو حمزہ کے خون سے رنگین ہیں کیا یہ خطا بھی معاف ہو سکتی ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اگر وہ جو اپنے کئے پر نادم ہو جائے اور ایمان لے آئے اور عمل بھی اچھے کرے رب العالمین اس کی یہ خطا بھی نہ صرف معاف کر دیتا ہے بلکہ اس کی سیئات کو حسنات میں بدل دیتا ہے۔

وحشی بن حرب تھا بڑا ذہین کہنے لگا اللہ کے رسول ﷺ ایمان کے بعد قرآنِ مجید میں عمل صالحہ کی بھی بات تو آئی ہے نا میرا نفس بڑا سرکش ہے اگر میں اسلام قبول کر بھی لوں تو میرا نفس مجھے عمل صالحہ کرنے نہیں دے گا پھر جہنم رسید ہو جاؤں گا مجھے تو گارنٹی چاہیے اگر کوئی چھوٹی موٹی غلطی ہو جائے تو معاف ہو جائے تو قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی "اے پیغمبر ﷺ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتیاں کیں کہ خدا کی رحمت سے مایوس و نا امید نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ بخش دے گا بے شک وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔"

اب وحشی نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا آج سے مجھے بھی اپنے رضا کاروں میں سمجھئے۔ اپنی

زندگی کا ایک ایک سانس آپ کی اطاعت میں گزاروں گا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے بازو پھیلا لئے اور وحشی بن حرب کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا میں تجھے مبارکباد دیتا ہوں کہ تیری جہنم جنت میں بدل گئی۔ اب صرف اتنا کرنا میرے سامنے کم آیا کر کیونکہ میں جب تجھے دیکھتا ہوں تو مجھے میرے چچا حمزہ کی لاش کے ٹکڑے یاد آ جاتے ہیں۔

یہ بات وحشی بن حرب کے وجدان میں تیر کی طرح اتر گئی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر روتے تھے، آنسوؤں کی لڑیاں پروتے تھے، اشکوں سے منہ دھوتے تھے اور التجا کرتے تھے ''اے رب العالمین! تیرے در سے کچھ نہیں مانگتا بس ایک آرزو ہے میرے ہاتھوں سے تیرا ایک نامور دوست مارا گیا جس کی مظلومیت نے میرے محبوب ﷺ کو اشکبار کر دیا اب کرم کر اپنا کوئی نامور دشمن بھی مجھ سے مروا دے جس سے تیرے محبوب ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ چمک اُٹھے۔''

جب صدیق اکبر کی متفقہ قیادت کا زمانہ آیا تو جہاں دوسرے بہت سے فتنوں کی سرکوبی ہوئی اس جہاد میں فرزندانِ اسلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں سے متفق تھے اس جہاد میں وحشی بن حرب بھی شامل تھا۔

مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے لشکر اسلام میدان میں آیا ہوا ہے، صبح جہاد ہونا ہے۔ مجاہدین نے رات کو آرام کیا اور وحشی نے ساری رات خدا سے التجائیں کیں ''اے محمد ﷺ کے معبود! میری آرزو ہے تیرا نامور دوست مار چکا ہوں اب چاہتا ہوں قضا ادا ہو جائے سجدہ سہو چاہتا ہوں تیرے محبوب ﷺ کو رنجیدہ دیکھا تھا۔ حشر میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ چاہتا ہوں۔''

صبح ہوئی لشکر اسلام میدانِ جنگ میں اترا۔ وحشی بھی اسی لشکر میں گم ہو گیا کچھ دیر بعد ایک کونے سے آواز آئی وحشی زبانِ حال سے فرزندانِ اسلام سے کہہ رہا تھا مجھے مبارک باد دو اللہ نے میری التجا قبول کر لی۔

لوگوں نے دیکھا وحشی مسیلمہ کذاب کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہے اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر اٹھا رکھا ہے اور کہہ رہا ہے ''اب میں اس دنیا سے مطمئن ہو جاؤں گا رحمت دو عالم ﷺ کے حضور عرض کروں گا کہ غزوۂ احد میں میرے ہاتھوں آپ کا چچا مارا گیا تھا جس کی مظلومیت نے آپ کو اشکبار کر دیا تو اللہ کے رسول ﷺ تیری مسند پر کسی جھوٹے کو بھی برداشت نہیں کیا اور اسے واصلِ جہنم کر کے آیا ہوں۔'' یعنی مسیلمہ کذاب کو میں نے ہی قتل کیا۔

کیوں نالہ سوز سے کروں کیوں خونِ دل پیوں
سیخ کباب ہوں نہ میں جامِ شراب ہوں

حل لغات

نالہ (فارسی ،مذکر) فریاد،رونا۔سوز (فارسی ،مذکر) جلن ،دکھ،رنج،غم ،ملامت ،یہاں غم رنج وغیرہ مراد ہے۔ خونِ دل پیوں،غم میں گھٹنا،رنج اُٹھانا۔سیخ (فارسی ،مؤنث) کباب بنانے والی گول اورلمبی لوہے کی سلاخ یا سینک ۔نہ وصیلہ ہے جسے قبل و مابعد دونوں سے تعلق ہے۔

شرح

رنج والم سے فریاد کیوں کروں اور کیوں خواہ مخواہ غم میں گھٹوں اوررنج اُٹھاؤں اس لئے کہ میں نہ کباب کی سیخ ہوں کہ آگ میں جلوں سڑوں اور نہ میں شراب کا پیالہ ہوں کہ ہر وقت گردش میں رہوں میں غلامِ احمد مختار ہوں (ﷺ) جس غلام کا آقا عظیم الشان اور جلیل القدر ہوا سے کاہے کا ڈراور کاہے کا خوف اس لئے کہ آقاﷺ کو ہمارے سے ہماری زیادہ فکر ہے۔

دنیا میں تشریف آوری کے وقت

احادیث میں ہے کہ جب حضور سرورِ عالمﷺ اس خاکدانِ عالم میں اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق افروز فرمایا تب بھی تمہارا ہی خیال رہا اور جنابِ باری میں سجدہ کیا اور تمہاری مغفرت کی دعا مانگی ''یا رب امتی امتی'' اے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے۔پھر زندگی بھر امت کی بخشش اور مغفرت کے لئے نہ صرف دعائیں مانگیں بلکہ بڑی ریاضتیں کیں اور مشقتیں اُٹھائیں جن کی تفصیل کتبِ سیر میں مشہور ومعروف ہے۔

برزخ

جب اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف فرما ہوئے تب بھی تمہارا ہی خیال رہا جب مزارِ اقدس میں اتارے گئے اس وقت بھی تمہارا ہی خیال تھا اور تمہاری یاد میں لب ہائے مبارک ہلتے پائے۔حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کان لگا کر سنا کہ آپ آہستہ آہستہ فرمارہے ہیں ''یارب امتی امتی'' اے رب میری امت گنہگار کو بخش دے،میری امت گنہگار کو بخش دے۔

شب معراج

جب مرتبہ ”قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ“ کو (کہ وہ مقام ماسوی اللہ سب کو فراموش کرنے کا ہے) پہنچے تب بھی تمہیں نہ بھولے اور دعا و سلام یاد رکھا اور ”السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین“ فرمایا۔ صالحین امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے روبرو ظاہر فرمایا اور ہم گنہگارانِ امت کو اپنے دامن رحمت یعنی ضمیر جمع متکلم میں چھپایا۔

دارِ آخرت

انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمائیں۔ فرمایا میں کرنے والا ہوں عرض کی اُس روز آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پلصراط پر، عرض کی اگر وہاں نہ پاؤں تو کہاں ڈھونڈوں فرمایا میزان پر، عرض کیا اگر وہاں بھی نہ پاؤں تو کہاں تلاش کروں فرمایا حوضِ کوثر پر کہ ان تینوں جگہوں سے کہیں نہ جاؤں گا۔

فائدہ

تخصیص ان مواقع کی اس وجہ سے فرمائی گئی کہ یہی تین جگہ قیامت کے دن گنہگارانِ امت پر زیادہ مصیبت کی ہوں گی انہی جگہوں پر زیادہ رنج وغم درد والم گھیریں گے۔ پلصراط پر اس لئے تشریف فرما ہوں گے کہ امت کی دستگیری فرما کر پار لگائیں دوزخ سے نجات دلائیں، حوضِ کوثر پر اس لئے کھڑے ہوں گے کہ امت کے تشنہ لبوں کو جامِ کوثر پلا کر سیراب فرمائیں، میزان پر اس لئے کھڑے ہوں گے کہ امت کے اعمال اپنے روبرو تلوائیں اگر کسی کی بُرائیاں غالب آئیں شفاعت فرما کر اُسے بخشوائیں۔ جب مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں اُتارا اور حضور اکرم ﷺ کے پہلوئے مبارک میں سلایا بے اختیار چیخ ماری۔ لوگوں نے سبب اس کا پوچھا فرمایا میں نے وہ دیکھا جو تم کو نظر نہ آیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ابوبکر کی قبر پر تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں الٰہی میری امت کے بوڑھوں کو صدقے ابوبکر کے بخش دے۔ قیامت کے دن عمامہ مبارک رُخ انور سے جدا فرمائیں گے اور سجدہ میں جا کر جنابِ باری میں عرض کریں گے ”یارب امتی امتی“ اے رب میری امت کو بخش دے۔ قربان جایئے ایسے شفیقِ امت کے کہ جن کو دنیا و برزخ و آخرت ہر جگہ ہر دم و ہر لحظہ اپنی امت ہی کا خیال اور انہی کی یاد ہے۔

(صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)

دل بستہ بے قرار چاک اشک بار
غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں

حل لغات

چاک، کٹاہوایا پھٹاہوا۔اشکبار، آنسو بہانے والے، رونے والے۔سحاب (بالفتح عربی مذکر) بادل، بدلی گھٹا۔

شرح

دل بستہ ، بے قرار، جگر پھٹا ہوا، آنسو بہانے والا ہوں، غنچہ ہوں، گل ہوں، بجلی سوزاں اور بادل ہوں۔عشق حبیب ﷺ میں میرا حال یہی ہے جو مذکور ہوا اسی لئے مجھے بجائے خوف کے فخر و ناز ہے اس لئے عشق رسول ﷺ وہ قیمتی جوہر ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔

یہ شعر لف نشر مرتب ہے دل بستہ (غنچہ) بے قرار گل، جگر چاک، برق تپاں، اشک بار سحاب۔

اس شعر میں عشق رسول ﷺ کا درس دیا ہے کہ امتی پر لازم ہے کہ ہر وقت عشق رسول ﷺ سے سرشار رہے۔

اطاعت ھی درحقیقت عشق ھے

افسوس ہے کہ منکرین کمالات مصطفیٰ ﷺ عشق رسول ﷺ کو شرک کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور صرف اطاعت کو دین سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اطاعت ہی عشق کا نام ہے اس میں شک نہیں خالق کائنات نے قدم قدم پر حضور سرورِ عالم ﷺ کی اطاعت و محبت کو ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔ یہ سب بے مقصد اور بے معنی نہیں بلکہ انسانی دنیا میں اس کے بے پناہ خوش کن نتائج اور حیات آفرین ثمرات کا وعدہ کیا گیا ہے۔سیاسی و سماجی ، دنیاوی و آخروی ، دینی و اخلاقی تمام کامرانیاں اسی میں مضمر و پوشیدہ ہیں ۔اس سلسلے میں قرآن و حدیث ، عقل و نقل اور انسانی تجربات کے بے شمار تاریخی شواہد دستیاب ہیں ۔ جذبۂ عشق و اطاعت کو ابھارنے کے لئے چند قرآنی ارشادات پیش ہیں۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸، سورۂ نور، آیت ۵۲)

اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸، سورۂ نور، آیت ۵۱)

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ؁ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۷۱)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؁ (پارہ ۴، سورۃ النساء، آیت ۱۳)

اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ا وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۹)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؁ (پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۲۱)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (پارہ ۲۱،سورۃ الاحزاب، آیت ٦)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

فائدہ

اس آیت سے ظاہر ہے کہ دین و دنیا کے ہر امر میں حضور اکرم ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔اگر حضور اکرم ﷺ کسی امر کی طرف بلاتے اور ان کے نفوس کسی دوسرے امر کی طرف بلائیں تو حضور اکرم ﷺ کی فرمانبرداری لازم ہے کیونکہ حضور ﷺ جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی نجات ہے اور ان کے نفوس جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی تباہی ہے۔اس لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں وہ اپنی جانیں حضور اکرم ﷺ پر فدا کر دیں اور جس چیز کی طرف آپ بلائیں اس کا اتباع کریں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں ''جو شخص یہ نہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ ہی میری جان کے مالک ہیں اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں رسول اللہ ﷺ کی ولایت (حکم وتصرف) نافذ ہے اس نے کسی حال میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں چکھی کیونکہ آپ اولیٰ بالمومنین ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس معیار پر بھی سر فہرست صحابہ کرام ہیں۔

(۱) جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے،حضور اکرم ﷺ کی وفات کس دن ہوئی؟اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن و یومِ وفات میں بھی حضور اکرم ﷺ کی موافقت نصیب ہو۔حیات میں تو حضور اکرم ﷺ کا اتباع تھا ہی وہ ممات میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔اللہ اللہ یہ شوقِ اتباع کیوں نہ ہو صدیق اکبر تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ جس امر پر رسول اکرم ﷺ عمل کرتے تھے میں اُسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔اگر میں آپ کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔

(۳) زید کے باپ اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا اور (اس کی طرف نگاہ

کرکے) فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری کتاب المناسک)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ نے اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اُٹھا لے اور (بیچ کر) اس سے فائدہ اُٹھا۔ اس نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم میں اُسے کبھی نہ لوں گا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اُسے پھینک دیا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم باب الخاتم)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک جماعت پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو بلایا آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری باب فضل الفقراء)

(۶) رسول اللہ ﷺ کے لئے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہ کی جاتی تھی (بخاری کتاب الاطعمہ) ابن سعد نے بروایت ابو اسحٰق روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بن چھانے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا ہے اس لئے میرے واسطے آٹا نہ چھانا جایا کرے۔ (طبقات ابن سعد جز اول، قسم ثانی صفحہ ۱۰۹)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ اپنی اونٹنی ایک مکان کے گرد پھرا رہے ہیں اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے اس لئے میں نے بھی کیا (امام احمد و بزار) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام امورِ عادیہ میں بھی حضور رسالت مآب ﷺ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

حل لغات

دفتر (فارسی، مذکر) کچہری کے کاغذات کا رجسٹر، محکمہ آفس۔ انتخاب، عربی مصدر افتعال خلاصہ چنا ہوا، چناؤ، چننا۔

شرح

دعویٰ بالا تمام دلائل سے قوی تر ہے وہ یہ کہ مجھے شفاعت حبیب کبریاﷺ کا سہارا ہے اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ اے میرے شاہ حبیب خداﷺ عاصیوں کے اسماء جس دفتر پر مندرج ہیں اس میں میرا چنا وعاصیوں میں ابھی سے درج ہو چکا ہے اور آپ کا وعدہ کریمہ ہے۔

احادیث شفاعت

حضور سرورِ کونینﷺ نے فرمایا

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

حضور اکرمﷺ نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔

عن عوف بن مالک قال قال رسول اللہﷺ اتانی ات من عند ربی فخیر نی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ وبین الشفاعۃ فاخترت الشفاعۃ وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئا.

(رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہﷺ نے میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے میری امت جنت میں نصف داخل ہو کر اور شفاعت کو اختیار کیا اور وہ اس شخص کے لئے جو شرک پر نہ مرا ہو۔

اور فرمایا حضور اکرمﷺ نے کہ

اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم و صاحب شفاعتھم غیر فخر

روزِ قیامت میں انبیاء کا خطیب اور ان سب کی شفاعت والا بنوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

عن ابن مسعود قال قال النبیﷺ ثم یکونی ربی حلۃ فالبسھا فا قوم من یمین العرش مقاما لا یقومہ احسن یغطبنی فیہ الاولون والاخرون.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا میرا رب مجھے ایک حلہ پہنائے گا میں اس کو پہنوں گا اور عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ جہاں کوئی کھڑا نہ ہو سکے گا اس میں اولین وآخرین رشک کریں گے۔

اور فرمایا

ان الناس یصیرون یوم القیمة حتی امة یتبع بینها یقولون یا فلان اشفع حتی ینتھی الشفاعة الی النبی ﷺ . (رواہ البخاری)

بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے یہاں تک کہ ایک گروہ اپنے نبی کا اتباع کرے گا اور کہیں گے اے فلاں شفاعت کر یہاں تک کہ شفاعت نبی ﷺ تک پہنچے گی۔

مولیٰ دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
اشکِ مژہ رسیدہ چشمِ کباب ہوں

حل لغات

دہائی (اردو مؤنث) فریاد، نالش، بچاؤ، پناہ، قسم، واسطہ۔ اشک (فارسی) آنکھ رونے کا جو پانی نکلتا ہے، آنسو۔ مژہ (فارسی) پلک۔

خلاصه

میرے آقا و مولیٰ آپ کی درگاہ میں فریاد ہے۔ تیرا غلام تو نظروں سے گر کر جل رہا ہے اب یہ حال ہے کہ پلکیں آنسو سے بھیگی ہیں وہی کیفیت ہے جیسے کباب کے آگ کے اثر سے پانی نچوڑتا ہے یعنی میرا خامیوں اور کوتاہیوں سے گریہ وزاری سے کام ہے اور بس۔

شرح

یہ ایک حقیقت ہے کہ عاشق صادق ہے وہی جو ہر وقت یادِ محبوب میں زندگی بسر کرے۔

حدیث شریف

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا

من احب شیئا اکثر ذکرہ. (زرقانی جلد ۶ صفحہ ۶۱۴)

جو جس سے محبت رکھتا ہو اس کا وہ اکثر ذکر کرتا رہتا ہے۔

اسی لئے علماء کرام کا فیصلہ ہے۔

(۱) علامہ محاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

علامة المحبين كثرة الذكر للمحبوب علىٰ طريق الدوام لا ينقطعون ولا يملون ولا يفترون وقد اجمع الحكماء علىٰ ان من احب شيئا اكثر من ذكره فذكر المحبوب هو الغالب علىٰ قلوب المحبين لا يريدون به بدلا ولا يبغون عنه حولا ولو قطعوا عن ذكر محبوبهم لفسد عيشهم وما تلذذ المتلذذون بشئی الا من ذکر المحبوب. (زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴)

عشاق کی علامت ہے کہ وہ محبوب کا ذکر کثرت سے دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو کبھی چھوڑتے اور نہ کبھی کوتاہی کرتے ہیں اور حکماء کا اس پر اجماع ہے کہ محبّ محبوب کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اور محبوب کا ذکر محبوبوں کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا اور اگر ان کے محبوب کا ذکر ان سے جدا ہو جائے تو ان کی زندگی تباہ ہو جائے اور وہ کسی چیز میں لذت وحلاوت نہیں پاتے جو ذکر محبوب میں پاتے ہیں۔

ومن علامات محبته عليه الصلوٰة والسلام تعظيمه عند ذكره واظهار الخشوع والخضوع والانكسار مع سماع اسمه ﷺ. (زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ ۳۱۵)

حضور اکرم ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا اظہار کیا جائے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ومن علامات محبته ﷺ كثرة الشوق الىٰ لقائه اذ كل حبيب يحب لقاء حبيبه.

(زرقانی علی المواہب جلد ۶ صفحہ ۳۱۷)

اور آپ ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زیارت اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محبّ اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

ومن علامات محبته ﷺ ان يلتذ محبه بذكره الشريف ويطرب عند سماع اسمه المنيف

اور آپ ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا محبّ آپ کے ذکر شریف سے روحانی لذت وسرور پائے اور آپ کے ....

حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۱)جعلت تمام الایمان بذکرک معی وقال ایضا جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی

(شفاءشریف جلد ۱صفحہ ۱۲)

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

(۲)حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اتانی جبریل فقال ان ربک یقول تدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ اعلم قال اذ ذکرت ذکرت معی. (زرقانی علی المواہب و درمنشور جلد ۶ صفحہ ۳۶۴)

میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا بے شک آپ کا رب فرمایا ہے کہ (اے حبیب) تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔

قرآنِ مجید

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ. (پارہ ۲۶،سورۃ الفتح،آیت ۹)

تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ. (پارہ ۲۷،سورۃ الحدید،آیت ۷)

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ . (پارہ ۲۷،سورۃ الحدید،آیت ۱۹)

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ . (پارہ ۲۶،سورۃ الحجرات،آیت ۱۵)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ . (پارہ ۱۰،سورۃ الانفال،آیت ۴۶)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ . (پارہ ۴،سورۃ النساء،آیت ۱۳)

اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔

وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه ا (پارہ ۱۰،سورۃ التوبہ، آیت ۷۱)

اور اللہ ورسول کا حکم مانیں۔

وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه . (پارہ ۲۶،سورۃ الحجرات، آیت ۱۴)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے۔

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ. (پارہ ۹،سورۃ الانفال، آیت ۲۴)

اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه . (پارہ ۴،سورۃ النساء، آیت ۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه . (پارہ ۲۲،سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ . (پارہ ۱۰،سورۃ التوبہ، آیت ۱)

بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ . (پارہ ۱۰،سورۃ التوبہ، آیت ۳)

اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ . (پارہ ۱۰،سورۃ التوبہ، آیت ۱۶)

اور اللہ اور اس کے رسول کے سوا۔

اَنَّه مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه . (پارہ ۱۰،سورۃ التوبہ، آیت ۶۳)

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه. (پارہ ۲۸،سورۃ المجادلۃ، آیت ۵)

بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه . (پارہ ٦،سورۃ المائدہ، آیت ۳۳)

اللہ اوراس کے رسول سے لڑتے۔

وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه . (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۲۹)

اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اوراس کے رسول نے۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ. (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱)

تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ ورسول ہیں۔

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ . (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۹)

اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه. (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۳)

اور جو اللہ اوراس کے رسول سے مخالفت کرے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه (پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۳)

یہ اس لئے کہ اُنہوں نے اللہ اوراس کے رسول سے مخالفت کی۔

مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه ا (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۵۹)

جو اللہ ورسول نے ان کو دیا۔

سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه وَ رَسُوْلُه ا (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۵۹)

اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِه. (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۸۴)

بیشک وہ اللہ ورسول سے منکر ہوئے۔

اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه. (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۷۴)

اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه وَ لِلرَّسُوْلِ . (پارہ ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۴۱)

پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول کا ہے۔

الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه ا (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۹۰)

وہ جنہوں نے اللہ ورسول سے جھوٹ بولا تھا۔

وَ سَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہ . (پارہ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۹۴)

اور اب اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ . (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۱)

جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں۔

اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَ رَسُوْلُہ ا (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۰)

کہ اللہ ورسول ان پر ظلم کریں۔

وَ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہ ا (پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۲۲)

اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے۔

اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ . (پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۲۹)

اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو۔

وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِہ. (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۱)

اور جو تم میں فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کی۔

اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہ . (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶)

جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ. (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱)

اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ ا (پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۸)

اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں۔

وَ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَ لِرَسُوْلِہ . (پارہ ۲۸، سورۃ المنفقون، آیت ۸)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہ. (پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۱۲)

ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا۔

وصیت آدم علیہ السلام

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

اقبل آدم علیٰ ابنه شيث فقال اى بنى انت خليفتي من بعدى فخذها بعمارة التقوىٰ و العروة الوثقى فكلما ذكر ت الله فاذكر الى جنبه اسم محمد فانى رايت اسمه مكتوبا علىٰ ساق العرش وانا بين الروح و الطين ثم انى طفت السموات فلم ارفى السموات موضعا الا رايت اسم محمد مكتوبا عليه و ان ربى اسكننى الجنة فلم ارفى الجنة قصرا و لا غرفة الا وجدت اسم محمد مكتوبا عليه ولقد رايت اسم محمد مكتوبا علىٰ نحور الحور العين وعلىٰ ورق قصب لجام الجنة وعلىٰ ورق شجرة طوبىٰ وعلىٰ ورق سدرة المنتهى وعلىٰ اطراف الحجب وبين اعين الملئكة فاكثر ذكره فان الملائكة من قتل تذكره فى كل ساعاتها. (زرقانی علی المواہب)

آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام (محمد ﷺ) کا ذکر کرو کیونکہ میں نے اُن کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں روح و طین کے درمیان تھا پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آئی جہاں نامِ محمد (ﷺ) لکھا ہوا نہ ہو اور میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالا خانے اور برآمدے پر اور تمام دروں کے سینوں کے اوپر اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر اور شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں میں نامِ محمد (ﷺ) لکھا ہوا دیکھا ہے لہٰذا تو کثرت سے ان کا ذکر کیا کر کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دروا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

خلاصہ

یہ انا نیت مٹ جائے تو جلوہ عیاں ہے وہ ہر جگہ ہے وہ کون سی جگہ ہے جہاں محبوب کا جلوہ نہیں اے دردِ عشق تو میرا صحیح علاج کر میں اپنا حجاب خود ہوں درمیان سے خودی ہٹ جائے تو بلا حجاب ہر وقت دیدار سے سرشار رہوں گا۔

شرح

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے وصالِ حبیب ﷺ کا ضابطہ بتایا ہے اور یہ نسخہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجرب ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یوں تو ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مجرب نسخہ پر عمل فرمایا لیکن بعض حضرات نے نمایاں کامیابی حاصل کی ان سب کو جمع کیا جائے تو دفاتر نا کافی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارک کا ہر لمحہ امام الانبیا ﷺ کے عشق میں کام آیا یہاں تک آئمہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حال مزارِ اقدس میں بھی سرکارِ مدینہ ﷺ کے پہرہ دار ہیں ان کی زندگی کا سب سے پہلا واقعہ ملاحظہ ہو۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا ایک واقعہ

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو جتنی کوشش ہوتی تھی چھپائے رکھتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے کوئی اذیت نہ پہنچے اسی مخفی رکھنے کی تلقین کرتے تھے جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ اسلام برسرِ عام کی جائے۔ اول تو حضور ﷺ نے انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر آپ نے انکار نہ کیا اور قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے تبلیغی خطبہ شروع کیا یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں برسرِ عام پڑھا گیا اور حضور اکرم ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ اس دن ایمان لائے اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف با اسلام ہوئے۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باوجود اس کے کہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور پر عظمت و شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرۂ مبارک خون سے بھر گیا ناک کان سب لہولہان ہو گئے تھے، پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے لاتوں سے مارا، پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا سب کچھ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے بنو

تیم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کو خبر ہوئی وہاں سے اُٹھ کر آئے کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق اس وحشیانہ حملے سے زندہ بچ سکیں گے۔

بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی اگر اس حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا شام تک حضرت ابوبکر صدیق پر بے ہوشی طاری رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آئی تھی شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلے یہ لفظ تھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہے۔ بات کی تو وہ بھی حضور ہی کے متعلق لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے تاہم انہیں حوصلہ ہوا کہ جان باقی ہے اور بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ اُم خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کردیں وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ میرے آقا کا کیا حال ہے، حضور اکرم ﷺ پر کیا گزری؟ ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں کہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا اُم جمیل (حضرت عمر کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے۔ اماں بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اِم جمیل کے پاس گئیں اور حضور اکرم ﷺ کا حال پوچھا وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد اور کون ابوبکر تیرے بیٹے کا سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں! اُم خیر نے قبول کرلیا اور ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر کی حالت کو دیکھ کر تحمل نہ کرسکیں بے تحاشا رونا شروع کردیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کردیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے پھر پوچھا کہ حضور کا کیا حال ہے ام جمیل نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں آپ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کھاؤ تو ام جمیل نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں آپ نے پوچھا اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضور ﷺ کی زیارت نہ کرلوں گا ان کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں مگر انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں گا کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوجائے مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضور ﷺ کے

پاس لے گئیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے لپٹ گئے۔ حضور اکرم ﷺ بھی روئے اور سب مسلمان بھی رونے لگے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپ ہدایت کی دعا فرمائیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اول دعا فرمائی اس کے بعد ان کو اسلام کی تبلیغ کی وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔

یارِ غار، پیغمبر کا وفادار، مدنی کا حب دار، محبت کا دعویدار، جس پر پیغمبر شفیق ہے، صحابہ میں لئیق ہے، نہایت خلیق ہے، لقب میں صدیق ہے، غار کا رفیق ہے، وہ یہی ابوبکر صدیق ہے۔

اسی طرح ہجرت کو دیکھئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح محبوب خدا ﷺ پر جان قربان فرمائی ایسے ہی آپ کے جملہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو یقین ہوگا کہ آپ نے خودی مٹائی تو جلوۂ مصطفیٰ ﷺ جس طرح صدیق اکبر ﷺ کو نصیب ہوا کسی دوسرے کے نصیب کہاں۔ ایسے ہی ہر صحابی کا درجہ بدرجہ حال تھا ان سب کے حالات مدنظر رکھ کر سمجھیں کہ انہوں نے اپنی جانیں قربان کیں، اپنی خودی مٹائی تو بے حجابانہ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہوئے۔ صحابہ کرام کے حالات میں سے صرف دو جان نثاروں کا حال ملاحظہ ہو۔

ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضور پاک ﷺ اور بہت سے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے ان کے چہرے پر فکر کی لکیریں صاف نظر آرہی تھیں۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی بہت ہی اہم مسئلہ درپیش ہو۔ بات بھی کچھ فکر کی ہی تھی صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوئے کچھ ہی عرصہ گذرا تھا اس کی ایک شرط کے مطابق اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ جائے تو اسے واپس کردیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی اس پر اتفاق کرلیا تھا ابو جندل کا واقعہ گزرے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے اور مسلمانوں پر اس کے اثرات ابھی باقی تھے۔ وہ اپنے ایک بھائی کی مجبوری دیکھ کر نہایت افسردہ تھے کہ اب ابوبصیر مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے اور ان کے ولیوں زہر بن عوف اور اخنس بن شریق نے صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ اسے واپس بھیج دیا جائے انہوں نے یہ پیغام بنی عامر کے ایک شخص کی وساطت سے بھیجا اور ساتھ ہی اپنا غلام بھی روانہ کردیا۔ وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عامری بولا اے احمد ﷺ صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق ہمارے ولی نے ابوبصیر عتبہ بن سعید کا مطالبہ کیا ہے انہیں ہمارے ساتھ روانہ کردیا جائے۔

اس سے پہلے کہ آپ کوئی جواب دیتے ابوبصیر بول اُٹھے نہیں نہیں یارسول اللہ یہ ظلم ہوگا میں اپنی مرضی سے آیا

ہوں میں یہیں اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے مشرکوں کے حوالے کر دیں گے کیا ایسا ہوتا رہے گا کہ وہ ہمارے اوپر جو ظلم جہاں چاہیں ڈھالیں۔

تمام صحابہ کرام کے دل بھر آئے وہ نہایت اضطراب اور تذبذب میں مبتلا دکھائی دے رہے تھے حضور اکرم ﷺ کو بھی بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی لیکن وعدہ خلافی ان کا شیوہ نہیں تھا انہوں نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کوئی مسلمان بد عہد نہیں ہو سکتا ہماری بڑائی اسی میں ہے کہ اپنے وعدے کا پاس کرتے ہوئے ابو بصیر کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا۔

ابو بصیر کی پُر امید نگاہوں میں یکا یک یاس بھر آئی۔ اُسے کچھ امید سی ہو گئی تھی شاید حضور اکرم ﷺ مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دیں لیکن انہوں نے وعدہ وفا کرنے کی اعلیٰ مثال دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی حضور اکرم ﷺ نے ابو بصیر کو واپس ان لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا اور صبر کی تلقین فرمائی۔

سفر کا آغاز ہو چکا تھا ابو بصیر نہایت افسردہ نظر آ رہے تھے، سفر کرتے کرتے وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے ابو بصیر اب کسی قدر مطمئن نظر آ رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اہم فیصلہ کر لیا ہو، کسی خطرناک ارادے کی تکمیل کے لئے بے چین ابو بصیر نے اچانک نہایت محبت سے عامری سے باتیں شروع کر دیں۔

''یہ تلوار تو بہت خوبصورت ہے اس کی دھار تو دیکھو کتنی تیز ہے'' عامری ان کے ارادوں سے بالکل بے خبر تھا اس نے جواب دیا ''ہاں بھئی! واقعی بہت تیز ہے۔'' ابو بصیر نے کہا ''ذرا دکھاؤ تو کہاں سے خریدی ہے'' عامری نے تلوار ابو بصیر کے ہاتھ میں دے دی ابو بصیر نے تلوار کے ایک ہی وار سے عامری کا سر قلم کر دیا۔ یہ پوزیشن دیکھ کر غلام بھاگتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو تمام واقعات سنائے کچھ دیر بعد ابو بصیر بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی شرط پوری ہو گئی آپ نے جو عہد کیا آپ اس کی تکمیل و تعمیل فرما چکے ہیں اب میرا ذاتی معاملہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو عجیب صورتِ حال کا سامنا تھا اگر وہ ابو بصیر کو مدینہ میں رکھتے تو عہد ٹوٹنے کا ڈر تھا اگر وہ بھیج دیں تو ایک مسلمان کی دوہری دل شکنی ہوتی۔ آپ نے اس بارے میں بھی کوئی احکامات جاری نہیں فرمائے تھے کہ ابو بصیر نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر دل ہی دل میں فیصلہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر سمندر کے کنارے عیص کے مقام پر چلے گئے آہستہ آہستہ یہ خبر مکہ کے تمام مسلمانوں کو ہو گئی۔ کفار کے ظلم و ستم کے مارے ہوئے مسلمان جو تعداد میں سترہ تھے

مکہ سے فرار ہو کر ابوبصیر سے آن ملے اب ان کی پوری پارٹی بن چکی تھی۔ عیص کا مقام مکہ سے شام کو جانے والے راستے پر تھا وہاں پر لوگ اکٹھے ہو گئے تھے لیکن ان کے گزارے کے لئے سامان کی ضرورت تھی انہوں نے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مکہ سے آنے والے تاجر مشرکین کے قافلوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور مالِ غنیمت پر بسر اوقات شروع کر دی۔ مکہ کے لوگوں کا زیادہ کاروبار تجارت تھا وہ کچھ چیزیں ادھر سے اُدھر لے جاتے تھے اور اس سے بہت نفع حاصل ہوتا تھا اب ان کے لئے بڑی مشکل پیدا ہو گئی تھی کوئی ہی ایسا قافلہ ہوتا تھا جو بچ کر جاتا تھا مکہ والوں کو اب فکر لاحق ہو گئی تھی۔ انہوں نے متحد ہو کر اپنے ولی سے ان کی شکایت کی۔ ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا جنابِ عالی ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ مکہ سے شام کو جانے والے راستے میں عیص کے مقام پر چند ڈاکو ہمارے تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے ہیں سردار کچھ سوچتے ہوئے بولا لیکن تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔ جناب ان کا سردار ابوبصیر ہے یہ وہی شخص ہے جو مکہ سے مدینہ چلا گیا تھا جب اسے لینے گئے تو اس نے ساتھ آنے والے شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اوہ سردار نے جواب دیا اچھا وہ لیکن اس علاقے تک ہماری رسائی مشکل ہے۔ ایک اور تاجر بولا لیکن سردار ہمارا تمام اثاثہ اس طرح ضائع ہو رہا ہے اگر یہی حالت رہی مکہ کی معاشی حالت بالکل تباہ ہو کر رہ جائے گی۔

سردار پُرسوچ انداز میں بیٹھا رہا کوئی بھی ترکیب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہاں اُن کی سرکوبی کرنے کے لئے ان کے پاس زیادہ نفری نہ تھی۔ اچانک ایک سردار نے مشورہ دیا کیوں نہ صلح حدیبیہ کی اس شرط کو ہی ختم کر دیا جائے۔

تمام لوگ سوچ میں پڑ گئے آخر کار متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ یہ شرط ختم ہی ہونی چاہیے۔ انہوں نے ایک خط حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں تحریر کیا اور گذارش کی کہ ان مسلمانوں کو واپس مدینہ بلایا جائے تاکہ قریش کے تجارتی قافلے ان کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔

صدقے ہوں اس پہ نار سے دے گا جو مخلصی
بلبل نہیں کہ آتشِ گل پر کباب ہوں

حل لغات

مخلصی، رہائی، چھٹکارا۔ کباب، بھنا ہوا گوشت، جلا ہوا، بھنا ہوا۔

شرح

میں اس پر قربان جو نارِ جہنم سے چھٹکارا دے گا یہ بلبل نہیں کہ گل کی آگ سے کباب ہو جائے یہ قیامت میں آپ

کی شفاعت سے خلق خدا کو آتش دوزخ سے نجات ملے گی۔ یہ مجازی معنی ہے اور حق بھی ہے لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اشارہ روح البیان کے نقل کردہ مضمون کی طرف ہے وہ فرماتے ہیں کہ دوزخ کو ایک ہزار لگام سے جکڑا جائے گا اس کی ایک ایک لگام کے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے کھینچ کر میدانِ حشر میں لائیں گے۔ دوزخ اپنی باگیں توڑ کر کفار پر حملہ کرے گی اور اس کی تمام باگیں ٹوٹ جائیں گی اور وہ میدانِ حشر کو لتاڑتی ہوئی کہے گی آج میں ان سے بدلہ لوں گی جو رزق خدا کا کھاتے اور پرستش غیر کی کرتے اسے سوائے نبی پاک ﷺ کے کوئی نہ روک سکے گا آپ اپنے نور مبارک سے اس کا مقابلہ کرکے اسے میدانِ حشر سے ہٹا دیں گے حالانکہ ہر فرشتے کی قوت وطاقت اتنی بڑی زبردست ہوگی کہ وہ زمین اور اس کے تمام پہاڑوں کو اکھیڑ کر بلا تکلف اوپر کو لے جائیں لیکن باوجود اس کے وہ تمام فرشتے دوزخ کے آگے بے بس ہوگئے اور نبی پاک ﷺ اسے بھگا دیں گے۔ (روح البیان صفحہ ۲۹ سورۂ ملک رکوع ۱)

احادیث مبارکہ

مضمون مذکورہ کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ (دنیا میں) میں نے آگ کو پھونک ماری ورنہ وہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (روح البیان حوالہ مذکور)

فائدہ

قطع نظر معجزہ کے اعتقاد کہ آپ کی جسمانی قوت وطاقت بھی امتیازی تھی۔

جسمانی قوت

بشر کی جسمانی قوت کی تشریح کی ضرورت نہیں ہر انسان اپنی قوت کو خوب جانتا ہے لیکن نبی پاک ﷺ کی قوتِ بشری ملاحظہ ہو۔

عن مجاھد قال اعطی رسول اللہ ﷺ قوۃ بضع و اربعین رجلا من اھل الجنۃ.

(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ٦٨٧)

رسول اللہ ﷺ کو اہل بہشت کے چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی۔

ابو نعیم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۹۳)

بھشتی مرد کی قوت

امام احمد بن حنبل، نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ ایک جنتی شخص کو کھانے پینے اور جماع وغیرہ کے لئے ایک سو دنیوی مردوں کی طاقت حاصل ہوگی۔ (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

چار ھزار مردوں کی طاقت

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ دنیا میں نبی پاک ﷺ کو چار ہزار مردوں کی طاقت حاصل تھی۔

(حاشیہ بخاری)

تائید

اس میں قوت و طاقت کی تائید حضور اکرم ﷺ سے پہلوانوں کے عجز سے ہوتی ہے کہ پہلوانوں نے آپ کے ساتھ قوت آزمائی تو انہوں نے آپ کی طاقت کے آگے ہتھیار ڈالے دیئے مثلاً رکانہ نے اظہارِ عجز کیا اس کی تفصیل اگلے شعر میں آتی ہے اور مروی ہے کہ آپ نے ابوالاسود جمی کو بچھاڑا تھا جو ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں سے نکالنے کی کوشش کرتے وہ چمڑا پھٹ جاتا مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا "اگر آپ مجھے کشتی میں بچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا" آپ نے اسے بچھاڑ دیا مگر وہ بد بخت ایمان نہ لایا۔ (مواہب لدنیہ)

قالب بہتی کئے ہمہ آغوش ہے ہلال
اے شہسوار طیبہ میں تیری رکاب ہوں

حل لغات

قالب، سانچہ، ڈھانچہ، پنجرۂ جسم۔ آغوش، گود، بغل، کولی۔ ہلال، ماہ نو، پہلی تا تیسری رات کا چاند۔ شہسوار، وہ سوار جو گھوڑے کی سواری میں ہوشیار ہو۔ حضور اکرم ﷺ کو براق پر سواری میں ہشیاری کی مناسبت سے شہسوار کہا گیا ہے۔ رکاب، گھوڑے پر چڑھنے کا آہن حلقہ، طباق۔

شرح

ہلال کی شکل بتاتی ہے کہ اس کے جسم نے خالی ہو کر ہمہ تن بغل کی صورت اختیار کر لی ہے اس تمنا میں یا اس خدمت گذاری کے لئے کہ آپ معراج پر تشریف لے جانے کے لئے براق پر سوار ہوں تو وہ آپ کے لئے رکاب بن کر

سرفرازی حاصل کرے اور رکاب کی شکل بھی ایک گونہ ہلال جیسی ہے اور یہ حق ہے کہ آپ کی خدمت کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔اسی لئے معراج پرتشریف لے گئے تو علویات میں ہر شے کو آپ کی خدمات کرنے کا موقعہ نصیب ہوا اسی لئے معراج کے نکات میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے معراج پایا اور باقی جملہ علویات کو آپ کی زیارت وخدمات سرانجام دینے پر معراج ہوئی۔

سوال

حضور سرورِ عالم ﷺ کو کیسے شہسوار کہا جا سکتا ہے جبکہ آپ مدینہ پاک کے ایک معمولی سے گھوڑے سے گر پڑے آپ کو خراش آئی جس کا ایک ماہ علاج ہوتا رہا (جیسا کہ بخاری شریف و دیگر کتب احادیث و سیر میں ہے)

جواب

ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ براق کی سواری کی ہشیاری کی مناسبت سے آپ شہسوار کے لقب سے ملقب ہیں اور اس میں تو مخالفین کو بھی شک نہیں ہوگا لیکن یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب براق جیسی سواری (کہ جہاں ہزاروں راکٹ اپنی پرواز کو عجز تصور کریں) پر آپ ایسے جم کے بیٹھے کہ ملکوتی سوار بھی رشک کناں تھے ہاں عربی گھوڑے سے گرنا امت کی تعلیم کے لئے تھا جیسا کہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ امت کو عمل کرکے تعلیم دی۔اس میں نہ تو عجز کو دخل ہے نہ مجبور کو مثلاً فقر و فاقہ کہ دو دو ماہ تک گھر میں فاقہ ہے، بھوک کے اظہار کے لئے شکم اطہر پر پتھر باندھ رکھے ہیں، ایسے ہی کپڑے کو خود سی رہے ہیں، سفر میں ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں چن رہے ہیں، جوتا ٹوٹ پڑا تو خود ٹانکہ لگا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہاں بھی براق کے شہسوار نے گھوڑے سے گر کر دکھایا تو بھی تعلیم امت مدنظر تھی کہ سواری سے گر کر صبر اور حوصلہ ہاتھ سے نہ جائے نہ ہی سواری کا قصور سمجھے ورنہ بہت سے بیوقوفوں کو دیکھا گیا ہے کہ سواری سے گرنے پر سواری پر ڈنڈے برسا رہے ہیں۔ آپ نے سمجھایا کہ دیکھو میں براق کا بڑا کتنا بڑا شہسوار ہوں تو بھی گر گیا ہوں۔

رکانہ پہلوان

رکانہ مکے میں ایک بہت بڑا پہلوان تھا کسی سے اس کی پیٹھ زمین پر نہیں لگی تھی۔ایک دن آپ ﷺ اس کے جنگل میں جہاں وہ بکریاں چراتا تھا پہنچے اس نے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہو آج مجھے خوب اکیلے ملے۔آپ نے اس سے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا تم میرے ساتھ کشتی لڑو۔اگر تم مجھے بچھاڑ دو تو میں دس بکریاں دوں گا آپ اس سے کشتی لڑے اور اس کو بچھاڑا اس نے کہا کہ میری لات وعزیٰ نے مدد نہ کی اور تمہارا رب غالب آیا۔پھر لڑو اگر اب

بچھاڑ دیا تو دس بکریاں اور دوں گا آپ نے پھر اسے بچھاڑا اس نے پہلی جیسی تقریر کی۔ پھر تیسری بار ویسے ہی لڑنے کو کہا آپ نے تیسری بار بھی اسے بچھاڑ لیا اس نے کہا یہ بکریاں حاضر ہیں ان میں سے اپنی حسبِ پسند چن لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری خوشی یہ ہے کہ تو مسلمان ہو جاتا کہ دوزخ سے نجات پائے ۔ اس نے معجزہ طلب کیا وہاں ایک سمرہ کا درخت تھا آپ نے اسے بلایا حسبِ فرمان رکانہ کے قریب آ کے ٹھہر گیا۔ اس نے عرض کی اسے حکم دو واپس چلا جائے حکم کے مطابق وہ درخت واپس ہوا آپ نے فرمایا اب مسلمان ہو جا۔ عرض کی اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو عورتیں مجھے طعنہ دیں گی کہ رکانہ ڈر کے مارے مسلمان ہو گیا ہے اس وقت مسلمان نہ ہوا لیکن فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا۔

(تواریخ حبیب الہ و سیرۃ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۹۰ وغیرہ)

اسی طرح ایک اور پہلوان کے ساتھ بھی ایسے ہوا جس کا ذکر سابق شعر میں گزرا۔

خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی ہر شان نرالی رکھی گئی تا کہ بنو آدم آپ کو اپنے جیسا مجبور بشر نہ سمجھ لیں بلکہ بشر مانیں نہ اپنے جیسا وہ یوں کہ نور لباس بشر میں ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب ''البشریۃ لتعلیم الامۃ'' کا مطالعہ فرمائیے۔

کیا کیا ہیں تجھ سے ناز ترے قصر کو کہ میں
کعبہ کی جان عرشِ بریں کا جواب ہوں

حل لغات

قصر، خشک لکڑی، محل، کوٹھی اس کی جمع قصور آتی ہے یہاں تیسرا معنی یعنی محل مراد ہے۔ جواب، مقابل، ثانی، بدلا، موقوفی، جوڑ، نامنظوری یہاں پہلا اور دوسرا معنی مراد ہے۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ کے محل (گنبد خضریٰ) آپ کی وجہ سے کیسے ناز اور فخر ہیں وہ تمسخرانہ طور کہتا ہے کہ میں کعبہ کی جان عرشِ بریں کا مد مقابل اور ثانی ہوں لیکن یہ صرف تخیل شاعرانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور جملہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قیام گاہ جملہ عوالم کی ہر جگہ و مقام یہاں تک کہ عرشِ بریں اور کعبۂ اقدس سے بھی افضل و اشرف ہے۔ اس کے حوالے آگے چل کر عرض کروں گا یہاں مصرعۂ ثانی میں امامِ اہل سنت نے حضور اکرم ﷺ کے محل کو کعبہ کی جان سے تعبیر فرمایا ہے اس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

کعبہ کی جان

جس میں امام اہل سنت کی زبان پر کعبہ کا کعبہ ہے خود سرورِ عالم ﷺ بھی اور آپ کی قیام گاہ بھی جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا ہے اور چند حوالے آگے بھی بیان کئے جائیں گے کہ آپ کی قیام گاہ عرشِ بریں اور کعبہ سے بھی افضل واشرف ہے تو یہ افضلیت واشرفیت حضور اکرم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اس لئے کہ آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو نہ کعبہ ہوتا نہ عرش نہ کوئی شے چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

حدیث لولاک

یہ مضمون حدیث لولاک کے عین مطابق ہے۔

(۱) امام بیہقی، طبرانی، حاکم نے مستدرک میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم، رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور اُنہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے پروردگارِ عالم بصدقہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ میری خطا معاف فرما۔ ارشاد ہوا

اذا سالتنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمد ماخلقتک.

اے آدم علیہ السلام تو نے ان کے وسیلہ سے مجھے سوال کیا پس میں نے تمہیں معاف کیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(۲) دیلمی راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے

اتانی جبرائیل فقال ان اللہ یقول لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار

میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے میں جنت اور دوزخ کو نہ بناتا۔

(۳) نزہۃ المجالس میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کس لئے مخلوق فرمائے گئے؟ فرمایا جب مجھ پر وحی نازل ہوئی میں نے عرض کیا یا اللہ تو نے مجھے کس لئے پیدا فرمایا ارشاد ہوا

لولاک ما خلقت ارضی ولاسمائی وزتی وجلالی لولاک ماخلقت جنتی ولا ناری

اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین اور آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی جنت اور دوزخ نہ بناتا۔

اگر اللہ تعالیٰ آفتابِ کائنات ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو ذرہ بھر کو بھی عالم وجود میں نہ لایا دنیا واہل دنیا جنت و نار کی تخلیق آپ ہی کے باعث ہوئی۔

(۴) ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا محمد مصطفیٰ ﷺ مجھ پر وحی بھیجی گئی ارشاد ہوا

لقد خلقت الدنیا واھلا لا عرفھم کرامتک ومنزلتک عندی لولاک ماخلقت الدنیا

میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا فرمایا کہ جو قدر ومنزلت آپ کی میرے ہاں ہے میں اسے ظاہر کروں آپ نہ ہوتے تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حدیث لولاک کی صحت اور مزید دلائل فقیر کی کتاب ''شرح حدیث لولاک'' کا مطالعہ فرمایئے۔

☆ آپ (ﷺ) رحمۃ للعالمین ہیں اور کعبہ بھی عالم میں ہے تو آپ کے لطف وعنایت کا محتاج ہے۔

☆ حضور سرورِ عالم ﷺ جملہ عوالم کے ذرہ ذرہ کے نبی ہیں اور کعبہ معظّمہ کے بھی اور عرش کے بھی وغیرہ وغیرہ۔

☆ آپ (ﷺ) کے نور سے ہی جملہ عوالم بنایا گیا کعبہ بھی آپ کے نور کا ایک جلوہ ہے۔ مزید دلائل فقیر کی کتاب ''کعبے کا کعبہ'' میں ملاحظہ فرمایئے۔

گنبد خضراء کے مکین کی اقامت گاہ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و دیگر علماءِ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما ہیں وہ جگہ کعبہ وعرش معلیٰ و دیگر جملہ مقامات سے افضل ہے۔

(۱) علامہ ابشکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں

جزم الجمیع بان خیر الارض ما قد حاط ذات المصطفیٰ وحورھا

جملہ علماء نے جزم کیا کہ زمین کا وہ حصہ سب سے افضل ہے جسے حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک نے گھیر رکھا ہے۔

ونعم لقد صدقوا بساکنھا علت کالنفس حین زکت زکاما واھا

یقیناً ایسا ہے اور انھوں نے سچ فرمایا کیونکہ سکونت کرنے والے سے ہی زمین کا قطعہ بلند قدر رہوتا ہے جس طرح نفس

پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا مسکن بھی پاکیزہ ہوتا ہے۔

(۲) علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

نقل القاضی تاج الدین السبکی عن ابن عقیل الحنبلی انها افضل من العرش وجزم بذلک ابوعبداللہ محمد بن رزین البحیری الشافعی احدالسادۃ العلماء من الاولیاء فقال فی قصیدته

ولا شک ان القبر الشریف موضع ۔۔۔ من الارض والسبع السموت طره

واشرف من عرش الملیک ولیس فی ۔۔۔ مقالی خلاف عند اهل الحقیقة

تاج الدین سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے نقل فرمایا وہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور اس پر جزم فرمایا۔ ابن رزین بحیری شافعی نے جو کہ علماء اولیاء کے زمرہ کے سرداروں سے ہیں اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں

اور اس میں شک نہیں کہ مزارِ پاک کی جگہ ساری زمین اور ساتوں آسمانوں سے اشرف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی یہ جگہ افضل ہے اور جو میں نے کہا ہے اس میں بھی اہل حقیقت کو اختلاف نہیں۔

ابن تیمیه کی ضلالت وگمراهی

ابن تیمیہ نے اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے کہ براہ راست مزارِ رسول کا سفر کرنا ناجائز ہے ہاں مسجد نبوی کی نیت ہو وہاں پہنچ کر مسجد نبوی کی زیارت کے بعد طفیلی طور پر قبر رسول پر جا سکتا ہے اس کی اس گمراہ عقیدہ کی خوب تردید یں ہوئیں۔ فقیر مختصراً عرض کرتا ہے

معمولِ صحابه

صحابہ کرام جب حج کے لئے مکہ مکرمہ جاتے تھے تو پہلے مدینہ طیبہ میں حاضری دیتے تھے پھر وہاں سے احرام باندھ کر جہاں سے رحمت عالم ﷺ نے احرام باندھا فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوتے۔

فائده

اگر مزارِ رسول کا سفر ناجائز ہوتا تو صحابہ کرام ایسا نہ کرتے۔ نیز

عن العبدی من المالکیة ان المشی لزیارۃ قبر النبی ﷺ افضل من الکعبة وسیاتی ان من نذر زیارۃ قبر النبی ﷺ لزمه الوفاء قولاً واحدا. (خلاصۃ الوفاء سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

علماءِ مالکیہ کے ایک عالم العبدی فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے مزارِ انور کی زیارت کے لئے پیدل چل کر جانا افضل ہے

کعبہ کی زیارت کے لئے پیدل چل کر جانے سے۔

مسئلہ

جو شخص نذر مانتا ہے کہ میں نبی رحمت کے مرقد اقدس کی زیارت کروں گا اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ پر سارے علماء متفق ہیں کوئی دوسرا قول نہیں۔ (ایضاً)

فائدہ

اگر مزارِ رسول ﷺ سفر نا جائز ہوتا تو اس کی منت کیوں پھر اس کی ادائیگی واجب کیوں۔

شاہا مجھے سقر مرے اشکوں سے تانہ میں
اب عبث چکیدۂ چشمِ کباب ہوں

حل لغات

سقر، دوزخ۔ اشکوں، اشک کی جمع بمعنی آنسو۔ عبث، بے کار، بے فائدہ، فضول، بلا وجہ۔ چکیدہ، ٹپکا ہوا۔

شرح

اے شاہ کائنات ﷺ میرے آنسو سے دوزخ کی آگ بجھ جائے تا کہ میں کباب کی آنکھ سے ٹپکے ہوئے پانی کی طرح بیکار نہ ہوں کیونکہ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی تو پھر دوزخ میں دخول کے سوا چارہ نہیں اور دوزخ میں داخل ہونے والے سے بڑھ کر بیکار اور کون ہوگا۔ اس شعر میں آیت ذیل کی ترجمانی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ بندہ بھی گڑگڑائے اور زاری بھی کرے اور اپنے نبی پاک ﷺ کو وسیلہ بھی بنائے۔

حکایت

ایک اعرابی سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد مزارِ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ اقدس کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا یہ بھی ہے "وَلَوْ اَنَّھُمْ ظَّلَمُوْا" میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہتا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی۔ قبر پر حاجت کے لئے بھی "جاؤک" میں داخل اور خیر القرون کا معلوم ہے۔ بعد وفات مقبولانِ حق کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

سوال

یہ آیت حضور اکرم ﷺ کی دنیوی زندگی کے لئے تھی اور اب آپ کے وصال شریف کے بعد اس کا حکم باقی نہیں رہا۔

جواب

حضرت امام قسطلانی شارح بخاری مواہب لدنیہ میں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

لان تعظیمه ﷺ لا ینقطع بموته ولا یقال ان استغفار الرسول لهم انهم انما هو فی حال حیاته ولیست الزیارة کذلک (مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۴)

حضور اکرم ﷺ کی تعظیم حضور کے وصال کے بعد منقطع نہیں اور یہ نہ کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کا گنہگاروں کے لئے استغفار حضور کے اپنے زمانہ ہی کے لئے تھا اور اب جو زیارت کے لئے ان کے لئے نہیں۔

سوال

اگر کہا جائے کہ جو گنہگار مدینہ منورہ نہ پہنچ سکے وہ کیا کرے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ظاہری حاضری حاصل نہ ہو سکے تو حضور کے وسیلے ہی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے حضور کا وسیلہ بھی ایک معنی میں درِ مصطفیٰ کی حاضری ہی ہے۔

فائدہ

شارحِ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دعویٰ پر حکایت مذکور نقل فرمائی۔ شارحِ مواہب لدنیہ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی ہے

مزار پر اللہ تعالیٰ سے مانگنا

اَصمعی فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی قبر انور کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کر رہا تھا

اللھم ھذا حبیبک وانا عبدک لشیطان عدوک فان غفرت لی سر حبیبک وفاز عبدک وغضب عدوک وان لم تغفرلی غضب حبیبک ورضی عدوک وھلک عبدک وانت اکرم من ان تغضب حبیبک وترضی عدوک وتھلک عبدک اللھم ان العرب الکرام اذا مات فیھم سیدا عتقوا علیٰ قبرہ وان ھذا سید العالمین فاعتقنی علے قبرہ.

اے اللہ یہ تیرا حبیب اور میں تیرا عبد اور شیطان تیرا دشمن ہے اگر تو بخش دے گا تو تیرا حبیب خوش اور تیرا عبد کامیاب اور تیرا دشمن ناراض ہوگا اگر نہ بخشے گا تو تیرا محبوب ناراض اور تیرا دشمن خوش اور تیرا بندہ ہلاک ہوگا اور بڑا کریم ہے کہ اپنے حبیب کو کب ناراض کرے گا اور نہ ہی دشمن کو راضی کرے گا اور نہ ہی اپنے عبد کو ہلاک کرے گا۔ اے اللہ عرب والوں کی عادت ہے کہ ان کے کریم کے غلام کو اس کی موت کے بعد اس کی قبر پر آزاد کیا جاتا ہے یہ سید العالمین ہیں۔ مجھے اَصمعی فرماتے ہیں میں نے اسے کہا

یا اخاالعرب ان اللہ قدغفرلک واعتقک بحسن ھذاالسوال.

اے عربی بھائی بیشک اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ بخش دیئے ہوں گے اور تجھے آزاد کر دیا ہوگا جیسا کہ تو نے احسن طریق سے سوال کیا۔ (وفاالوفاء وخلاصۃ الوفاء، زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۰۷)

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پُر لطف جب ہی کہہ دیں اگر وہ جناب ہوں

حل لغات

پر بالفتح بمعنی لیکن، مگر آخری ہوں بمعنی نعم یعنی ہاں۔

شرح

میں تو شب وروز بلکہ ہر آن یہی کہتا رہتا ہوں کہ میں عبد المصطفیٰ (غلامِ احمد مختار ﷺ) ہوں لیکن میرا کہنا کس کام کا۔ لطف تو یہ ہے کہ وہ محبوبِ الٰہی ﷺ بھی فرما دیں کہ یہ میرا غلام ہے۔

دنیا میں

ہر سچا اور پکا امتی دل میں تڑپ رکھتا ہے کہ وہ غلامِ حبیبِ خدا ہے اور ایسی تڑپ ہونی لازم اور فرض ہے لیکن خوش قسمت ہے وہ امتی جسے دنیا میں ہی حضور سرورِ عالم ﷺ نے نوید سنا دی کہ یہ میرا غلام اور امتی ہے۔ بیشمار واقعات میں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیدنا ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے تھے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔ بعض لوگ امام غزالی پر انکار کیا کرتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے خواب میں انہیں کوڑے مارے وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔ (نبراس صفحہ ۳۸۸)

فائدہ

ویسے تو ہر امتی حضور اکرم ﷺ کی غلامی کا دم بھرتا ہے لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ خوش قسمت انسان ہیں جن کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے فخر فرمایا۔

حسرت میں خاک بوسیِ طیبہ کی اے رضاؔ
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

حل لغات

حسرت، افسوس، آرزو، ارمان، شوق۔ ٹپکا، ماضی از ٹپکنا، قطرہ قطرہ گرنا۔ ناب، پاک صاف، بھرا ہوا خالص۔

شرح

اے رضا طیبہ پاک کی خاک بوسی حسرت سے جو چشمِ مہر سے خونِ خالص کا قطرہ گرا وہی میں ہوں۔

تمنائے مدینہ اقدس

وہ کون سا انسان ہوگا جسے مدینہ پاک کی یاد نہ تڑپاتی ہو لیکن ابن تیمیہ کی شومئی قسمت کہ گنبد خضراء کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام قرار دیا اس کی تقلید اس کی زندگی سے لے کر تا حال اس کے معتقدین ومقلدین اسی طرح آج بھی ہیں جو اس سفر کو ناجائز کہتے ہیں۔ سعودی حکومت کی زیر نگرانی موسمِ حج میں بے شمار رسائل اور کتابچے احکام الحج کے بہانے مفت تقسیم ہوتے ہیں نہ صرف عربی میں بلکہ ہر زبان میں مختلف طور طریق سے سمجھایا جاتا ہے کہ حج کرنے والے کے لئے مدینہ جانا ضروری نہیں اگر جانا ہے تو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت ہو پھر ضمناً قبر رسول ﷺ بھی جا سکتے ہیں۔ فقیر نے اپنی تصنیف ''محبوبِ مدینہ'' میں اس کے رد میں بہت بڑے دلائل قائم کئے ہیں اسی شرح حدائق میں بھی متعدد مقامات پر کچھ نہ کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہمارے دلائل میں سے ایک دلیل عام قبور کی زیارت کے لئے سفر کا مسئلہ بھی ہے اس سفر کو ابن تیمیہ نے مباح کہا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں ہے

عن بریدة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها.

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں زیارتِ قبور سے روکتا اب اجازت ہے قبور کی زیارت کرو۔

شرح

اس سے قبل نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو قبروں پر جانے سے روک دیا تھا صرف اس وجہ سے کہ بتوں کی عبادت سے تشابہ نہ ہو اور یہ خوف تھا کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کرتے یا کہتے تھے اب وہ نہ کر بیٹھیں جب دیکھا کہ قواعد اسلام مضبوط ہو گئے تو اجازت بخشی۔ گویا یہ حدیث ان تمام احادیث کی ناسخ ہے جن میں زیارتِ قبور سے روکا گیا ہے۔

مسئلہ

زیارتِ قبور مردوں کے لئے مستحب ہے اس سے رقت قلب اور موت کی یاد دہانی ہوتی ہے بعض تو اسے واجب کہتے ہیں (کذا فی خزانۃ الروایات) لیکن صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے استحباب پر اجماع کا دعویٰ فرمایا ہے۔

سوال

نخعی اور شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تو زیارتِ قبور کو مکروہ سمجھتے ہیں؟

جواب

ان کاقول غیر معتبر ہے کیونکہ جب اس مسئلہ پر صحابہ سے لے کر آج تک تمام مذاہب کے علماء نے اجماع کیا ہے تو اب ان کاقول شاذ ہوگا۔ (کذافی الجواہر المنظم لابن الحجر المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

سوال

حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ اجازت صرف مردوں کے لئے ہے جیسالفظ "فزوروھا" سے صاف ظاہر ہے۔اب عورتوں کے لئے یہ استحباب کہاں سے ثابت ہوا؟

جواب

سائل استدلال کرتے وقت وہ قاعدہ بھول گیا کہ

ان من عادة . الشرع تخصيص الخطاب بالذكور وللاصالة او تغليب الذكور علے الاناث. (کذافی فتح المنان)

بنابریں صرف مردوں کی اجازت ثابت کرنااورعورتوں کواس اجازت سے محروم رکھنا تعدی محض ہے۔

الحاصل

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اگر ان کی قبر کی زیارت غرض رونا دھونا،آہ و بکا ہو جیسا کہ ان کی عادت ہے تو پھر ناجائز اور حرام ہے اس معنی پر

لعن رسول الله زائر ت القبور . (رواہ ابوداؤد عن ابن عباس)

پرمحمول کیا جائے اور اگر عورتوں کی زیارت محض عبرت اور ترحم جس میں گریہ نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا سختی سے عورتوں کو قبور پر جانے کا منع کرنا از قبیل اول ہے جیسا کہ عموماً دورِ حاضر میں عورتوں کا طریقہ بتاتا ہے ہاں مزارِ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا کسی کو انکار نہیں زائرین یا زائرات۔

طریقۂ رد

جب عام قبور کی زیارت کا سفر کرنا جیسے حضور اکرم ﷺ شہدائے احد کے لئے مدینہ پاک سے اُحد شریف تک جایا کرتے تو پھر امام الانبیاء کے مزار کی زیارت کا سفر حرام کیوں۔

نوٹ

دنیا بھر کے حجاج کرام کے پاسپورٹ پر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں آنے جانے کی تاریخیں درج ہوتی ہیں جو اس بات پر صریحاً دلالت کرتی ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں یہ بات مسلمہ ہے کہ حج کعبہ کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ میں حاضری ہو خواہ حج سے پہلے یا حج کے بعد اور سعودی حکومت نے بھی معلمین کے ذریعہ با قاعدہ انہی تواریخ پر مدینہ منورہ آنے جانے کا اہتمام کر رکھا ہوتا ہے اور عملاً سب کچھ بڑی پابندی سے کرتے ہیں۔ خروج و دخول کی لہریں چسپاں ہوتی ہیں، ٹرانسپورٹ کا انتظام ہوتا ہے اور اس طرح کروڑہا ڈالر یا ریال عالم اسلام کے حجاج کرام اور زائرین مدینہ سے جمع کرتے ہیں آخر کیوں؟ اگر گنبد خضریٰ کی حاضری ممنوع ہے تو یہ اہتمام کیوں؟ محض مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے ہی عشاق تو نہیں جاتے اگر عشاق کا مدینہ پاک جانا بند کر دیا جائے تو دیکھیں گے عالم اسلام میں کتنا عظیم احتجاج ہوتا ہے اور حج کعبہ کے لئے لوگوں کی تعداد کتنی کم ہو جاتی ہے محض دنیا کی خاطر ہی مدینہ پاک آنا جانا ہے تو بڑی بدبختی ہے۔

نعت پاک ۲۲

پوچھتے کیوں ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

حل لغات

یوں (اردو) اس طرح ایسا، اس ڈھنگ سے، اشارہ۔ کیف (عربی) عام استعمال استفہام کے لئے مثلاً کیوں، کیونکر، کسی سبب سے، کس طرح، کسی حالت میں، کتنا۔

شرح

یارو کیا پوچھتے ہو کہ حضور سرورِ عالم ﷺ عرش پر ایسے گئے کہ ایسے اور بتایا بھی کس طرح جائے جبکہ وہاں تو کیفیت کے پر جل جاتے ہیں پھر کوئی کیا بتائے کہ آپ یوں گئے تھے یعنی معراج کے متعلق عقیدہ ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم

ہاں جو عقل کے پھندے میں پھنسے ہیں اور خود کو فلسفی سمجھتے ہیں وہ اس کی کیفیت کے درپے ہوتے ہیں لیکن وہ بھی اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا کثیف آدمی بشر سمجھتے ہیں حالانکہ حضور سرورِ عالم ﷺ بشر ہیں لیکن لطیف بشر جس کی بشریت کی لطافت جملہ علوی وسفلی سے زیادہ لطیف ہے یعنی جہاں جملہ لطافت والوں کی انتہا ہے وہاں سے آپ کی لطافت کی ابتداء ہے اور لطیف شے کا قانون ہے کہ اس کے لئے قرب وبُعد کی قیود ہوتی ہی نہیں مثلاً آنکھ کے ڈھیلے میں ایک ذرہ بے مقدار جسے فلاسفہ جزو لایتجزی کہتے ہیں اتنا لطیف ہے کہ اپنے مرکز میں موجود ہو کر چارسو اُوپر نیچے بیک وقت ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اس کی لطافت کو حضور اکرم ﷺ کی لطافت سے کیا نسبت نسبت کروڑوں، اربوں، کھربوں درجات کے بعد نا معلوم کب اس کا نمبر آئے۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں دنیا میں موجود ہیں مثلاً آواز کو دیکھ لیجئے کہ انسان کے منہ سے خارج ہوتے ہی فضاء میں پھیل جاتی ہے اس کی گردش میں قرب وبُعد کا کوئی فرق نہیں اسی طرح روح کو لیجئے کہ خواب میں کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے لیکن مرکز کو بھی نہیں چھوڑتی۔

اسی طرح سورج دورِ حاضر کی سائنس کہتی ہے کہ نظامِ شمسی میں جس میں نو سیارے شامل ہیں ان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے سورج کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں جن میں سورج ہماری زمین سے تقریباً ۹۲،۹۰۷،۰۰۰ میل دور ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ کس طرح معلوم جب کہ سورج زمین سے اتنے فاصلے پر ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ روشنی کی رفتار ایک

لاکھ چھیاسی ہزار میل اور سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ میں پہنچتی ہے اور اس طرح سورج صبح نکلنے سے ۸ منٹ ۲۰ سیکنڈ بعد دکھائی ہے اور شام کو غروب ہونے کے ۸ منٹ ۲۰ سیکنڈ تک دیکھائی دیتا رہتا ہے۔

سورج کا قطر ۸۶۴۴۲۰ میل ہے اس کا قطر زمین سے ۹.۱ گنا زیادہ ہے اس کے مرکزی حصے کا درجہ حرارت ۶۰۲۷ سینٹی گریڈ اور باہر کے کناروں کا درجہ حرارت ۲۷، ۷۴ سینٹی گریڈ ہے اسی لئے وہاں تمام مادہ گیسوں کی صورت میں رہ سکتا ہے۔

سورج کے اندر کون ساعمل جاری ہے؟

سورج میں بہت زیادہ درجہ حرارت اور دباؤ کے زیر اثر ایک عجیب ایٹمی عمل جاری ہے جس کی وجہ سے ہر وقت ہائیڈروجن گیس سلیمیم میں تبدیل ہورہی ہے اس عمل سے بے شمار توانائی پیدا ہوتی رہتی ہے جو حرارت، روشنی، دھاکوں اور دوسری قسم کی شعاعوں سے ظاہر ہورہی ہے۔

انتباہ

سورج کی اتنی لمبائی اور دوری کے باوجود اس کے ہر وقت ہر جگہ موجود ہونے کا انکار سوائے چمگاڈر کے کسی کو بھی نہیں اور یہ ہے بھی حقیقت کہ طلوعِ شمس کے بعد جہاں بھی کوئی ہو وہی کہے گا سورج یہ ہے اور وہ بیک وقت ہر ایک آدمی کا دعویٰ ہے کہ سورج اس کے سامنے حاضر موجود ہے خواہ کوئی ہند میں ہے یا سندھ میں، پنجاب میں ہے یا سرحد میں، عرب میں ہے یا عجم میں۔ یہ ایسا مشاہدہ و معائنہ ہے جسے مخالف کو انکار ہو تو چمگاڈر بھی اس پر طعن و تشنیع کرکے اس سے بازی لے جائے گا ہاں اسے اپنے پاک ﷺ کے متعلق نہ صرف انکار بلکہ ماننے والے کو مشرک کہتا ہے اس کا یہ انکار آج تو کام آ رہا ہے اپنی جماعت سے پیٹ کی آگ بجھا رہا ہے لیکن قیامت میں دوزخ کی آگ میں جا کر پچھتائے گا کہ کاش وہ سورج کا کمال مانتے ہوئے کائنات کے مہربان آقا ﷺ کا کمال بھی تسلیم کرلیتا لیکن وہاں کا پچھتاوا کام نہ آئے گا۔

ستارے اور مسئلہ تیز رفتاری معراج

ان کہکشاں سے مراد "علم فلکیات جدید" میں ثوابت ستاروں کا عدسہ کی شکل کا نظام ہوتا ہے جو زمین کے مرکز سے بہت دور واقع ہے یہ ہمارا کہکشاں ہے جس کا ایک جزو نظام شمسی ہے اور اس کی موٹائی یا بلندی ۳۷ ہزار نوری سال ہے یعنی ۲۰ ہزار کھرب میل اور چوڑائی تین لاکھ نوری سال ہے پھر ہمارے اس کہکشا کے علاوہ بھی اور بہت سے کہکشاں ہیں جن میں سے بعض تک اب یورپ و امریکہ کی نو ایجاد عظیم دوربینوں کے ذریعہ رسائی ہورہی ہے مثلاً "کہکشاں سدیم

اینڈ رومیدہ' جوہم سے آٹھ لاکھ ۵۰ ہزار نوری سال دور ہے (روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے) اس رفتار سے روشنی ایک سال یعنی ۳۶۵ دن میں جو فاصلہ طے کرتی ہے اسے نوری سال کہتے ہیں (LIQHTEAR) نظامِ شمسی ہمارے کہکشاں کا نہایت حقیر جزو ہے اور اس نظامِ شمسی میں ہمارے سورج جیسے تقریباً ایک کھرب ثوابت (سیارے ہیں) جبکہ ہمارے سورج کا قطر ۸ لاکھ ۶۶ ہزار میل ہے اور اس میں روشنی اس قدر ہے جس قدر ۶۳ ۵۵ موم بتیاں ایک مربع فٹ میں جلانے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ستاروں میں سے ہمارا سب سے چھوٹا ستارہ ہے اور وہ زمین سے نوکروڑ ۲۹ لاکھ میل دور ہے۔ ہماری زمین نظامِ شمسی کا ایک نہایت حقیر جزو ہے کیونکہ زمین کا قطر خطِ استواء پر صرف ۷۹۲۷ میل کا ہے۔ سورج سے ہماری زمین تک روشنی ۸ منٹ میں پہنچتی ہے جبکہ بعض ستارے ایسے بھی خدا کی مخلوق ہیں جن کی روشنی زمین تک دو ہزار برس میں پہنچتی ہے یعنی جو روشنی ان سے دو ہزار سال قبل چلی تھی وہ ہمیں اس وقت نظر آرہی ہے۔ اس سے خدا کی خدائی کی وسعت اس کی مخلوقات کی کثرت وعظمت اور خلاق عوالم کی بے نہایت جبروت وبڑائی کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ یورپ وامریکہ کے سائنس دانوں نے یہاں تک تحقیق کی ہے کہ بعض ستارے ایسے بھی ہیں کہ جن کی روشنی زمین تک کئی کروڑ برس میں پہنچتی ہے اور ایک ستارے کی دریافت حال میں ہوئی ہے جس کا فاصلہ زمین سے آٹھ سو مہاسنگ میل دور ہے ایسی باتوں سے ہمارے بہت سے مسلمانوں کو حیرت ہوگی اور بہت سے محض ان کو محض خیال آرائی سمجھیں گے مگر سوچنے کی بات ہے کہ قرآنِ مجید میں چاند، سورج، ستارے اور ملکوت السموت والارض اور کم از کم زمین کے خطوں میں ہی گھوم پھر کر اس کے عجائب وغرائب میں فکرونظر دوڑا کر رب العالمین کے وجود و واحدانیت کا یقین حاصل کرنے کا حکم بار بار کس کو ملا تھا۔ قرآن مجید ماننے والوں کو یا نہ ماننے والوں کو؟ اکبرالٰہ آبادی مرحوم نے کہا تھا

نئی میں اور پرانی روشنی میں فرق اتنا ہے
انہیں ساحل نہیں ملتا ہمیں کشتی نہیں ملتی

(انوارالباری شرح البخاری از سید احمد رضا بجنوری دیوبندی تلمیذ مولوی انور کشمیری)

شب معراج میں عرش پر

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواعلی العرش کو اپنی مدح کا موجب قرار دیا اسی طرح اپنے حبیب ﷺ کو عرش پر لے جا کر حضور اکرم ﷺ کی عظمت

شان کا اظہار فرمایا۔ فرماتے ہیں

حیث کان العرش اعلیٰ مام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلوٰۃ والسلام قال وھذا یدل علیٰ ان الاسراء کان بجسمہ ﷺ. (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)

جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ثم انطلق بی حتی انتھیت الی الشجرۃ فغشیتنی سحابۃ فیھا من کل لون فرفضنی جبریل وخررت ساجد اللہ تعالیٰ.

فرمایا پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچا۔ بادل کی طرح اُسے کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا اس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اپنے رب کے لئے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ ٦)

تفسیر نیشاپوری میں ہے

وذالک ان جبریل علیہ السلام تخلف عنہ فی مقام لو دنوت انملۃ لا حترقت.

(تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر پارہ ۲۷، صفحہ ۳۲)

اور وہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام سے ایسی جگہ پیچھے رہ گئے جس کے متعلق انہوں نے کہا کہ اگر میں یہاں سے ایک انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں۔

حضور اکرم ﷺ کے عرش پر جلوہ گر ہونے میں اختلاف

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ علماءِ امت اس بارے میں مختلف ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا منتہائے عروج کہاں تک ہوا۔ بعض کا قول ہے سدرۃ المنتہٰی، بعض نے کہا جنت الماویٰ، بعض نے کہا عرش، بعض نے کہا فوق العرش، بعض کا قول "وراء فوق العرش الی طرف العالم" کہ شرح عقائد نسفی، نبراس اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے اگر چہ بعض علماء نے عرش اور فوق العرش جانے تک کی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ زرقانی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ بعض نے بالکل انکار کیا ہے لیکن محدث کبیر ابن ابی الدنیا نے روایت کیا

قال رسول اللہ ﷺ مررت لیلۃ اسری بی برجل مغیب فی نور العرش. (زرقانی جلد٦ صفحہ ۱۰٦)

معراج کی رات میں ایک شخص پر گذرا جو نورِ عرش میں غائب تھا۔

نورِ عرش سے حضور اکرم ﷺ کا گذرنا نورِ عرش سے آگے جانے کی دلیل ہے اور غالبًا اسی روایت کی بناء پر امام قسطلانی شارح بخاری نے مواہب الدنیہ میں فرمایا

ولما انتھی الی العرش تمسک العرش باذیا لہ (مواہب الدنیہ جلد دوم صفحہ ۳۴)

یعنی جب حضور اکرم ﷺ عرش پر پہنچے تو عرشِ الٰہی نے حضور اکرم ﷺ کے دامن سے تمسک کیا الخ۔

سدرۃ المنتہٰی سے آگے جانا بھی حضور اکرم ﷺ کے عرش پر جلوہ گر ہونے کا مؤید ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت انس سے روایت کی کہ جب حضور اکرم ﷺ سدرۃ المنتہٰی پر پہنچے تو سدرۃ المنتہٰی کو بادل کی طرح کسی چیز نے ڈھانک لیا جس میں ہر قسم کے رنگ تھے پس جبریل علیہ السلام پیچھے رہ گئے۔ جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا حضور اکرم ﷺ کا سدرہ سے گزر جانا اس امر کی تائید کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عرشِ الٰہی پر جلوہ گر ہوئے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سورۂ نجم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نجم سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

قال جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنہ ھو النبی ﷺ وھو یہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج وجوز علی ھذا ان یراد بھویہ صعودہ وعروجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی منقطع الاین۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۷، صفحہ ۳۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ نجم سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور ھویٰ سے مراد معراج کی رات حضور کا اترنا ہے اور اس تقدیر پر جائز ہے کہ ھویٰ سے حضور اکرم ﷺ کا اوپر چڑھنا اور لا مکان تک معراج کرنا مراد ہے۔

بارگاۂ اسماء وصفات

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں

اذا مرعلیٰ حضرات الاسماء الالٰھیۃ صار متخلصا بصفا تھا فاذا مرعلی الرحیم کان رحیما او علیٰ الغفور کان غفورا اوعلی الحلیم کا ن حلیما او علیٰ الشکور کان شکورا او علی الجواد کان جوادا اوکذا فما یرجع من ذالک الا وھو فی غایۃ الکمال (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶)

یعنی حضور اکرم ﷺ شب معراج اسماءِ الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف ہوتے گئے

جب "الرحیم" پر گذرے رحیم بن گئے اور "الغفور، الکریم، الشکور، الجواد" گزرے تو غفور، کریم، حلیم، شکور اور جواد ہو گئے اور اسی طرح دیگر اسماءِ الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے اور وہ اسماء جن صفات سے متعلق ہیں ان صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوتے گئے جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائے کمال کے حال میں تھے۔

رفرف

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ ایسے مقام پر پہنچے جہاں جبریل علیہ السلام کا منتہی تھا تو جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ ایک سبز رنگ کا تخت ظاہر ہوا جس کا نام رفرف تھا اس کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو رفرف والے فرشتہ کے سپرد کر دیا حضور اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے ہمراہی کے لئے فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا

لا اقدر ولو خطوة لا احترقت.

حضور! میں آگے جانے پر قادر نہیں اگر ایک قدم آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں۔

حضور اکرم ﷺ رفرف پر رونق افروز ہوئے بالآخر رفرف اور اس پر مقرر کردہ فرشتہ بھی ایک مقام پر رہ گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کو نور میں داخل کر دیا گیا اور حضور اکرم ﷺ بالکل تن تنہا رہ گئے کوئی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نہ تھا اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت کے سوا۔

نقلی دلائل

مسلمان کہلانے والوں فرقے معراجِ جسمانی کے منکر ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ قرآنِ مجید میں نص قطعی کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے راوی اس قدر ہیں کہ ان کی روایت پر شک کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا مختصرا خاکہ ملاحظہ ہو۔

حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیح بخاری وابن جریر، بطریق شریک بن عبداللہ، عن انس

(ب) صحیح مسلم، بطریق ثابت عن انس

(ج) نسائی وابن ماجہ، بطریق یزید بن مالک عن انس

(د) ابن ابی حاتم جریر وابن مردویہ، بطریق دیگر از یزید بن مالک، بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم عن انس

(ہ) ترمذی، بیہقی وعبداللہ بن حمید وابن جریر وابن مردویہ وابونعیم، بطریق قتادہ عن انس

(ز) ابوداؤد واحمد، بطریق عبدالرحمٰن بن جبیر عن انس

(ح) ابن مردویہ، بطریق قتادہ وسلیمان التیمی وعلی بن زید عن انس

(ط) ابن سعد، سعید بن منصور، بزار، بیہقی، ابن عساکر، عن ابی عمران الجونی عن انس

(۲) حدیث جابر بن عبداللہ صحابی بن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیح بخاری وصحیح مسلم، عن جابر

(۳) حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(الف) صحیحین، من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس

(ب) صحیح مسلم، ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) احمد، ابونعیم، ابن مردویہ بسند صحیح من طریق قابوس عن ابن عباس

(د) احمد، ابویعلی، ابونعیم، ابن مردویہ، من طریق عکرمہ عن ابن عباس

(ہ) احمد، نسائی، بزار، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ، من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس

(و) ابن مردویہ، من طریق شہر بن خوشب عن ابن عباس

(۴) حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیح بخاری، من طریق علقمہ عن ابن مسعود

(ب) صحیح مسلم، من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) صحیح مسلم وبیہقی وابونعیم، من طریق زر عن ابن مسعود

(د) احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور وحاکم صححہ، من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود

(ہ) ترمذی وحسنہ وابن مردویہ، من طریق عبدالرحمٰن عن ابن مسعود

(و) بزار، ابویعلی، حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، من طریق عاتمہ عن ابن مسعود

(۵) حدیث مالک بن صعصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیح بخاری ومسلم واحمد، مالک حدثہ، من طریق قتادہ عن انس

(٦) حدیث ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیحین، من طریق الزہری عن انس قال کان ابوذر یحدث بسندہ عن ابی ذر

(۷) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) صحیح مسلم واحمد وابن مردویہ، من طریق ابی سلمہ

(ب) احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، من طریق ابی الصلت

(ج) ابن جریر ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزاز، ابویعلی، بیہقی، من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرہ

(د) ابن مردویہ، من طریق سلیمان التیمی

(ہ) سعید بن منصور، ابن سعد طبرانی (اوسط) ابن مردویہ، عن ابی وہب مولیٰ ابی ہریرہ

(۸) حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) عمار بن شیبہ، ترمذی، حاکم وصحیحاہ ونسائی وابن جریر وابن مردویہ، بیہقی، عن حذیفہ

(۹) حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن مردویہ، عن سمرہ

(۱۰) حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن عساکر، عن سہل بن سعد

(۱۱) حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن ابی حاتم، بیہقی وصحیحہ، بزاز طبرانی، ابن مردویہ، عن شداد

(۱۲) حدیث صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) طبرانی، ابن مردویہ، عن صہیب بن سنان

(۱۳) حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(الف) ابوداؤد، طبرانی (اوسط) بیہقی، عن ابن عمر

(۱۴) حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن مردویہ، عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

(۱۵) حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی بن صحابی

(الف) بزار، ابن قانع، ابن عدی، بغوی، ابن عساکر، عن عبداللہ بن اسعد

(۱۶) حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، عن ابی ایوب

(۱۷) حدیث ابی حیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ، عن ابی العمراء

(۱۸) حدیث ابی العمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ، عن ابی العمراء

(۱۹) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر، من طریق ابی ہارون العبدی

(ب) ابن مردویہ، من طریق ابن نضرۃ عن ابی سعید

(ج) ابن مردویہ من وجہ، عن ابی نضرۃ

(د) ابن مردویہ من وجہ، من طریق نقمہ عن ابی سعید

(۲۰) حدیث ابی یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) طبرانی (اوسط) ابن مردویہ، من طریق محمد بن عبدالرحمٰن

(۲۱) حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(الف) ابن مردویہ، حاکم وصححہ، بیقہی، م طریق زہری عن عروہ

(۲۲) حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳) حدیث ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(الف) ابن اسحاق، ابن جریر، عن الکلبی عن ابی صالح عن ام ہانی

(۲۴) حدیث عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف) احمد، عن عبید بن آدم عن امیر المومنین عمر

(ب)ابن مردویہ، من طریق مغیرہ بن عبدالرحمٰن

(۲۵) حدیث ابی سفیان اموی

(الف)ابونعیم عن محمد بن کعب القرظی، عن ابی سفیان بطریق.........

(۲۶)حدیث امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف)طبرانی، من طریق الحسین عن ابیہ

(ب)ابونعیم، من طریق محمد بن الحنفیہ

(ج)ابن مردویہ، من طریق زید بن علی بن اباءٔ عن علی

(۲۷)حدیث عبدالرحمٰن بن قرط الثمالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف)سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم (فی المعرفہ)، عبدالرحمٰن بن قرط

(۲۸)حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(الف)ترمذی، حاکم صحیحہ وابونیم، ابن مردویہ، بزار، عن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔جس قدر روایانِ حدیث ہیں ان میں مکی مہاجر بھی ہیں اور مدنی انصار بھی۔واقعۂ معراج مکہ معظّمہ میں ہوا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب نے بعد میں جو کچھ بیان کیا وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اول تو راوی صحابہ کی خود صراحت کہ انہوں نے حدیث کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا اس بارے میں کافی دلیل ہے۔

دوم یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو شوق وذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ خود سرورِ عالم ﷺ کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے کیونکہ محدثین میں ہمیشہ علوا سناد حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے یہ صرف قیاس ہی نہیں۔روایات میں صراحۃً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے

قلنا یا قلنا یارسول اللہ کیف اسری بک

لفظ ''قلنا'' پر غور کرنا چاہیے کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہ کی طرف سے تھی۔صحیحین کی روایت مالک بن صعصہ میں ہے

ان النبی ﷺ حدثھم

خود رسول اللہ ﷺ نے ان سے حدیث بیان فرمائی۔

لہٰذا معراج کی احادیث معرفوعہ خواہ ان کے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی پاک ﷺ سے سنی ہوئی ہیں۔

بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے براہ راست روایت کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی ان کی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور مفصل ہیں۔ (رحمۃ للعالمین حصہ سوم)

قصر دنٰی کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روحِ قدس سے پوچھیئے تم نے کچھ سنا کہ یوں

حل لغات

قصر (عربی، مذکر) محل (دنی) مقام، دَنَا فَتَدَلّٰی (روح قدس) (عربی مذکر) حضرت جبریل علیہ السلام کا لقب۔

شرح

دَنَا فَتَدَلّٰی کے محل کے راز میں عقل سب کی گم ہیں بے خبر ہیں خواہ وہ ملکوت کے فرشتے ہوں یا حضرات انبیاء علیہم السلام ہاں حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ حضرت کو کچھ معلوم ہے یا آپ بھی ہماری طرح ہیں۔

دَنَا فَتَدَلّٰی

اس کی تفسیر کی مفسرین کے متعدد اقول ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی مراد یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ حضرتِ حق کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔ یہی قول سیدنا ابن عباس و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے ایک اور قول ہے کہ یہاں قرب سے جبریل علیہ السلام کا قرب مراد ہے۔ یہ قول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے متبعین کا ہے لیکن یہ قول نا قابل قبول ہے اس لئے کہ جمہور کے خلاف ہے۔

علمی کمال احمد رضا قدس سرہ

اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ کے علم کی داد دینی چاہیے کہ قول اول مع دلیل کو مصرعہ اول میں اور قولِ ثانی کو

مع تردید مصرعہ ثانی میں ایسے شاندار طریقے سے بیان فرمایا کہ عاشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکار کی گنجائش ہی نہیں دوسروں کے ہم ذمہ دار نہیں۔

مذہب حق کی تائید قرآنی آیات

آیاتِ ذیل سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے حق وصواب قول اول ہے

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی o مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰی o وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی o ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی o وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی o ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی o فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی o فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی o مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی o اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی o وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی o عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی o عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی o اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی o مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی o لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی o (سورۂ نجم آیت ۱ تا ۱۸، پارہ ۲۷)

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی کی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

فائدہ

ان آیات میں ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں اگر جبریل علیہ السلام مراد ہوں تو بعض ضمائر ان کی طرف لوٹانا بالکل ناموزوں ہے مثلاً "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی" بخلاف اس کے کہ اللہ تعالیٰ مراد ہو تو اگرچہ بعض مقامات پر ناموزونیت محسوس ہوتی ہے لیکن تاویل صحیح سے مطلب صحیح ہو سکتا ہے مثلاً "عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّةٍ" میں جبریل علیہ السلام مراد ہو سکتے ہیں لیکن حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ "عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّةٍ" سے اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ تعلیم فرمائی۔ (روح

البیان)

فَاسۡتَوٰی

اس سے بھی حضرت جبریل علیہ السلام مراد لی جاسکتی ہے لیکن حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل کو دیکھنا صحیح تو ہے اور حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبریل کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مراد "فَاسۡتَوٰی" حضور اکرم ﷺ کا مکان عالی اور منزلت رفیعہ میں استوی فرمانا ہے۔(تفسیر کبیر)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رُک گئے آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے کہا کہ میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور سید عالم ﷺ آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش سے بھی گزر گئے اور حضرت مترجم قدس سرہ کا ترجمہ اس طرف مشیر ہے کہ استوا کی اسناد حضرت رب العزت عزوعلیٰ کی طرف ہے اور یہی قول حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔"وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی" اس آیت سے بھی جبریل علیہ السلام مراد ہو سکتے ہیں لیکن امام رازی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال سید عالم ﷺ کا ہے کہ آپ افق اعلیٰ یعنی فوق سموت تھے جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا، پہاڑ پر چاند دیکھا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فوق سموت پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

انتباہ

حضراتِ اُم المومنین کا انکار رویۃ باری تعالیٰ صرف شب معراج کے متعلق نہ کہ مطلق رویت یا رویۃ فی الجنۃ۔

معتزلہ اس اختلاف کو اپنے مذہب کی تائید میں پیش کرتے تھے یہ ان کی جہالت کا واضح ثبوت ہے۔

این جبریل ، کہاں جبریل اور کہاں حبیب کریم ﷺ

ہمارے دور کے بعض فرقے اب بھی اسی بھول میں ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو نہیں صرف جبریل علیہ السلام کو دیکھا وہ لوگ بھول میں ہیں۔حضرت جبریل علیہ السلام تو سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے اور عرض کی آگے میں نہیں چل سکتا۔

ان هذا المقام یترک الخلیل خلیله

کیا ایسے مقام پر دوست کو چھوڑ سکتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی

لو تجاوزت لا حقرقت بالنور

اگر میں اس سے آگے بڑھوں تو نورِ الٰہی کے جلووں سے جل جاؤں۔

ایک اور روایت میں ہے

لو دنوت انملة لا حقرقت

اگر میں انگلی کے برابر اوپر جاؤں تو جل جاؤں

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

چنان گرم دریة قربت براند — که در سدره جبریل از وباز ماند

بدو گفت سالار بیت الحرام — که اے حامل وحی برتر خرام

چون در دوستی مخلصم یاقتی — عنانم ز صحبت چرا تاقتی

بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم که نیسروی بالم نماند

اگر یك سرموئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

قربت کے جنگل میں ایسے تیز تر تشریف لے گئے کہ جبریل علیہ السلام عاجز رہ گئے۔ انہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے وحی لانے والے! اوپر چلئے کیونکہ میں مجھے تو نے مخلص پایا ہے تو پھر میری رفاقت سے کیوں گریز کر رہا ہے۔ عرض کی اگر ایک بال کے برابر بھی اوپر اڑوں تو تجلی مجھے جلا کر راکھ بنا دے۔

جبرائیل علیہ السلام کا داتا حبیب خدا ﷺ

بلکہ جبریل علیہ السلام نے سدرہ پہ ٹھہر کر اپنی مرادیں پیش کرنے لگے چنانچہ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر فرمایا

یاجبریل هل لک حاجة الی ربک

اے جبریل علیہ السلام کوئی ضرورت ہو تو بتائیے

جبریل علیہ السلام نے عرض کی

یا محمد سل اللہ لی ان ابسط جناحی علی الصراط لامتک حتی یجوز واعلیہ .

(الیواقیت والجواہر جلد۲، روح البیان پارہ ۱۵، آیت اسراء)

یا محمد عربی ﷺ اللہ سے میرے لئے سوال کیجئے کہ قیامت میں مجھے اپنے پر بچھانے دے جس پر آپ کی امت کا گزر ہو۔

زیارتِ بلاحجاب کی روایات

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے نور میں ڈھانپ لیا گیا جس کے ستر ہزار حجابات تھے ہر ایک حجاب کی ضخامت پانچ سو سال کی مسافت تھی اس کے بعد مجھے ملائکہ کے نام ونشانات بھی نظر نہیں آتے تھے جس پر مجھے وحشت سی ہوئی۔

حضرت ابوبکر کی آواز

ان حجابات سے مجھے آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ

قف یا محمد فان ربک یصلی

یا محمد ﷺ! ٹھہرئیے تمہارا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔

یعنی سبحانی سبحانی فرمارہا ہے آواز آتی تھی

سبقت رحمتی علی غضبی

میرے رحمت میرے غضب پر غالب ہے

اذنِ منی کی آواز

وہاں میں نے سنا کہ مجھے کہا جارہا تھا

ادن منی یا خیر البریة ادن یا احمد ادن یا محمد (ﷺ)

یا خیر البریہ! یا احمد! یا محمد! ﷺ قریب آجاؤ

قَابَ قَوْسَیْنِ

اس کے بعد مجھے رب تعالیٰ نے اپنے قریب تر کر دیا چنانچہ فرمایا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○

پھر وہ قریب ہوئے ایسے جیسے "قَابَ قَوْسَیْنِ"

اعجوبہ

مروی ہے کہ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضور سرورِ عالم ﷺ جبریل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہوکر تشریف لے گئے۔

فائدہ

رفرف ایک بہت بڑا بچھونا ہے حضرت شیخ عبدالوہاب امام شعرانی قدس سرہ نے فرمایا وہ ایک کجاوے کی شکل میں ہے۔

ثنائے حق بر نبی حق ﷺ

مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کو جبریل علیہ السلام نے عرض کی آپ کی مدح وثنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے سنئے اور اس کی اطاعت کیجئے اور ان کے کلام فیض ترجمان سے گھبرانا نہیں۔

تشہد

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پڑھا

التحیات للہ والصلوٰت والطیبات

عبادات قولیہ، بدنیہ اور مالیہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یا نبی علیہ السلام آپ پر اللہ تعالیٰ کے سلام اور رحمت وبرکات ہوں۔

حضور ﷺ نے اپنی تمام امت کو اپنے ساتھ ملایا

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین

ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔

جبریل علیہ السلام نے کہا

اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے پیارے بندے اور

محبوب رسول ہیں۔

سفر عرشی

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے لئے راستے کھولے گئے تو آسمان بدستور متحرک بھی رہا اور اس سے عبور بھی فرمایا جیسے ہوا اور پانی چلنے والا چلے تو راستہ خود بخود کھلتا جاتا ہے۔ اسی طریق سے حضور سرورِ عالم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر رفرف پر بیٹھے اور اس کے ذریعے تمام عوالم انوار کو طے فرمایا یہاں تک کہ آپ عرش معلیٰ پر پہنچے یعنی اس اعلیٰ مقام پر جسے "الرحمن علیٰ العرش استوی" سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ تمام سفر جسم مبارک سے طے فرمایا۔

فائدہ

حضور سرورِ عالم ﷺ جب عالمِ خلق اور عالم تدبیر سے گزرے تو آپ کا کوئی ساتھی نہ تھا اسی لئے آپ کو وحشت ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں ندا دی گئی۔

قف یا محمد ا ن ربک یصلی

ٹھہرئیے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے

یہاں پر آپ ٹھہرے۔ سکون پا کر پڑھا

هو الذی یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم.

وہ اللہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تا کہ تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جائیں۔

فائدہ

اسی طرح احباء واصدقاء آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ عالم ظواہر سے نکل کر عالم معنوی میں یہیں سے قدم رکھ رہے تھے یعنی اس مقام بحرالاشارات والمعانی میں غوطہ زن ہوئے اسی سے اسرائے بسیط کا آغاز ہوا۔

رفرف کا مقام ختم

یہاں سے مقاماتِ مشاہدہ کا آغاز ہوا جسے بصر جسمانی سے نہیں بلکہ روحانی بصیرت سے دیکھا جاتا ہے اسی لئے رفرف کی ضرورت نہ تھی اسی لئے رفرف کو چھوڑ دیا اور جسمانی طور پر مشاہدہ ترک کردیا۔ اب نہ این رہا، نہ کیف نہ این نہ آن نہ زمان نہ مکان نہ دایاں نہ بایاں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں حجاب عزت کے دراء پہنچا وہ ایسے پردے تھے کہ جنہیں اُٹھایا جا سکتا تھا۔ جس ترکیب کو عرش الٰہی پر چھوڑا وہاں سے واپس لوٹا چنانچہ مذکورہ بالا ترتیب کو قرآن مجید

میں یوں بیان فرمایا ہے

" دَنَا "یہ عروج ووصول کی طرف "فَتَدَلّٰی "میں نزول ورجوع کی طرف اشارہ ہے "فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ"

یہ بمنزلہ نتیجہ کے ہے اور یہ مرتبہ ذات واحدیہ یعنی عالم صفات میں جس کا اشارہ اللہ الصمد میں ہے کے وصول کی

طرف "اَوْ اَدْنٰی " مرتبہ ذاتِ احدیہ یعنی عالم ذات جس کا اشارہ اللہ احد میں ہے کی طرح اشارہ ہے اس سے ثابت

ہوا کہ معراج صعوداً بھی تھا اور نزولاً بھی اور یہ ہر دونوں الروح مع الجسد ہوا اور نہ عالم ملک وملکوت ہر دونوں وجودِ انسانی

میں موجود ہیں اور حضرتِ انسان کو جو تجلی بھی نصیب ہوتی ہے وہ داخل سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ خارج سے۔

اسرارو رموز کی باتیں

حضورا کرم ﷺ نے فرمایا

سئالنی ربی فلم استطع ان لا اجیبه فوضع یده بین کتفی لا تکییف ولا تحدید.

میرے رب نے مجھ سے پوچھا تو میں جواب نہ دے سکا پھر اس نے اپنا مبارک ہاتھ رکھا میرے دونوں کاندھوں کے

درمیان جسے نہ کیف سے تعبیر کر سکتے ہیں نہ حد سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا اس سے ہاتھ مراد نہیں بلکہ اس کی قدرتِ کاملہ مراد ہے

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھوں سے پاک اور منزہ ہے۔

فوجدت بروھا فاورثنی علم الاولین والاخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ.

میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اس کی برکت سے مجھے اولین وآخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مختلف علوم سکھائے۔

علی کتما نه اذ علم انه لا یقدر علیٰ حمله غیری وعلم خیر تی فیه وعلم امرنی بتبلیغه الی العام

والخاص من امتی.

وہ علم جس پر مجھے مخفی رکھنے کا وعدہ لیا جب کہ اسے معلوم ہے کہ میرے سوا کوئی اس کا حامل نہیں ہو سکتا۔ وہ جس کی مجھے

اجازت بخشی کہ میں چاہوں تو بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ امت کے ہر عام وخاص تک پہنچانے کا امر فرمایا۔

حدیث مذکورہ میں عام وخاص جن وانسان مراد ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ علوم شتی سے یہی تینوں

علوم مراد ہیں جیسا کہ فاء سے بھی واضح ہوتا ہے۔

انتباہ

منکرین کمالات مصطفیٰ سرے سے اس تقسیم مذکور کے قائل نہیں اگر چہ یہی روایت متعدد محدثین و مفسرین نے سند کے ساتھ بیان کی ہے اور اصول حدیث کے مطابق یہ معناً صحیح تر ہے اگر کچھ قائل ہوتے ہیں تو صرف اتنا کہ اس سے صرف علومِ شرعیہ مراد ہیں اور ان کے نزدیک اولین و آخرین سے یہی علوم شرعیہ مراد ہیں۔ صاحب روح البیان ان ہر دونوں فرقوں کی تردید کرتے ہیں

وهي زائد علوم الاولين والاخرين

وہ علوم اولین و آخرین کے علاوہ دیگر کوئی اور علوم ہیں۔

یعنی علومِ اولین و آخرین اور ہیں اور حدیث شریف میں جو تین علوم مذکور ہیں ان سے کوئی دیگر علوم مراد ہیں۔ خود صاحب روح البیان نے بیان فرمایا

فالعلم الاول من باب الحقيقة الصرفة والثاني من باب المعرفة والثالث من باب الشريعة

پہلا علم باب حقیقت خالصہ سے ہے دوسرا معرفت، تیسرا شریعت۔ (روح البیان تحت آیۃ اسراء جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ استنبول ترکی)

حضور اکرم ﷺ نے خدا تعالیٰ کو سر کی مبارک آنکھوں سے دیکھا

امام نووی نے لکھا کہ

الراجع عند اكثر العلماء انه راى ربه يعني راسه. (روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲)

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

صاحب روح البیان اپنی تحقیق لکھتے ہیں کہ

يقول الفقير يعني براسه وروحه في صورته الجسم بان كل جزء منه سمعا واتحدالبصر والبصيرة فهي رء ية بهما معا من غير تكييف فافهم فانه جملة ما يتفصل.

فقیر (اسماعیل حقی) کے نزدیک اس سر اور روح سے دیکھا جو حضور اکرم ﷺ کے جسم اقدس میں ہے اس لئے کہ آپ کے جسم کا ہر جز سمع تھا آپ کی بصر و بصیرت ایک تھی اس لئے بلا کیف آپ نے ہر دونوں (بصر و بصیرت) سے دیکھا۔

سوال

باب الرویۃ یعنی دیدار الٰہی کے متعلق حضور اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مابین کیا فرق ہے جب

کہ تم سے پہلے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سے انسلاخ کلی یعنی فناء کے بعد اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی انسلاخ کلی سے مشاہدہ کرتے ہیں پھر فرق کیا رہا حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی شان بلند و بالا ہونا لازمی ہے بالخصوص شب معراج کے بارے میں۔

جواب

انسلاخ یعنی فنا کلی میں دیدار صرف بصیرت سے ہوتا ہے اور ہماری مراد حضور اکرم ﷺ کے لئے انسلاخ کلی سے یہ ہے کہ آپ نے دیدار صرف بصیرت سے نہیں بلکہ انسلاخ کلی سے جس طرح بصیرت سے دیدار کیا ایسے ہی سر مبارک کی آنکھوں سے بھی اور یہی امتیاز ہے ہمارے نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے مابین۔

مسئلہ

جنت میں دیدارِ الٰہی ملائکہ ہو گا یا نہیں بعض علماء ملائکہ کے لئے دیدار الٰہی کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف جبریل علیہ السلام کو نصیب ہو گا وہ بھی صرف ایک بار۔

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ ''بشارۃ المومنین فی زیارۃ المہیمن'' ملاحظہ فرمائیے۔

میں نے کہا جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں

حل لغات

گمیں (بضم کاف فارسی) از گمنا بمعنی گم ہو، کھویا جانا۔ مہر (فارسی مونث) بمعنی سورج۔ مٹ کے دکھا دیا (مٹنا مصدر) بے نشان ہو کے دیا۔

شرح

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ شب معراج حضور سرورِ عالم ﷺ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے تسلیم کر لیا اور کیسے اور کس طرح کہنے کی بھی گنجائش نہیں لیکن کچھ افہام و تفہیم کے طور تو بتائیے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے آسان طریقہ سے سمجھا دیا کہ مثلاً صبح صادق کا اجالا ہم سب دیکھ رہے ہوتے ہیں پھر سورج چمکا تو وہ اجالا سورج کے نور (جو اس کا اصل ہے) میں گم ہو گیا تو بلا تمثیل سمجھ لیجئے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ تجلیات حق تعالیٰ میں یونہی گم ہوئے جیسے صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں۔

ہائے رے ذوقِ بے خودی جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

حل لغات

ہائے رے (اردو) کلمہ افسوس وکلمہ تحسین۔ سنبھلنا، رکنا گرنے سے بچنا، خبر دار ہونا۔ چھک، سیر، بدمست، نشہ میں چور۔ مہک، خوشبو۔

شرح

یہ سابقہ مضمون کی تائیداور سوال کے جواب کی دوسری مثال ہے۔ ذوق بے خودی میں کچھ نہیں جا سکتا ہاں کچھ دل سنبھلنے لگے تو اسے مسئلہ مذکور یوں سمجھائے کہ بادصبا جب نشہ میں چور ہو کر پھول کی خوشبو میں کیسے گم ہو جاتی ہے تو جیسے یہ حسات و مادیات کو سمجھتے ہو ایسے ہی شب معراج میں نبی پاک ﷺ جلوہ ہائے حق میں چلے گئے لیکن یہاں عقول وفہوم کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں بلکہ عشق کو امام بنا کر کہہ دیا جائے

امنا و صدقنا

دل کو دے نور وداغِ عشق پھر میں فدا دونیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ آنکھوں سے اب دکھا کے یوں

حل لغات

داغ (فارسی، مذکر) دھبہ، نشان، عیب زخم۔ فدا، دوسرے کے عوض جان دینا، صدقہ، نچھاور، بھینٹ۔

شرح

اے کریم میرے دل کو نور اور عشق کا داغ عطا فرما اور میں تجھ پر قربان جاؤں پھر میرے دل کو دو ٹکڑے فرما دے۔ شق القمر کا کرشمہ تو ہم نے سن کر مانا ہے لیکن اب دل دونیم کر کے دکھا تا کہ ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کسی کو دونیم یوں کیا جاتا ہے۔

عمل برسنت ابراهیمی

امام احمد رضا قدس سرہ پہلے مصرعہ میں بارگاہ رسالت آب ﷺ میں اپنی آرزو و تمنا پیش کی حضور میرے دل کو نور سے بھر دیں اور عشق کے داغ سے اس کے دو ٹکڑے کر دیں جیسے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔ دوسرے مصرعہ میں حصولِ تمنائے

یقین کا اظہار یوں فرمایا کہ گویا کام بن گیا باقی صرف عملدر آمد کی ہے تو اس پر عرض کی حضور مجھے چاند کے دو نیم ہونے سے یقین تو ہے لیکن شنیدہ کے بود مانند دیدہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی کی طرح تو نہیں ہوسکتی۔آپ کے جدامجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی بارگاہِ حق میں "وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ" عرض کررہے تھے میں تو آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اسی لئے مجھے بھی مشاہدہ کرائیے کہ آپ عشاق کے قلوب عشق کے داغ سے کس طرح دو نیم فرماتے ہیں۔

واقعہ ابراھیم علیہ السلام

مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا جوار بھاٹے میں سمندر کا پانی چڑھتا اترتا رہتا ہے جب پانی چڑھتا تو مچھلیاں اس لاش کو کھاتیں جب اتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے ، جب درندے جاتے تو پرند کھاتے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو شوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مردے کس طرح زندہ کئے جائیں گے۔آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یارب مجھے یقین ہے کہ تو مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور ان کے اجزاء دریائی جانوروں اور درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔

قرآن مجید

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ (پارہ ۳،سورۃ البقرہ،آیت ۲۶۰)

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مُردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ازالہ وہم

اللہ تعالیٰ عالم غیب وشہادت ہے اس کو حضرت ابراہیم کے کمالِ ایمان و یقین کا علم ہے باوجود اس کے یہ سوال فرمانا کہ کیا تجھے یقین نہیں اس لئے ہے کہ سامعین کے سوال کا مقصد معلوم ہوجائے اور وہ جان لیں کہ یہ سوال کسی شک

وشبہ کی بناء پر نہ تھا۔

انتباہ

یہی کیفیت حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہے کہ آپ بھی بسا اوقات علم کے باوجود سوال کرتے تو اس سے لاعلمی ثابت کرنا جہالت وگمراہی ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''لاعلمی میں علم''

فائدہ

بحکم خداوندی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے مور، مرغ، کبوتر، کوا۔ انہیں بحکم الٰہی ذبح کیا ان کے پر اُکھاڑے اور قیمہ کرکے ان کے اجزاء باہم خلط کردیئے اور اس مجموعہ کے کئی حصہ کئے۔ ایک ایک حصہ ایک پہاڑ پر رکھا اور سر سب کے اپنے پاس محفوظ رکھے پھر فرمایا چلے آؤ حکم الٰہی سے یہ فرماتے ہی وہ اجزاء اُڑے اور ہر جانور کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہوکر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے۔ مزید آیت کی تفسیر وتفصیل ''فیوض الرحمٰن'' میں دیکھئے۔

دل ہے فکر کس طرح مُردے جلاتے ہیں حضور

اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اُسے بتا کہ یوں

حل لغات

جِلاتے، مضارع از جلانا (بکسیر الجیم) زندہ کرنا، جان ڈالنا، موت سے بچانا۔ حضور (عربی) بروزن فعول ہمچوں رسول بمعنی نزدیک سرورِ عالم ﷺ کی صفت کریمہ ہے۔

لطیفہ

جو لوگ حضور سرورِ عالم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے منکر ہیں وہ یہ صفت آپ کے لئے بولنا چھوڑ دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے مخالفین سے یہی کلمہ بہت زیادہ استعمال کرایا۔ تجربہ شاہد ہے کہ اہل سنت ادب کے پیش نظر آپ کے القاب بیان کرتے ہوئے آپ کا اسم گرامی لیتے ہیں اور یہ لوگ ہر بات پر کہتے ہیں حضور نے یہ فرمایا۔ حضور (ﷺ) ٹھوکر (اردو مونث) پاؤں کی چوٹ۔

شرح

نامعلوم دل کو یہ فکر کیوں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ مُردوں کو کیسے زندہ فرماتے اے کریم میں آپ پر قربان جاؤں اسے ایک ٹھوکر ماریئے تاکہ اسے یقین ہو کہ آپ یوں مُردہ زندہ فرماتے ہیں۔

یہ پہلے شعر کا گویا تتمہ ہے اور اطمینانِ قلبی ایک صورت میں عرض کی کہ میرے آقا کریم ﷺ مجھے تو سو فیصد یقین ہے کہ آپ مُردے زندہ کرتے ہیں لیکن میرا دل فکرمند ہے اسے مشاہدہ چاہیے اور یہ خود مُردہ ہے اسے ایک ٹھوکرسے زندہ فرما دیجئے کہ مُردے یوں زندہ ہوتے ہیں تاکہ اسے بھی میری طرح یقین ہو جائے۔

احیاءِ الموتی

اس عنوان پر متعدد معجزات وکرامات کا ذکر ہو چکا ہے لیکن اہل ایمان کی حالت یہ ہے

اذا کررته یتضوع

جب بھی تکرار ہو گا اس سے خوشبو ہی مہکے گی۔

فقیر عنوان کو تو مکرر لائے گا لیکن ہر بار مضمون جدید ہو گا۔ وللہ الحمد

احیاء الشاة

حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت قبول فرمائی اور جاتے وقت ان کی بکری زندہ فرما دی۔ حافظ ابو نعیم نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کا چہرہ متغیر تھا وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا پھر ہم نے ثرید بنایا اور میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے جابر! اپنی قوم کو جمع کر لو میں ان کو آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے فرمایا ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو اس طرح وہ کھانے لگے جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچا رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ''کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو'' پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا جسے میں نے نہیں سنا ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی۔ آپ نے فرمایا اپنی بکری لے جا پس میں بکری اپنی بیوی کے پاس لایا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! یہ ہماری بکری ہے جسے ہم نے ذبح کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا مانگی پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا یہ سن کر میری بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۷)

باغ میں شکر وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

حل لغات

وصل، ملاقات،محبوب سے ملنا۔ہجر،جدائی،جدا کرنا۔ہائے ہائے،درد سے بلبلانے اورآہیں بھرنے کا کلمہ۔ خیر،نیکی،بھلائی،ہاں،اچھا،ٹھیک،بُرا نہ بھلا۔

شرح

باغ میں وصل وصال کی وجہ سے شکر کررہے تھے اب جدائی میں محبوبﷺ کو اید کرکے آہیں بھر رہے ہیں بلبلا رہے ہیں مقصدتو آپ کاذکر ہے چلو جیسے ہوا اچھا ہوا۔

اس میں امامِ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سمجھایا ہے کہ ذکرمحبوب ہروقت جاری ہو۔وصل وہجر ذکرحبیبﷺ کو حائل نہ ہوں اسی کا نام ہے عاشق صادق۔باغ میں وصل وصال سے مراد ملاقاتِ حبیب ہے گویا کہ ملاقات میں بہار ہی بہار تھی اور جدائی کے پرہجر کےصدمے اُٹھانے پڑرہے ہیں درفرقت میں ہائے ہائے کی کیفیت ہےچلیں یہ سب گوارا ہے کیونکہ ذکرمحبوب جو جاری ہے وہ بوقت وصل ہو یا وقت فرقت ہومقصو دذکریار ہے جوان دونوں صورتوں میں قائم ہے۔

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اُسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضاؔ کہ یوں

حل لغات

پاس(فارسی،مذکر)لحاظ،خیال،طرف داری،خاطر،باعث۔جلوہ(عربی مذکر)کسی خاص طرز سے اپنے آپ کوظاہرکرنا،سامنے آنا،رونق،نور۔زمزمہ،گیت وترازو،ٹھہرٹھہرکر الاپنا۔

شرح

شعرگوئی اور پاسِ شرع دونوں کا اجتماع ایک مشکل امر ہے بڑے بڑےقدآورشعراءشرع کی حدیں توڑ بیٹھے یہاں تک کہ بعض تو سرحدکفربھی پارکرگئے،بعض نے مبالغہ آرائی سے جھوٹ ملا دیا،بعض محض خیال وتصور میں کہاں سے کہاں تک نکل گئےاورانہیں محسوس تک نہ ہوا کہ کیا سے کیا کہہ دیا۔ہزاروں میں ایک ایسا ملے گا جس میں شعر و پاسِ شرع

نصیب ہو۔اسلاف میں تو بے شمار اکابر اس حسن سے مزین تھے۔آخری دور میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی اس حسن یعنی شعر اور پاسِ شرع دیکھنا چاہے تو اسے میرے اشعار پڑھ کر سنائے کہ لو یہ شعر بھی ہے اور پاسِ شرع بھی اور ان دونوں کا اجتماع یوں ہوتا ہے۔

شعر و پاسِ شرع

جس طرح عبادات کے لئے کچھ آداب مقرر ہیں اسی طرح شاعری بالخصوص نعت گوئی کے لئے بھی کچھ قوانین ہیں جو اتنے سخت ہیں کہ اُن کی حدود میں رہ کر نعت کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت گوئی کا حقیقی شعور توفیق ایزدی ہی سے نصیب ہوتا ہے۔ جملہ اصنافِ سخن میں نعت ہی ایسی صنف ہے جو انتہائی دشوار اور مشکل ہے اس میدان میں بڑے بڑے ہوشمند ٹھوکریں کھاتے دیکھے ہیں۔رنگ مجاز میں آپ آزاد ہیں لیکن نعت کے تقاضوں کو وہی پورا کرسکتا ہے جس کا دل سرکارِ مدینہ ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت سے سرشار ہو اور اس کے ساتھ علم شریعت سے بھی دل پوری طرح باخبر ہو جو دیوانوں کی طرح سوچے اور ہوشمندوں کی طرح لکھے۔ یہ ایک ایسا گلستان ہے جس میں پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہیں جن سے ایک کامل فن ہی دامن بچا کر پھول چن سکتا ہے۔فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں ''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''(الملفوظ جلد۲ صفحہ ۴۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مذکور قول کی اُس وقت پوری طرح تصدیق ہو جاتی ہے جب ہمیں گلزارِ نعت میں ماہر گل چینوں کے دہن بھی کانٹوں میں الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔حضرت محسن کاکوروی نے سراپائے مبارک لکھا جسے خوب شہرت حاصل ہوئی اس کا یہ آخری شعر ملاحظہ فرمائیے

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

بلحاظِ فن یہ شعر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھئے تو مصرعہ ثانی سے ایک الوالعزم نبی کی توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔حضرت محسن تمنا کرتے ہیں کہ کاش!اس سراپائے مبارک کو بروزِ حشر بارگاہِ ربوبیت میں پیش کروں باری تعالیٰ اس کے بدلے میں حور و قصور عطا فرمائے تو دستہ بستہ عرض کروں الٰہ العالمین! یہ مفت پیش کرسکتا

ہوں لیکن حُووقصور اس کا بدل نہیں کیونکہ یہ یوسف علیہ السلام کی تصویر نہیں کہ کھوٹے داموں بیچ دی جائے۔

ایک اور قصیدے کا شعر ہے

الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی   بُرا معلوم ہو لفظ احد میں میم احمد کا

حضرت محسن کاکوروی علیہ الرحمۃ کی شاعرانہ عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ دونوں اشعار عالم استغراق یا جوشِ روانی میں سپردِ قلم ہوئے اور غیر شعوری طور پر ادب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا حالانکہ یہ وہ نازک بارگاہ ہے کہ

نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جا

مشہور شاعر جناب اطہر ہاپوری مرحوم نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے   مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برہم ہوکر فرمایا مصرعۂ ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے حبیب کبریا ﷺ کو لیلیٰ سے گنبد خضراء کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے   قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

ایک صاحب نے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوکر اپنے نعتیہ اشعار سنانے کی درخواست کی آپ نے فرمایا میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں (اس لئے کہ ان کا کلام میزانِ شریعت میں تُلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ "رعنا" کا استعمال بھی موجود ہے اگر وہ اپنی اسی غلطی پر آگاہ ہوجاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے۔ پھر خیالِ خاطر احباب کے پیش نظر اُن صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اُن کا ایک مصرعہ یہ تھا

شان یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی

آپ نے فوراً شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا حضور اکرم ﷺ کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ مصرعہ یوں بدل دیا جائے

شانِ یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی

آدابِ نعت گوئی اور اس کے شعور وعرفان کے ساتھ فاضل بریلوی کی نظر کی گہرائی کی داد دیجئے کہ معمولی سی شرعی لغزش بھی آپ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی اور پھر مصرعوں کی تبدیلی سے مضمون کس قدر جاندار ہو گیا ہے حقیقتاً آپ کی یہ بات باریک بینی اور نظر کی گہرائی اُن خدا داد صلاحیتوں میں سے ایک ہے جن کی بناء پر علمائے عرب وعجم نے آپ کو مجدد اور امامِ زمانہ تسلیم کیا تھا جو ذاتِ گرامی صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں جملہ علومِ عقلی ونقلی میں ماہرانہ استعداد کی سند لے کر مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو اُس کے تبحر علمی پر ذہانت وفطانت جس قدر بھی ناز کرے کم ہے۔

جب ہم آپ کی پہلو دار شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں تو موجودہ صدی کی سربرآوردہ علمی شخصیتوں میں آپ کا قدو قامت سب سے بلند نظر آتا ہے اور مقامِ فضیلت سب سے مرتفع۔ آپ بیک وقت ایک متجر عالم، مفسر، محدث، فقیہ، مفکر، فلاسفر، خطیب، اُردو کے بلند پایہ ادیب اور نعت گوئی میں منفرد حیثیت کے شاعر تھے۔ مختلف علوم وفنون پر کم وبیش ایک ہزار تصانیف آپ کی رفعت علم، بلندئ فضیلت، علوفن اور قدرت ومہارت کی آئینہ دار ہیں۔ جس موضوع پر قلم اُٹھایا کوئی تشنگی باقی نہ چھوڑی، جس عنوان کو اپنایا اس کا گوشہ گوشہ منور کر دیا، نثر کی جانب چلے تو ایسے لعل وجواہر بکھیرے کہ عروسِ نثر کو کبھی تہی دامنی کا شکوہ نہ ہوگا، شاعری کی طرف آئے تو وہ گل بوٹے کھلائے کہ تا طورہ نظم کو ہمیشہ کے لئے بہشت بداماں بنا دیا، نعت گوئی نے اس فن مبارک کو اُردو ادب میں ایک خاص مقام دلوایا اور اس میدان میں انہوں نے جو سرگرمی دیکھائی اُس کی بدولت آج یہ فن زندہ ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور آپ کے معاصرین کے کلام میں جو نمایاں فرق ہے وہ سچا عشق رسول ﷺ ہے جس نے آپ کو اُن تمام سے ممیّز وممتاز کر دیا ہے۔ آپ کے ہر شعر میں اس کی نورانیت نظر آتی ہے یہی وہ شمع ہے جس کی روشنی میں آپ اُن تمام مشکل ترین منزلوں کو بآسانی طے کرتے چلے گئے جہاں بڑے بڑے علماء وشعراء کے قدم ڈگمگانے لگے اور بعض ٹھوکریں کھاتے دیکھے گئے۔ اس روشنی سے نہ صرف آپ ہی کا دانش کدہ منور ہے بلکہ آپ نے اس کی شعاعوں سے ہندوپاک فضائے شعر وحکمت میں ایسا چراغاں کیا ہے جو ہمیشہ روشن رہے گا اور جس کے اجالے میں مستقبل کا جویائے راہ سلامت روی کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود پالے گا۔

آپ کا مجموعۂ نعت حدائق بخشش نہ صرف عشق حبیب کی شعری تصویر ہے بلکہ نعت حبیب کا وہ مشرق ہے جس سے آفتابِ عرب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں چونکہ آنکھوں کے راستے دل میں اُتر کر کائناتِ حیات کو منور کر دیتی ہیں سوز وورد اور جذب واثر نے الفاظ کو گویا زبان دے دی ہے اور وہ کوئے حبیب کی حدیث عشق سنا رہے ہیں۔ یہ خصوصیت یہ

اندازِ بیاں، یہ سلیقۂ نعت آپ کے علاوہ کسی کے یہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشق حبیب کا وہ طلسم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کی پَرت پَرت کھولتے چلے جائیں مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ نہیں آنے پاتی۔

اس میدان میں بڑے بڑے نعت گو اساتذہ کے قدم ڈگمگا گئے اور اس کی کسوٹی پر کوئی بھی پورا نہیں اتر سکا ہے حالانکہ اساتذۂ نعت میں وہ بھی ہیں جو شاعر ہونے کے علاوہ عالم و مفتی بھی تھے۔ چند شعراء کا نمونۂ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مشہور سیاست دان، صحافی اور شاعر مولوی ظفر علی خان کا یہ شعر ملاحظہ ہو

ارسطو کی حکمت ہے یثرب کی لونڈی — فلاطون طفلِ دبستانِ احمد

فخر دو عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے

یقولون یثرب وھی المدینة

لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے

اسی پر بس نہیں بلکہ ممانعت کے باوجود ظفر علی خان صاحب نے اس لفظ یثرب کو اپنی نعتوں اور نظموں میں بکثرت استعمال کیا ہے۔ استاذ الاساتذہ منشی امیر احمد مینائی مرحوم نہ صرف بلند پایہ شاعر تھے بلکہ سنی صحیح العقیدہ بزرگ تھے۔ اس کے باوجود

اللہ گہر اور صدف احمد مختار

یہ مصرعہ شرعاً قابل گرفت و لائق اعتراض ہے کیونکہ صدف سے گُہر پیدا ہوتا ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ صدف ہوئے اور ذاتِ باری تعالیٰ گُہر تو غور فرمائیے کہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے۔ موصوف کا یہ شعر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔

طور کا جلوہ تھا جلوہ آپ کا — لن ترانی تھی صدائے مصطفیٰ

(محامد خاتم النبیین صفحہ ۳۷ مطبوعہ لکھنؤ)

موصوف کے نزدیک طُور پر تجلی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دیکھی تھی وہ حضور اکرم ﷺ ہی کا جلوہ تھا اور لن ترانی بھی حضور ہی نے کہا تھا (گویا نبی آخر الزمان ﷺ خدا کے پردے میں خود ہی لن ترانی کہہ رہے تھے) یہ عقیدۂ توحید کے بالکل منافی ہے۔ یہ شعر بھی ملاحظہ ہو

طور وہ روضہ ہے میں صورت موسیٰ لیکن ارنی منہ سے نکالوں جو مزار آئے نظر

(محامد خاتم النبیین صفحہ ۴۹)

ان کے نزدیک روضۂ رسول کوہِ طور ہے آپ وہ بصورتِ موسیٰ السلام ہیں اگر انہیں روضۂ اطہر نظر آجائے تو وہ رب ارنی کہنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔فخر دو عالم ﷺ کو خدا قرار دینا نعت گوئی نہیں ہے بلکہ منصب نعت گوئی سے بھٹک جانا ہے۔شعر ملاحظہ ہو

پاک تھی رنگِ دورنگی سے وہ خلوت گہہ خاص وہی شیشہ وہی مے خوار تھا معراج کی شب

(ایضاً صفحہ ۳۹)

قَابَ قَوْسَیْنِ کی خلوت گاہِ خاص میں دو نہ تھے بلکہ صرف ایک ہی ذات تھی وہی ذات شراب کی بوتل اور وہی شراب پینے والی تھی۔امیر مینائی صاحب کا وہی سے خدا کی طرف اشارہ ہے یا حبیب خدا کی جانب یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔خدا کو رسولِ خدا کا منصب دینا یا رسول خدا کو خدا کے مقام پر فائز کرنا یہ دونوں کو ایک قرار دینا ساری صورتیں ہی قابلِ اعتراض ہیں نیز خدا اور حبیب خدا کو شیشہ و شراب و میخوار جیسے الفاظ سے تشبیہ دینا کوئی اچھی جسارت نہیں۔ایک اور شعر ہے

اللہ بخش دے جو وہ شیطان کے ہوں شفیع ہم مجرموں کے جرم تو ہیں کس حساب میں

(ایضاً صفحہ ٦۵)

اسی طرح کا ایک شعر اور ملاحظہ ہو

آیا خیالِ انجمن لامکاں ہمیں دیکھے کبھی جو عاشق ومعشوق ڈاب میں

(ایضاً صفحہ ٦۵)

اس شعر کا مصرعہ ثانی مبتذل ہے انجمن لامکان و بزم اسرےٰ میں خدا اور حبیب خدا کی ملاقات کہاں اور دنیاوی عاشق ومعشوق اور ان کا ڈاب کہاں۔مندرجہ بالا دونوں اشعار کا مضمون وتخیل مبنی بر تضحیک وابتذال ہے جو نعت کے لئے قطعاً نامناسب اور خلافِ ادب ہے۔

کون سا پڑھا لکھا سنی ہے جس نے بلبلِ باغ مدینہ، عاشقِ رسول، حضرت کرامت علی شہیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نہ سنا ہو گا اُن کا مندرجہ ذیل شعر پاک وہند کے بچے بچے کی زبان پر آج بھی جاری ہے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے　　　قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

مگر فردوسِ نعت کی سیر کرتے ہوئے لاشعوری طور پر وہ بھی کانٹوں میں الجھ کر رہ گئے چنانچہ اسی نعت شریف کا ایک شعر یہ بھی ہے

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے　　　زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

یہ شعر یوں تو محبت سرکارِ مدینہ کے عطر میں ڈوبا ہوا ہے اور ہر لفظ سے شہیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت وعقیدت کا جام چھلکتا ہوا نظر آ رہا ہے لیکن منہ چومنا، بوسہ دینا انسانی فعل ہے جس سے ذاتِ باری تعالیٰ پاک اور منزہ ہے۔ حضرت بیدم وارثی کا یہ شعر ملاحظہ ہو

عشق کی ابتدا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم　　　رہنے دو راز کھل بندے بھی تم خدا بھی تم

موصوف نعت گوئی کی حد کتنے پرے نکل گئے ہیں غرضیکہ امیر مینائی، محسن کاکوروی اور شہیدی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اُردو نعت کے اساتذہ فن ہیں جن کی خدمات تاریخ گوئی ہرگز فراموش نہیں کر سکے گی۔ ان حضرات کے خلوصِ نیت اور جذبۂ عقیدت پر کوئی کوتاہ بین اور تنگ نظر ہی شک کرے گا اگر ان حضرات کو اپنی شرعی لغزشوں پر آگاہی ہو جاتی تو یقیناً وہ اس قسم کے اشعار کو بدل دیتے اور آئندہ کے لئے محتاط رہتے۔

موجودہ دور کے نعت گو شعراء میں سے صرف جناب اعظم چشتی صاحب کے چند اشعار پیش کرتا ہے جن کا نعتیہ کلام ملک کے مقبول اور کثیر الاشاعت رسائل وجرائد کی زینت بنتا رہتا ہے اور ریڈیو پاکستان سے بھی اکثر فردوس گوش ہوتا رہتا ہے۔ بہت اچھی نعتیں لکھتے ہیں، پڑھتے بھی خوب تھے، آواز پاٹ دار اور گلے میں قدرتی سوز تھا، پڑھتے وقت مجسم شعر بن جاتے تھے۔

جناب کوثر نیازی نے ان کے مجموعۂ کلام پر دیباچہ لکھتے ہوئے موصوف کو نعت خوانِ اعظم کہا۔ دیباچہ میں ایک جگہ لکھا ہے

''وہ نعت کے لئے غزل کا پیرایہ استعمال کرتا ہے مگر شریعت کا مزاج برہم نہیں ہوتا۔'' (نیرِ اعظم صفحہ ۴۱)

بعض جگہ موصوف کا قلم بھی شاہراہِ شریعت کو چھوڑ کر الوہیت کی حدود میں داخل ہو گیا ہے جس سے شریعت کا مزاج تو کیا پورا نظامِ شریعت ہی درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ موصوف کا یہ شعر ملاحظہ ہو

انسانیت کو بخشی وہ معراج آپ نے　　　ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں

(نیرِ اعظم صفحہ ۴۱)

موصوف کے نزدیک سرورِ کون ومکاں ﷺ نے انسانیت کو جہالت اور بت پرستی کی پستی سے اُٹھا کر اعلیٰ اخلاق کا درس دے کر وہ عروج بخشا کہ ہر آدمی اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگا ہے۔ نبی کریم، ہادیٔ اعظم ﷺ عالم انسانیت کو توحید کا سبق دینے اور سب کو ایک خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے جھکانے کے لئے تشریف لائے تھے نہ کہ نعوذ باللہ انسانوں کو خدا بنانے کے لئے، ایک انسان شرفِ انسانیت سے کتنا ہی مشرف کیوں نہ ہو جائے، کتنا ہی عروج کیوں نہ پالے لیکن اتنی ترقی ہرگز نہیں کر سکتا کہ وہ خدا ہو جائے۔ بندوں کو خدا سمجھنا انسانیت کا تنزل تو ہے معراج ہرگز نہیں۔

ایک اور شعر ہے

عبد و معبود میں نسبت تام — ہے محمد بھی احمد بے میم

(نیرِ اعظم صفحہ ۵۷)

موصوف کے نزدیک بندے اور خدا میں اس درجہ مکمل نسبت ہے کہ بایں تعلق و نسبت حضرت محمد ﷺ بے میم کے احمد یعنی اَحد (خدا) ہیں۔ (استغفر اللہ)

مزید لکھا ہے

عقل کہتی ہے مثلنا کہئے — عشق بیتاب ہے خدا کہئے

(نیرِ اعظم صفحہ ۶۱)

نہاں تابود در پردہ خدا بود — چوں ظاہر شد محمد مصطفی بود

اعظم چشتی صاحب کے نزدیک وہ جب تک پردے میں تھا تو اس کا نام خدا تھا اور جب پردے سے ظاہر ہوا تو محمد مصطفیٰ بن گیا۔ یہ بھی لکھا ہے

آ گئی سامنے آنکھوں کے اللہ کی صورت — آئے سرکار جو اللہ کی برہان بن کر

(نیرِ اعظم صفحہ ۲۴)

یعنی ان کے نزدیک رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی ایسی روشن دلیل بن کر تشریف لائے کہ خدا کی صورت ہی سامنے آ گئی کیا خدا کی بھی شکل و صورت ہے؟ کیا حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میری صورت خدا جیسی ہے یا میں خدا کا ہم شبیہ ہوں؟

یہ شعر بھی قابل غور ہے

خالقِ عرش، سرِ عرش، بہ صدر عنائی ‍ ‍ ‍ ‍ جلوہ فرما ہے بہ اندازِ دِگر آج کی رات

(نیرِ اعظم صفحہ ۳۵)

موصوف کے نزدیک اللہ رب العزت معراج کی رات میں تمام رعنائیوں کے ساتھ کسی دوسرے ہی انداز میں سرعرش جلوہ افروز تھا۔لفظ رعنائی خالقِ عرش کے لئے غور طلب ہے جب کہ علمائے کرام نے حبیب خدا کے لئے بھی اس لفظ کا استعمال منع فرمایا ہے۔غورِ طلب ہے کہ اس بے نیاز کو رعنائیوں کی ضرورت ہی کیا؟ کیا پہلے وہاں کسی چیز کی کمی ہے؟ بننے سنورنے اور آرائش حسن وزیب وزینت کی احتیاج انسان کو ضرور ہے لیکن وہ بے نیاز تو نور ہی نور ہے جس میں نہ کمی ممکن نہ زیادتی۔

وھابی دیوبندی شعراء

یہ گفتگو اہل سنت شعراء کے متعلق تھی جو لاشعوری میں خطا ہوئی لیکن توحید کے علمبردار اور عاشقانِ رسول ﷺ پر مشرک کا فتویٰ صادر کرنے والوں کے مولوی محمد قاسم نانوتوی کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے جسے سرخیل علمائے دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے خطبات میں تحریر کیا ہے

گرفت ہوگی تجھے ایک بندہ کہنے پر ‍ ‍ ‍ ‍ ہو سکے بھی خدائی کا اک تری انکار

یعنی اگر حضور اکرم ﷺ کی خدائی کا انکار ممکن بھی ہو تو پھر آپ کو بندہ کہنے پر گرفت یقینی ہے بالفاظِ دیگر کوئی تیری خدائی نہ بھی تسلیم کرے تب بھی تجھے بندہ نہیں کہا جا سکتا ورنہ گرفت ہوگی۔ یہ عقیدۂ توحید و رسالت سے کس قدر ناشناسی ہے صحیح عقیدہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ‍ ‍ ‍ ‍ یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

یعنی میں آقائے کون ومکاں ﷺ آپ کو ساری کائنات کا (مجازی) مالک ہی کہوں گا کیونکہ آپ مالکِ دو جہاں کے حبیب ہیں چونکہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ محبّ اور محبوب کے درمیان یہ سوال ہی ختم ہوتا ہے کہ یہ میرا ہے وہ تیرا ہے بلکہ جس شے کا محبّ مالک ہوتا ہے محبوب کو بھی اسی کا مالک بنا دیتا ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حبیب کی ملکیت اور ملوکیت کو ثابت کیا ہے اور شریعت مطہرہ کے عین مطابق عقیدہ ظاہر کیا لیکن نانوتوی صاحب ایک جانب تو حبیب خدا کی خدائی کا انکار ناممکن بتا رہے ہیں اور دوسری جانب اسے

گرفت کی وعید سنا رہے ہیں جو آپ کو بندہ کہے حالانکہ تمام کائنات سے افضل اور بعد از خدا بزرگ وتر ہونے کے باوجود یقیناً آپ خدا کے بندے ہیں۔

اکابر کا حال نہایت زبوں ہے صرف ایک مثال عرض کردی ہے۔

نعت شریف ۲۲

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

شرح

اس نعت مبارک میں امام احمد رضا قدس سرہ نے عشق رسول ﷺ کے فوائد وکمالات اور اس راہ سے منہ موڑنے والے کی مذمت فرمائی ہے اور یہی عاشق کی علامت ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑانی (کوٹ مٹھن شریف) قدس سرہ نے سرائیکی میں فرمایا

میں راھوں مول نہ مڑساں — تونڑیں دل تھیوم سو ٹکڑے

یعنی عشق کی راہ ہے میں تو ہرگز نہ ہٹوں گا اگرچہ دل سو ٹکڑے ہو جائے بخلاف کچے عاشق کے کہ وہ بجائے اس میں پختگی اور دوام کی طلب کے اگر کہیں پھنس جائے تو پھر پچھتا تا ہے مثلاً غالب کو دیکھئے کہ وہ عشق کی وادی میں قدم رکھنے سے بچنے کی سبیل سوچتا ہے

جس ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جس عشق رسول (ﷺ) کی اسلاف صالحین اہل اسلام کو وصیت ونصیحت فرماتے رہے اسے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے مشہور کلام کا جام محبت کے مٹکوں میں ڈال کر خوش اسلوبی سے پلا دیا۔ یہی وجہ ہے آپ سے وابستگی کے بعد جسے بھی عشق رسول ﷺ کی چاشنی نصیب ہوئی ہے وہ عمر بھر اس سے لذت پاتا رہا اور اسی میں اپنی جان دے دی۔

شعر کی توضیح

مصرعۂ اول میں درِ رسول ﷺ کا چھوڑ کر جانے والوں کی طرف اشارہ ہے تو دوسرے میں درِ رسول ﷺ پر مر مٹنے والوں کا ذکر خیر ہے اور دونوں کے کوائف کسی سے مخفی نہیں ہے پہلے طائفہ کا ابوجہل سربراہ ہے جب کہ دوسرے مقدس گروہ کے قائد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آج اور تا قیامت یہی کیفیت جاری رہے گی کہ جو درِ رسول ﷺ سے منہ موڑتے ہیں وہ ہروقت اور ہر جگہ تباہ و برباد رہتے ہیں اور ناکام و نامراد مرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں

مرتد کاتب وحی تباہ

صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں محرر تھا اچانک وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جاملا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا کہ ہرگز زمین اس کو قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوطلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ مرتد شخص جہاں دفن ہوا تھا میں وہاں گیا تو دیکھا کہ اس کی لاش باہر پڑی ہے لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے کئی بار قبر میں رکھا گیا لیکن بار بار زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔

واضع الحدیث کا انجام بد

بیہقی نے اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹی بات بنا کر میری طرف منسوب کرے گا اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو کہیں بھیجا تھا اس نے جا کر جھوٹی باتیں گھڑیں اور ان جھوٹی باتوں کو حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا آپ نے اس کے خلاف دعا کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرنے کے بعد اس شخص کا پیٹ پھٹ گیا اور زمین میں دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر نکال پھینکا۔

محلم کا انجامِ بد

بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محلم بن جثامہ کے خلاف دعا فرمائی چنانچہ جب وہ مرا اور دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا کئی بار اسی طرح ہوا مجبوراً اس کو ایک پہاڑی درے میں ڈال کر اوپر سے پتھر چن دیئے گئے۔

محلم کو ایک لشکر کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے مقامِ اضم کی طرف بھیجا تھا۔ اضم کی طرف سے عامر بن اضبط نے محلم کے آ کر سلام کیا۔ محلم نے بڑھ کر عامر بن اضبط کو قتل کر دیا اور اس کا سارا سامان اپنے قبضہ میں کرلیا۔ حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے تین بار فرمایا یااللہ تو محلم کو نہ بخش چنانچہ محلم مرگیا تو زمین نے اسے قبول نہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین نے تو اس سے بھی بدتر اور بُرے لوگوں کو قبول کرلیا ہے لیکن خدا تمہیں

عبرت دلانا چاہتا ہے اس لئے ایسا ہوا۔

لنجہ ھاتھ

حضرت مسلم بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ بولا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا اس نے جھوٹ اور تکبر سے ایسا کہا تو حضور نے فرمایا اب طاقت نہیں رکھے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہاتھ نہ اُٹھا سکا معلوم ہوا نبی کریم ﷺ سے اس کا جھوٹ پوشیدہ نہ تھا اس کی گستاخی کے باعث اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا آپ کے منہ سے جو فرمان ارشاد ہوا وہ ہو کر رہا اور گستاخ زندگی بھر لنجے ہاتھ سے مارا مارا پھرتا رہا۔

ثعلبہ کا انجامِ بد

حضرت ابوامامہ باہلی راوی ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دولت مند کردے۔ آپ نے فرمایا اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کردے اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا تو شکر ادا نہ ہوسکے۔ اس نے پھر دعا کی درخواست کی آپ نے جواب میں فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم اسی حال میں رہو جس حال میں اللہ کے نبی ﷺ نے رہنا پسند کیا ہے۔

فو الذی نفسی بیدہ لو شئت ان یسیر الجبال معی ذھبا وفضة لسادت

اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے اور چاندی کے ہو کر میرے ساتھ چل پڑیں۔

ثعلبہ بولا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا اگر آپ اللہ سے دعا کردیں اور وہ مجھے دولت مند بنادے تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا۔ آپ نے دعا فرمائی

اللھم ارزق ثعلبة مالا

یا اللہ ثعلبہ کو دولت مند بنادے

ثعلبہ نے کچھ بکریاں لے لیں وہ بکریاں ایسی بڑھیں کہ اس کے لئے مدینہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں جا کر آباد ہو گیا (جو پنجگانہ نمازیں حضور ﷺ کے پیچھے پڑھتا تھا اب صرف) ظہر اور عصر کی نمازیں جماعت سے پڑھتا تھا پھر اس کے مال میں اور ترقی ہوئی تو اس وادی میں رہنا مشکل ہو گیا تو وہ اور وسیع ترین میدان (زیادہ کھلی جگہ) میں

چلا گیا تو ظہر وعصر میں حاضری سے بھی رہ گیا اور جمعہ کے جمعہ آنے لگا پھر مال اور بڑھا تو وہ اور ہی دور چلا گیا اور جمعہ کے جمعہ آنے سے رہ گیا اب جمعہ کو آنے والے سواروں سے مدینہ منورہ کے حالات پوچھتا۔ اس کی اس صورتِ حال پر حضورﷺ نے بہت افسوس فرمایا پھر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم بھی نازل ہوگیا تو حضورﷺ نے دو شخصوں کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے صاحب استطاعت لوگوں کے پاس روانہ کیا۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے حضورﷺ کا خط مبارک لے کر ثعلبہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے کہا یہ تو وہی ٹیکس ہے جو غیر مسلموں پر (جزیہ) ہے مجھے کچھ خبر نہیں۔ جاؤ فلاں فلاں کے پاس جاؤ ان سے لے کر آؤ پھر میرے پاس آنا میں کچھ سوچ لوں وہ وہاں سے سلمٰی کے پاس تشریف لے گئے سلمٰی کے پاس اونٹ تھے تو اس نے عمدہ عمدہ اونٹ زکوٰۃ کے لئے جس قدر حق بنتا تھا اس سے بھی بڑھ کر پیش کر دیئے۔ عاملوں زکوٰۃ وصول کرنے والے نمائندوں نے کہا کہ یہ تو حق واجب سے بڑھ کر ہے وہ کہنے لگا کہ کوئی بات نہیں میرا دل اسی سے خوش ہوگا۔ وہ وہاں سے دوسروں کے پاس گئے اور آخر میں ثعلبہ کے پاس آئے تو اس نے پھر وہی بے ہودہ باتیں کیں۔ عامل واپس آ گئے اور حضور اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ابھی کچھ کہہ نہ پائے تھے کہ آپ نے پہلے ہی فرمادیا

ویحک یا ثعلبة

اے ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ. (پارہ ۱۰، سورۂ توبہ، آیت ۷۵)

اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے۔

ثعلبہ کے اقارب کو پتہ چلا کہ تو انہوں نے اسے جا کر بتایا کہ تیرے بارے میں کلامِ الٰہی نازل ہوگیا ہے تو وہ صدقہ لے کر حضور کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا

ان اللہ منعنی ان اقبل منک صدقتک.

اللہ نے مجھے صدقہ (زکوٰۃ) قبول کرنے سے منع کر دیا ہے

تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آپ نے فرمایا

ھذا عملک قدا مرتک فلم تطعنی

یہ تیرا عمل ہے حالانکہ میں نے تجھے شروع میں کہا تھا اور تو نے میری بات نہ مانی تھی۔

پھر وہ چلا گیا اور حضور اکرم ﷺ کے وصال تک واپس نہ آیا پھر حضرت ابوبکر کی خلافت میں زکوٰۃ کر آیا انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے چونکہ قبول نہیں کیا تھا اس لئے ہم قبول کرنے سے معذور ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں لایا انہوں نے بھی قبول نہ کیا پھر حضرت عثمان غنی کی خلافت میں لایا انہوں نے بھی قبول نہ کیا اور کہا

لم يقبلها رسول الله ولا ابوبكر ولا عمر وانا اقبلها منك؟

نہ تو حضور نے قبول کیا نہ ابوبکر و عمر نے اور میں کیسے قبول کرلوں۔

آخر وہ خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوران مر گیا۔(ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۲۷۴، الاصابہ جلد۱ صفحہ ۱۹۹، اسد الغابہ جلد۱ صفحہ ۲۳۷)

ابوعامر کا انجام

جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو ابوعامر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ یہ دین جس کی آپ دعوت دیتے ہیں کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ وہی سیدھا اور روشن دین ہے جس کی حضرت ابراہیم دعوت دیتے تھے وہ کہنے لگا پس تو میں اسی دین پر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں تم اس پر نہیں ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں؟ پھر کہنے لگا یا محمد (ﷺ) آپ نے اس دین میں وہ باتیں داخل کردی ہیں جو پہلے سے اس میں نہ تھیں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں اس دین کو نہایت روشن اور ستھرے طریقے سے لایا ہوں۔

ابوعامر کہنے لگا کہ جھوٹے کو خدا دور دراز تنہا مارے اس سے حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ اور اس کی مراد یہ تھی کہ آپ اس کے مصداق ہیں (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اجل فمن كذب فعل الله تعالىٰ ذالك به

یعنی ہاں تو جو جھوٹا ہو خدا تعالیٰ اس کے ساتھ یوں ہی کرے۔

پس اس دشمن خدا کے ساتھ ہی ایسا ہوا وہ مکہ کی طرف چلا گیا جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہ طائف بھاگ گیا پھر جب اہل طائف اسلام لے آئے تو وہ شام کو نکل گیا۔

فمات بها طريدا غريبا وحيداً. (اسد الغابہ جلد۲ صفحہ ۶۷)

پس وہی شام میں دور دراز تنہا مر گیا۔

رخصت قافل کا شورِ غش سے ہمیں اُٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

حل لغات

قافلہ،مسافروں یا تاجروں کا گروہ۔غش (بالفتح فارسی مذکر) بیہوشی ،سرشاری۔

شرح

رخصت قافلہ کا شور مدینہ پاک سے واپس جانے کے لئے ہمیں مدہوش وسرشاری سے عشق کیوں اٹھائے۔ہم ان کے زیرِ سایہ سورہے ہیں اب ہمیں کوئی جگائے تو کیوں جگائے۔

یہ تو واضح ہے کہ عاشق کا چین وقرار محبوب کی گلی ہے ہم آنکھوں سے عاشقانِ مدینہ پاک کو دیکھتے ہیں کہ مدینہ پاک میں رہ کر شاداں وفرحاں ہیں لیکن جونہی الوداع از مدینہ کا دن آتا ہے تو ان کا حال جدائی کے تصور سے نہایت ہی قابلِ رحم ہوتا ہے اور یہی علامت ایمان اور دلیل عشق مصطفی ﷺ ہے اس لئے کہ مدینہ پاک کی محبت ہی ت ومسلمان کا عظیم سرمایہ ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ پاک سے بہت ہی محبت فرماتے ہیں۔

عقیدہ

تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ روضۂ انور کا وہ حصہ جو حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے ملا ہوا ہے۔زمینوں،آسمانوں،کعبۂ مقدسہ اور عرشِ معلی سے بھی افضل ہے اس کے بعد ساری زمین سے افضل کعبہ مقدسہ ہے۔اس کے بعد اختلاف ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے یا مکہ مکرمہ؟ تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن عمر اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام مالک اکثر علمائے مدینہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

فضائل مدینہ پاک

اکثر علمائے مدینہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا محبوب ترین شہر ہے اور قیامت تک حضور اکرم ﷺ کا اسی میں قیام ہے اور آپ کے جسم انور کے یہاں موجود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہر آن اور ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہے وہ کسی اور جگہ کہاں نازل ہوتی ہیں؟ نیز شریعت مطہرہ اور اس کے تمام احکام کی تکمیل اسی شہر میں ہوئی۔تمام فتوحات اور تمام کمالات

ظاہری وباطنی کاحصول یہیں ہوا۔اسلام کوشان وشوکت اورقوت وعظمت یہیں حاصل ہوئی ،اول وآخر کی نیکیاں اور ہدایت ونورانیت کے چشمے یہیں سے جاری ہوئے اور یہیں وہ منبر ہے جو جنت کے حوض پر ہےاوریہیں وہ جنت کی کیاری ہےاوریہیں وہ جبل اُحد ہے جوحضوراکرمﷺ کامحبوب ترین پہاڑ ہےاوریہیں وہ جنت البقیع ہے جس میں آپ کے جگر کے ٹکڑے،ازواجِ مطہرات اورتقریباً دس ہزار صحابہ کرام اور بے شماراولیاءوصلحاءرضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں اوریہیں وہ مسجدنبوی شریف ہے جس میں دورکعت نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتاہےاوریہیں وہ مسجدقباشریف ہے جس دورکعت نماز پڑھنے سے عمرہ کاثواب ملتاہے۔

احادیث مبارکہ

(۱)حضرت سعیداپنے والدحضرت ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سےروایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریمﷺ جب مکہ مکرمہ داخل ہوتےتو

اللھم لا تجعل منایا نا بمکۃ حتی تخرجنا منھا. (وفاءالوفاجلد۱صفحہ۳۴)

عرض کرتے اے اللہ ہماری موت مکہ میں نہ بلکہ جب ہم مکہ سے باہر نکل کرمدینہ پہنچ جائیں۔

(۲)حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ تعالیٰ عنہمافرماتے ہیں کہ حضوراکرمﷺ نے فرمایا

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا.(مشکوٰۃشریف صفحہ۴۰)

جس شخص سے ہوسکتا ہو کہ مدینہ منورہ میں مرے تو چاہے کہ وہ مدینہ ہی میں مرے اس لئے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت کروں گا۔

(۳)امیرالمومنین حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے

اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک(بخاری کتاب الحج)

اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت اوراپنے رسول کے شہرمدینہ میں موت نصیب فرما۔

فائدہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خاص محرابِ مسجدنبوی شریف میں بحالت نماز جب آپ امامت کے فرائض انجام دے رہے تھےتو مبادیاتِ شہادت نصیب ہوئیں۔

اقوالِ آئمہ

(۱) سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوائے ایک حج کے جو فرض ہے اور حج نہیں کیا صرف اسی واسطے کہ کہیں مدینہ منورہ کے سوا کسی اور جگہ موت نہ آجائے ہمیشہ مدینہ میں ہی رہے اور وہیں انتقال فرما کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (جذب القلوب صفحہ ۲۵)

(۲) امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی مدینہ منور سے باہر تشریف لے جاتے تو نکلتے وقت روتے اور بار بار فرماتے

نخشي ان نكون ممن نفقت المدينة. (جذب القلوب صفحہ ۲۵)

ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جن کو مدینہ دور کر دیتا ہے۔

فائدہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جب حج وعمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو فارغ ہوتے ہی واپس آجاتے زیادہ دیر مکہ مکرمہ میں نہ ٹھہرتے اور نبی کریم ﷺ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو کمالِ شوقِ وصالِ مدینہ سے تیز کر دیتے اور چادرِ مبارک دوشِ انور سے گرا دیتے اور فرمایا

هذه ارواح طيبة

یہ ہوائیں پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں

اور چہرۂ انور پر گرد وغبار پڑتا اس کو دور نہ فرماتے اور اگر کوئی صحابی گرد وغبار سے بچنے کیلئے سر اور منہ چھپاتے تو آپ روک دیتے فرماتے خاکِ مدینہ شفاء ہے۔

مزید فضائل

(۱) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

غبار المدينة شفاء من الجذام. (زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۳۶)

مدینہ منورہ کا غبار جذام یعنی کوڑھ کے لئے شفاء ہے۔

(۲) وفاء الوفاء شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

والذی نفسی بيده ان فی غبار ها شفاء من كل داء . (وفاء الوفاء شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی مٹی میں ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

فائدہ

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ مدینہ منورہ کی مٹی میں شفاء ہے لیکن منکر کو نفع نہیں کرتی۔(زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۴۵)

(۳)حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یمن فتح ہوگا تو بعض لوگ وہاں کے حالات سنیں گے اور پھر اپنے اہل وعیال کو جوان کے کہنے میں آجائیں گے لے کر وہاں چلے جائیں گے۔

والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون

حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں

اور اسی طرح شام فتح ہوگا تو لوگ وہاں کے حالات سن کر اپنے اہل وعیال وغیرہ لے کر وہاں چلے جائیں گے۔

والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون.(بخاری ومسلم صفحہ ۴۴۵)

حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا کاش وہ جانیں۔

فائدہ

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشادِ مبارکہ کے عین مطابق ہوا اور یہ ملک اسی ترتیب سے فتح ہوئے اور لوگ وہاں منتقل ہوئے نیز علم غیب رسول ﷺ کی کتنی معرکۃ الآرا دلیل ہے۔

(۴)حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ سرسبز و شاداب زمینوں کی طرف نکل جائیں گے جہاں ان کو خوب کھانے پینے کو ملے گا اور کثرت سے سواریاں ملیں گی تو وہ اپنے عزیز و اقرباء کو بھی دعوت دیں گے۔

هلم الى الرخاء هلم الى الرخاء والمدية خير لهم لو كانوا يعلمون.(ترغیب ومسلم صفحہ ۴۴۵)

یہاں آجاؤ، یہاں بڑی پیداوار ہے، یہاں آجاؤ یہاں بڑی پیداوار ہے حالانکہ مدینہ پاک ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ جانیں۔

(۵)حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون لا يدعها احد رغبة عنها الا ابدل الله فيها من هو خر منه ولا يثبت احد على لاوائها وجندها الا كنت له شفعا او سهيدا يوم القيمة .(مسلم شریف صفحہ ۴۴۰)

مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں اور کوئی شخص یہاں کے قیام کو بددل ہو کر نہیں چھوڑے گا مگر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر یہاں بھیج دے گا اور جو شخص مدینہ منورہ کی تکلیفوں اور سختیوں کو برداشت کر کے یہاں رہے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔

(٦) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من ارادا هل المدينة بسوء اذابه الله كما يذوب الملح فى الماء. (مسلم شریف صفحہ ۴۴۵)

جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو اللہ اس کو ایسے گھلا دے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(٧) نیز فرمایا نبی کریم ﷺ نے

من اخاف اهل المدينة ظلما اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا. (وفاء الوفاء جلد اصفحہ ۳۲، جذب القلوب صفحہ ۳۳)

جو شخص ظلماً اہل مدینہ کو ڈرائے اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہ فرمائے گا۔

(٨) سید عالم ﷺ نے فرمایا

من اذى اهل المدينة اذاه الله. (وفاء الوفاء جلد اصفحہ ۳۲)

جس نے اہل مدینہ کو اذیت پہنچائی اللہ اس کو اذیت پہنچائے گا۔

(٩) امرائے فتنہ میں سے ایک امیر مدینہ منورہ میں آیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت مدینہ منورہ میں تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کی بصارت میں ضعف آ گیا تھا۔ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ آپ چند روز کے لئے مدینہ منورہ سے باہر چلے جائیں اور اس ظالم کے سامنے نہ آئیں تا کہ اس کے فتنہ سے محفوظ رہیں چنانچہ آپ اپنے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ اتفاقاً راستے میں ایک جگہ بسبب ضعف بصارت ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور فرمایا

تعس من اخاف رسول الله ﷺ فقال ابناه يا ابت وكيف اخاف رسول الله ﷺ يقول من اخاف اهل المدينة فقد اخاف ما بين جنبى. (وفاء الوفاء جلد اصفحہ ۳۱، جذب القلوب صفحہ ۳۲)

ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو ڈرایا، بیٹوں نے کہا ابا جان رسول اللہ ﷺ کو ڈرانا کیونکر ہے آپ کی تو وفات

شریف ہوگئی؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا بیشک اس نے میرے دل کو ڈرایا۔

(۱۰) نبی کریم ﷺ نے فرمایا

المدينة مهاجرى وفيها مضجعى ومنها مبعثى حقيق على امتى حفظ جيرانى ما اجتنبوا الكبائر و من حفظهم كنت له شهيدا او شفيعا يوم القيامة و من لم يحفظهم سقى من طينة الخبال.

(وفاء الوفا جلد ۱ صفحہ ۳۳، جذب القلوب صفحہ ۳۱)

مدینہ میری ہجرت گاہ اور میری خواب گاہ ہے اور (قیامت کے دن) امت پر میرے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت لازم ہے جب کہ وہ کبائر سے بچیں تو جس نے ان کے حقوق کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع بنوں گا اور جس نے ان کے حقوق کی حفاظت نہ کی اسے (دوزخ میں) پیپ اور خون پلایا جائے گا۔

فيا ساكنى اكناف طينة كلكم الى القلب من اجل الحبيب حبيب

(زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۳۳۲)

اے مدینہ طیبہ کے رہنے والو تم سبھی میرے دل کو محبوبِ اکرم ﷺ کی وجہ سے محبوب ہو۔

بار نہ تھے جیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جواب نصیب کو چین کھو گنوائے کیوں

حل لغات

بار (فارسی مذکر) بوجھ۔ جیب (بالفتح عربی مذکر) گریبان، پاکٹ۔ غریب (عربی) مسافر، پردیسی، عجیب، انوکھا، مسکین، عاجز، کنگال۔ چین (بالفتح اردو مذکر) راحت، آرام، سکھ، عیش، اطمینان۔ گنوائے از گنوانا، برباد کرنا، ضائع کرنا۔

شرح

جیب پر ہم غریبوں کے پالنے کا بوجھ تو نہ تھا اب جو ہم نصیب کو روئیں کیا فائدہ آپ خود ہی کرم فرمائیں اور اپنا چین ہی کیوں گنوائے جب آپ کے لطف و کرم پر امید ہے کہ آپ روتا نہیں چھوڑیں گے یہ ناز کی بات ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اسی انداز میں عرض گزار ہیں میرے کریم اس غریب و بے بس مسافر کو اگر اپنے ہاں مستقل کفالت میں رکھ لیتے

تو آپ کے خزائن میں کون سی کمی واقع ہو جاتی۔ اب ہم اپنے نصیب کو روئیں کیونکہ سکون واطمینان اور چین کا مقام میسر نہ رہا۔

یادِ حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

حل لغات

عیش (بالفتح عربی مذکر) عشرت، آرام، سکھ، مزا، لطف۔ چھڑائے از چھڑانا (بالضم) بمعنی رہا کرنا، آزاد، جدا کرنا، ہٹانا، کھولنا۔

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ کی یاد کی قسم یہ یاد ہی تو عیش و آرام ہے اس یاد کو بھلا دینا گویا کہ عیش وعشر کو ہاتھوں سے گنوا دینا ہے جو سراسر ظلم ہے لیکن ہمیں تو چاہیے قیدِ غم چاہیے اور وہ بظاہر ستم ہی سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہی ہمارے لئے خوب سے خوب تر ہے اور ایسی قید سے تو ہم نجات چاہتے ہی نہیں جب ہم نجات چاہتے نہیں تو پھر ہمیں کوئی چھڑائے تو کیوں چھڑائے۔

عشق کی لگی آگ

عشق ایک ایسا میٹھا رس ہے جسے نصیب ہوا وہ اس سے نجات پانے کو الٹا ہلاکت وتباہی سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو نہی عشق رسول ﷺ سے بہرہ ور ہوئے تو ان پر مصائب ومشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کفار ومشرکین نے انہیں برگشتہ کرنے کے لئے ہزاروں حیلے بنائے کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام کا دامن تو چھوڑ دیں مگر انہوں نے ان کو استقامت کا پہاڑ پایا معمولی طور پر بھی انہیں عشق کے راستہ سے پیچھے نہ ہٹا سکے۔ درجنوں واقعات فقیر اسی شرح حدائق میں لکھ چکا ہے۔

دیکھ کے حضرتِ غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں

حل لغات

حضرت (عربی، مذکر) نزدیکی، جناب، قبلہ، درگاہ۔ پھیل پڑے از پھیلنا، بچھنا، پسرنا، مشہور ہونا، بکھرنا، بڑھنا،

بہتات ہونا۔ چھاؤنی (اردو) چھاؤں کرنے والی چیز، چھپر، کھپریل، کیمپ۔

شرح

غنی کائنات یعنی آقائے شش جہات ﷺ کی بارگاہ کو دیکھ کر فقراء وسائلین آپ کے در پر پڑے ہوئے ہیں۔ کریم کے دروازے پر فقراء وسائلین کا کیمپ لگا ہوا ہے اب اس کیمپ کا ختم ہونا ناممکن ہے خواہ قیامت ہی آجائے بلکہ حشر میں تو اسی کیمپ میں کہیں اور بڑھ کر رونق اور اضافہ ہوگا کہ کُل جہان سائل بھکاری بن کر ہمارے اس کیمپ میں آجائے گا جیسا کہ احادیث شفاعت میں فقیر نے متعدد مقامات پر اسی شرح حدائق میں لکھا ہے۔ مزید برآں

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالا سناد مروی کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے باہر آؤں گا اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ جمع ہو کر آئیں گے اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور میں اپنے رب کے حضور تمام اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور یہ فخر نہیں (اظہارِ واقعہ ہے) یا یہ تو کوئی اتنی فخر کی بات نہیں کیونکہ میرے رب نے اس سے زیادہ عنایات سے مجھے نوازا ہے۔

ابن زفر کی روایت میں جو ربیع بن انس سے ہے اس کے الفاظِ حدیث یہ ہیں کہ میں لوگوں میں سب سے پہلے باہر آؤں گا جب وہ اُٹھائے جائیں گے اور ان کا سردار ہوں گا جب وہ آئیں گے اور میں ان کا خطیب بنوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں گا جب وہ روک لئے جائیں گے اور میں انہیں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ حیران ہوں گے۔ بزرگی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر اللہ کے حضور مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں میرے اردگرد ایک ہزار خادم ہوں گے گویا کہ وہ چمکتے موتی ہیں۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنتی لباس میں سے مجھے ایک جوڑا پہنایا جائے گا پھر عرش کے داہنی جانب کھڑا ہوں گا میرے سوا کوئی مخلوق اس جگہ کبھی کھڑی نہ ہوئی۔

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور یہ فخر نہیں اور آدم اور ان کے سوا تمام نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو زمین سے باہر آئے گا اور یہ فخر نہیں۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا بروزِ قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے نکلے گا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ہی بروزِ قیامت لواء الحمد کا اُٹھانے والا ہوں گا اس میں فخر نہیں اور میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں گا یہ فخر نہیں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت میں شفاعت کرے گا اور میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں بروزِ قیامت سید الناس ہوں گا تم جانتے ہو یہ کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں خواہش رکھتا ہوں کہ بروزِ قیامت میرا اجر تمام نبیوں سے بڑا ہو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ بروز قیامت تم میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہوں۔ پھر فرمایا یہ دونوں بروزِ قیامت میری امت میں ہوں گے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ فرماتے ہوں گے آپ تو میری دعا اور میری اولاد ہیں مجھ کو اپنی امت میں گردا نیئے اور عیسیٰ علیہ السلام اس لئے امتی ہیں کہ انبیاء کرام باہم علاتی بھائی ہیں کہ اُن کی مائیں تو مختلف ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں کہ ان کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہے اور میں لوگوں کی نسبت اُن کے ساتھ زیادہ حقدار ہوں۔

فائدہ

آپ کا یہ فرمانا کہ میں بروزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا۔ آپ دنیا میں بھی اُن کے سردار ہوں اور قیامت میں بھی لیکن (قیامت کے ساتھ) آپ کا ارشاد فرمانا اس لئے ہے کہ آپ کی سیادت و شفاعت منفرد ہے کوئی اس میں دوسرا مزاحم نہیں جب لوگ آپ کی طرف التجائیں کریں گے اور آپ کے سوا کسی کو نہ پائیں گے اور آپ ایسے سردار ہوں گے کہ آپ کی طرف لوگ اپنی ضروریات میں پناہ لیں گے تو آپ اس وقت لوگوں میں تنہا سردار ہوں گے اس میں کوئی آپ کا دعویدار اور مزاحم نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (پارہ ۲۴، سورۃ المومن، آیت ۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے؟

پھر خود ہی فرمائے گا

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ . (پارہ۲۴،سورۃ المومن،آیت ۱۶)

ایک اللہ سب پر غالب کی۔

حالانکہ دنیا اور آخرت اسی کا ملک ہے لیکن آخرت میں چونکہ دنیا میں جو دعویٰ کرتے تھے ان کے دعویٰ ختم ہو جائیں گے۔

اسی طرح تمام لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کریں گے تو آخر میں بغیر کسی دعویدار کے ان کے سردار ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بروزِ قیامت میں جنت کے دروازہ پر آ کر دروازہ کھلواؤں گا خازنِ جنت (داروغہ) کہے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ) وہ کہے گا مجھے آپ ہی کے لئے حکم دیا گیا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا (لمبا) ہے اور اس کے کونے برابر کے ہیں، اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پیاری، اُس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو اس کو پئے گا کبھی وہ پیاسا نہ ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی مثل مروی ہے اس کی لمبائی اتنی ہے جتنی عمان سے ایلہ تک ہے اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں۔ ثوبان سے اس کے مثل مروی ہے ان میں سے ایک نے کہا سونے کا دوسرے نے کہا چاند کا اور حارثہ بن وہب کی روایت ہے کہ اس کے مابین مدینہ اور صنعا کے برابر ہے اور انس نے کہا مریلہ اور صنعا کے برابر ہے، ابن عمر نے کہا کوفہ اور حجر اسود کے مابین لمبائی ہے اور حوض کی حدیث کو حضرت انس، حضرت جابر، حضرت سمرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عقبہ بن ارقم، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت سہل بن سعد، حضرت سوید بن جبلہ، حضرت ابوبکر بن خطاب، ابن بریدہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ ضالجی، حضرت ابوہریرہ، حضرت براء، حضرت جندب، حضرت عائشہ، حضرت اسماء (ابوبکر کی صاحبزادیاں) ابوبکرہ، حضرت خولہ بن قیس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی روایت کیا ہے۔ (شفاء شریف)

جانِ عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

شرح

اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ نے عشق مصطفیٰ کے ظاہری فوائد بتائے ہیں اشارہ فرمایا ہے کہ عشق مصطفیٰ ﷺ جان ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمائے کیونکہ یہ ہر درد کی دوا ہے لیکن جسے اس کا ذوق نصیب ہے وہ علاج معالجہ کا محتاج نہیں کیونکہ عشق کوئی معمولی شئے نہیں یہ اکسیر اعظم ہے لیکن اس میں زبانی جمع خرچی کام نہیں دیتی یقینِ محکم اور ایمان کی پختگی ضروری ہے۔ یہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ و طریقہ انیقہ تھا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے خود کو اسی طریقہ و عقیدہ پر ڈھالا چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

حدیث پر عمل

ایک بار چند حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے پاس ایک کتاب بھی تھی آپ نے فرمایا یہ کون سی کتاب ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! اعمالِ تسخیر کے بارے میں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میرے پاس ایسے عملیات بھرے پڑے ہیں لیکن بحمد للہ تعالیٰ آج تک کبھی اس طرف خیال بھی نہیں کیا ہمیشہ ان دعاؤں پر جو احادیث میں ارشاد ہوئیں عمل کیا تو میری تمام مشکلات انہیں سے حل ہوتی رہی ہیں۔

یقینِ محکم

امام احمد رضا کو ان احادیث پر بھی یقین کامل ہوتا جو آحاد ہوتیں اور جن سے ثبوت کو علماءِ ظنی مانتے ہیں خود اعلیٰ حضرت بھی یہی لکھتے ہیں لیکن یہ معاملہ احکامِ شریعت تک ہے اور اس کے خاص اسباب نتائج ہیں جو فقہی و علمی باریکیوں پر مشتمل ہیں۔ مجھے یہ ذکر کرنا ہے کہ وہ احادیث جو غیر احکام میں ہوں اور کسی منصوص شرعی کے معارض نہ ہوں اگر ان پر کسی مومن کو آج بھی یقین کامل ہو اور اس پر وہ عمل کرے تو اسے اس کا حق ہے۔ رب کریم فرماتا ہے حدیث قدسی ہے

انا عندظن عبدی بی.

میرا بندہ میرے ساتھ جیسی امید رکھتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتا ہوں۔

امام احمد رضا کو اپنے آقا ﷺ کے ارشادات پر اعتمادِ کامل اور اپنے مالک جل وعلا کی رحمت پر یقین محکم تھا۔

حدیث شریف میں ایک دعا ہے کہ کسی کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھ لی جائے تو غرق سے حفاظت رہے گی۔ امام

احمد رضا قدس سرہ نے پہلے سفرِ حج پر سوار ہوتے وقت وہ دعا پڑھ لی تھے۔ساتھ میں والد صاحب علیہ الرحمۃ بھی تھے سمندر میں سخت طوفان آیا لوگوں نے کفن پہن لئے۔والد ماجد بہت پریشان ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ان کا اضطراب دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا" آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہیں ڈوبے گا"

میں حدیث کے وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم کے نکل جانے سے مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی

من یتال علی اللہ یکذبہ

حضرتِ عزت کی طرف رجوع کیا اور سرکارِ رسالت سے مدد مانگی۔وہ بادِ مخالف جو بقوت چل رہی تھی بحمد للہ گھڑی بھر میں موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی۔(الملفوظ جلد۲ صفحہ ۲،۳)

طاعون سے محفوظ

حدیث میں ہے جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا.

پڑھ لے اس مرض و بلا سے مامون و محفوظ رہے گا۔امام احمد رضا نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا یہ پڑھی تھی اور حدیث پر انہیں کامل اطمینان تھا۔

حبیب خدا ﷺ سچا اور طبیب جھوٹا

ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی بولنا پڑھنا سب موقوف ہوگیا۔نماز سنت بھی کسی کی اقتدا میں ادا کرتے ان دنوں بریلی میں طاعون کا زور تھا۔طبیب نے دیکھ کر کہا وہی ہے۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں بول نہ سکتا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا دل میں بارگاہِ رب العزت کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا

اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب

خداوندا اپنے حبیب کا قول سچ کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا

فوراً جیسے کسی نے کان میں ایک تدبیر بتائی۔مسواک اور گول مرچ جس کے استعمال سے مرض جاتا رہا۔اب طبیب کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمہارا وہ طاعون جاتا رہا۔

بچپن سے اتباعِ سنت

اس واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ مجھے نوعمری میں آشوبِ چشم اکثر ہوتا اور بوجہ حدتِ مزاج تکلیف دیتا۔انیس سال کی عمر ہوگی رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمدِ چشم میں دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی مگر مجھے اس کے پڑھنے کا افسوس ہے کیونکہ سرکار کا ارشاد ہے تین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔

(۱) زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

(۲) کھجلی کہ اس سے امراضِ جلد جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔

(۳) آشوبِ چشم کہ نابینائی کو دفع کرتا ہے اس دعا کی برکت سے آشوبِ چشم جاتا رہا۔

آنکھ پر کچھ اثر نہ ہوا

جمادی الاول ۱۳۰۰ھ میں ایک واقعہ پیش آیا بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔گرمی کا موسم تھا دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا عمر کا اٹھائیسواں سال تھا۔ اندر کے دالان میں مطالعہ وتصنیف کا کام ہوتا۔آنکھوں کے اندھیرے کا خیال نہ کیا شدتِ گرمی کے باعث ایک روز لکھتے لکھتے غسل کیا۔سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے ڈھلتی آنکھ میں اتر آئی ۔ایک سربرآوردہ ڈاکٹر نے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کثرتِ کتاب بینی سے کچھ یبوست آ گئی ہے۔پندرہ دن کتاب نہ دیکھو مجھ سے پندرہ گھڑی بھی نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر نے فرمایا مقدمہ نزول آب ہے۔بیس برس بعد پانی اتر آئے گا میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر ہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب ﷺ کے ارشادِ پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد پانی اتر آئے گا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب کے بالکل موافق آیا انہوں نے بیس برس کہے تھے انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔

مجھے محبوب ﷺ کے ارشاد پر ایسا اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔بیس درکنار تیس برس سے زائد گذر چکے اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا نہ بعونہٖ تعالیٰ بڑھے نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ ان شاءاللہ کبھی کروں گا۔یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دائم وباقی معجزات ہیں جو آج تک دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے۔(الملفوظ جلد ۱ صفحہ ۱۵ تا ۱۸)

بخار ٹل گیا

امام احمد رضا کے دوسرے سفرِ حج کا واقعہ ہے مکہ مکرمہ میں حضرت کو بخار تھا۔ فرماتے ہیں اواخرِ محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے۔ میں اس میں نہا کر باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو بارش میں طواف کرے وہ رحمتِ الٰہی میں تیرتا ہے فوراً سنگِ اسود کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔ بخار پھر عود آیا مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا ایک ضعیف حدیث کے لئے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی میں نے کہا حدیث ضعیف ہے مگر امید بحمد للہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بحمدہ تعالیٰ بہت مزے کا تھا بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔ (الملفوظ جلد ۲ صفحہ ۲۵)

فائدہ

بہت سی حدیثیں جو اپنی سندوں کے باعث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اہلِ عرفان اور اولیاءِ کرام کے نزدیک کشف و مشاہدہ کے باعث قوی ہیں۔ امام احمد رضا نے ''منیر العین فی تقبیل الا بہامین'' میں اس کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔

حکایت

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے بدھ کے دن ناخن کتروانا برص پیدا کرتا ہے۔ ایک بزرگ عالم (علامہ امیر بن الحاج مکی صاحب) نے ضعف حدیث کا خیال کر کے بدھ کو ناخن کتروا لئے برص ہوگیا۔ رات کو جمالِ جہاں آراء کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرکار نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے منع فرمایا ہے عرض کی میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی یہ فرما کر حضور مبریٔ الاکمہ والابرص محی الموتیٰ ﷺ نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہاں و دستگیر بیکساں ہے ان کے بدن پر لگا دیا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۹)

اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ کو ان ضعیف حدیثوں پر اعتماد قوی ہوتا جو کسی نصِ شرعی کے مخالف ہوتیں اور فضائلِ رجال و فضائل اعمال میں بلا تکلف ان پر عمل کرتے البتہ موضوع حدیث کسی طرح قابلِ عمل نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں کسی بد بخت کی من گھڑت ہے۔ ان علمی مباحث میں امام احمد رضا کا تصوف و عرفان جلوہ آرا نظر آتا ہے قلبی یقین اور کمالِ ایمان واذعان عارفین اور کاملین ہی کے در پر نصیب ہوتا ہے۔

روزہ سے صحت یابی

امام احمد رضا فرماتے ہیں ایک سال رمضان المبارک میں میں سخت بیمار ہوگیا لیکن کوئی روزہ نہ چھوٹا الحمدللہ روزوں ہی کی برکت سے اللہ تعالٰی نے مجھے صحت عطا فرمائی اور صحت کیوں نہ ملتی کہ سید المحبوبین ﷺ کا ارشادِ مبارک تو ہے

صوموا تصحوا

یعنی روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے

امام احمد رضا کی زندگی کا آخری رمضان ۱۳۳۹ھ میں تھا اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی دوسرے عمر مبارک کا آخری حصہ اور ضعف و مرض کی شدت شریعت اجازت دیتی ہے کہ قضا کرے لیکن امام احمد رضا کا فتویٰ اپنے لئے کچھ اور ہی تھا جو در حقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا۔ انہوں نے فرمایا بریلی میں شدتِ گرمی کے سبب میرے لئے روزہ رکھنا ممکن نہیں لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے یہاں سے نینی تال قریب ہے بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ میں وہاں جانے پر قادر ہوں لہٰذا میرے اوپر وہاں جا کر روزہ رکھنا فرض ہے چنانچہ رمضان وہیں گزارا اور پورے روزے رکھے۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں تنہا نماز پڑھ لے مگر امام احمد رضا جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد تک پہنچاتے جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی جماعت میں شریک ہوتے رہے۔ ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا جماعت کا وقت ہوگیا طبیعت پریشان ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضرِ مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت تمام تر سہولت کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے۔ (مزارات پر عورتوں کی حاضری صفحہ ۱۳)

قولنج

ایک بار امام احمد رضا قدس سرہ اپنے علاقۂ زمینداری میں سکونت پذیر تھے۔ دردِ قولنج کے سخت دورے ہوا کرتے تھے ایک دن تنہا تھے فرماتے ہیں ظہر کے وقت درد شروع ہوا اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ رب عزوجل سے دعا کی اور حضور اکرم ﷺ سے مدد مانگی مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سنتوں کی نیت باندھ دی درد بالکل نہ تھا سلام پھیرا اسی شدت سے تھا۔ فوراً اُٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا جب سلام پھیرا وہی

حالت تھی بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف اور سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا خواہ یہ کہیئے کہ حالت نماز میں درد یکسر اُٹھالیا جاتا تھا یا کہیئے کہ توجہ الی اللہ اور استغراق عبادت کے باعث درد کا احساس نہ ہوتا تھا۔ بہر صورت امام احمد رضا کی مقبولیتِ بارگاہ اور ذوقِ عرفانی کی دلیل کافی ہے۔

اس طرح کے واقعات میں کہاں تک جمع کروں جب کہ ان کی پوری زندگی انہی حالات و کیفیات سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

ہم تو ہیں آپ دلفگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نوبہار خون ہمیں رلائے کیوں

حل لغات

دلفگار (فارسی) مرکب دل اور فگار بمعنی زخمی، گھائل، آزردہ۔

شرح

ہم تو خود دل زخمی اور دل آزردہ ہیں اور غم میں ہنسنا ویسے بھی ناگوار ہے پھر مزید برآں یہ نور بہار نے گل کو چھیڑ دیا اس سے وہ ہمیں خون کے آنسو بہانے پر کیوں چھیڑا یعنی ہم پہلے خود ہی محبوب کریم ﷺ کے ہجر میں زخمی دل تھے لیکن اس پر نور بہار نے گل کو چھیڑ کر یعنی محبوب کریم ﷺ کے حسن و جمال کی باتیں سنا کر ہمارے عشق و جذب میں اضافہ کیوں کر رہا ہے۔ اس میں شکایت نہیں بلکہ حکایت ہے کہ عاشق کے عشق میں ایسی باتیں ذوق اور لطف میں مزید اضافہ فرماتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق مصطفی ﷺ نعت رسول ﷺ سننے میں انہماک رکھتے ہیں۔ بعض شوم بخت اسے بدعت کا فتوی جڑ دیتے ہیں حالانکہ نعت سننا سنت حبیب کبریا ﷺ ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) نبی کریم ﷺ حضرت نابغہ جعدی کے شعر بہت شوق سے سنا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تم نے بہت اچھا شعر کہا تمہارے دانت نہ ٹوٹیں۔ کافی معمر ہونے کے بعد بھی ان کے دانت سلامت رہے لمبی عمر کی دعا دی۔

(۲) مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب اشعار سنائے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت کعب کے اشعار پسند فرمائے اور اپنی چادر مبارکہ حضرت کعب کو انعام میں عطا فرمائی۔ اسی کتاب میں ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب کے ورثاء سے خرید لی پھر وہ چادر مبارک سلاطین کے پاس ایک عرصہ تک محفوظ رہی۔

(۳) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت ان کا حضور اکرم ﷺ کی مدح میں قصیدہ پڑھنے کا ذکر ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اس پر خوش ہو کر ان کو دعا دی بلکہ بعد وصال بھی نعت خوانی پر انعام و اکرام سے نوازا اور نوازتے رہتے ہیں۔

حضرت الشیخ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز اچانک مجھے فالج گر پڑا اور میرا نصف حصہ بے حس ہو گیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور کی مدحت میں لکھوں اور اس کے ذریعہ اُس باب الشفاء سے اپنے لئے شفا طلب کروں چنانچہ اسی حالت میں مَیں نے اس قصیدہ مبارکہ کو لکھا۔ بعد الفراغ جب سویا تو خواب میں مسیحِ کونین، شفاء دارین کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی عالمِ رؤیا میں مَیں نے یہ قصیدہ حضور کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتامِ قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ میرے اعضاءِ مفلوجہ پر اپنے دستِ نوری کو پھیر رہے ہیں جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو بالکل صحت یاب پایا۔ (شرح قصیدہ بردہ شریف)

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اُٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

حل لغات

تڑپ (اردو مونث) بے چینی، پھڑک، گرما گرمی، کود پھاند۔ دام (اردو مذکر) جال، پھندا۔ منت (عربی) احسان، خوشامد، عاجزی۔

شرح

یا تو یونہی خود بخود تڑپ کر حاضری دیں یا وہ کرم فرما کر اس ہجر کے جال سے نجات بخشیں۔ ہاں آپ کے پاس تو ہم کسی کو کہتے ہی اور نہ ہی کسی کی خوشامد کریں گے خواہ مخواہ ان کے طعنے سننے پڑیں کہ جی ہم نے تم پر ترس کھا کر تمہارا کام کر دیا غیر کو احسان جتلانے کا موقعہ ہی کیوں دیں۔

اس شعر میں عاشق کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ محبوبِ اقدس ﷺ تک پہنچنا ہمت کا کام ہے

بھر کارے کہ ھمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

جس کام کے لئے ہمت کر کے کمر بستہ ہو جاؤ گے اگر وہ کانٹا ہے تب بھی گلدستہ ہو کر رہے گا۔

اس کا نتیجہ وصال ہی ہے ورنہ وہ کریم ہماری عاجزی پر رحم فرما کر خود ہی کرم فرمائیں گے ہجر کے درد سے نجات بخشیں گے لیکن خبردار غیروں کی خوشامد نہ کرنا یہی طریقۂ صدیقی ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارادۂ ہجرت حبشہ کی طرف نکلے تھے برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ ملا اُس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سا فیاض و مہمان نواز اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور اور جوادث حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں اس لئے آپ ابن الدغنہ کے کہنے پر مکہ میں واپس آ گئے۔

ابن الدغنہ کو قریش نے کہا تم نے یہ کیا غضب کیا تم نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پناہ دے دی اس نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے یہ وہ ہے جو علی الاعلان نماز پڑھتا ہے اور اپنے رسول (ﷺ) کے پیغام لائے ہوئے کلام کو زور زور سے پڑھ کر سر دھنتا ہے اور روتا ہے کہ ہم نہیں بتا سکتے ہمیں خوف یہ ہے کہ یہ ہمارے بچوں، عورتوں اور کمزور دل والے بوڑھوں کو بہکا لے گا۔ یہ لوگ اس کی آواز سن کر اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، غضب کا سوز و گداز ہے، اس کی آواز میں ہمارے ناداں بھی متاثر ہو جاتے ہیں بہرحال اگر تم بضد ہو تو اسے سمجھا دیں کہ وہ خاموشی سے جو چاہے پڑھے لیکن آواز بلند نہ کرے۔

ابن الدغنہ نے کہا اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قوم کی شرط پوری کرو ورنہ تمہارا ذمہ دار نہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں خدا تعالیٰ کی حفاظت سے بڑھ کر تمہاری پناہ نہیں ہو سکتی۔ وہ سب سے بڑا نگہبان ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، ۱۳۹)

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

حل لغات

جلال (عربی مذکر) بزرگی، شان و شوکت، رعب دبدبہ۔ لوٹ (اردو مؤنث) عشق، غشی، کروٹ، بیقرار۔

شرح

حبیب کبریا ﷺ کے رعب و دبدبہ کا اثر چاند کے دل پر گہرا پڑا لیکن یہ اس کے عشق کا مہر ثبت ہو جائے اسے عاشق مٹائے ہی کیوں بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اللہ کرے درد ہو کچھ اور زیادہ۔

گویا یہ چاند پر جو چھائیاں محسوس ہوتی ہیں یہ دراصل رسول پاک ﷺ کے عشق کا نشان ہے جو چاند نے اپنے جگر پر چسپاں کر رکھا ہے۔

خوش رہے گل سے عندلیب خارِ حرم مجھے نصیب

میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

حل لغات

عندلیب (عربی مذکر) بلبل۔ بلا (عربی مونث) مصیبت، دکھ، چڑیل۔ پھول کے، اترا کر۔

شرح

بلبل بیشک گل سے خوش رہے لیکن مجھے تو حرمِ مصطفیٰ ﷺ کا کانٹا نصیب ہے۔ میرا بلا بھی اس ذکر پر اترا کر خار کھائے تو کیوں کھائے جب کہ میری ذاتی آرزو یہی ہے کہ حرم کا کانٹا نصیب ہو مجھے دوسرے علاقوں کے گل پھل کی ضرورت نہیں۔

حرم

دراصل حرم کا اطلاق کعبہ معظّمہ کے گرد ونواح ایک مخصوص علاقہ کا نام ہے لیکن حضور اکرم ﷺ نے باذنِ الٰہی اپنے مدینہ پاک کے گرد ونواح کو بھی حرم کا مرتبہ بخشا۔

حرمِ مدینہ باختیار محبوب مدینہ ﷺ

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یا اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا

وانی حرمت المدینة مابین ما زمیهاان لا یهراق فیها دم ولا یحمل فیهاسلاح لقتال ولا تخبط فیها شجرة الا لعلف. (مسلم شریف)

میں نے مدینہ منورہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اس کو حرم بنا کر حرام کر دیا ہے اب میں کوئی خون نہ گرایا جائے۔

لڑائی کے لئے ہتھیار نہ باندھے جائیں اور کسی پیڑ کے پتے سوائے چارے کے نہ جھاڑے جائیں۔

اس کے احکام وہی ہیں جو حرمِ مکہ معظّمہ کے ہیں لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کے لطف وکرم کے صدقہ کسی غلطی پر کفارہ وفدیہ بھی نہیں۔

گردِ ملال اگر دھلے دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

حل لغات

گرد(بالفتح) غبار۔کلی، بن کھلا پھول۔غنچہ کھلے بالکسر از کھلنا، کلی کا پھولنا، خوش ہونا، ہنسنا، دانہ دانہ جدا ہونا، خستہ ہونا، بھرا بھرا ہونا، دیوار کا پھٹ جانا، سجنا، پھول آنا۔

شرح

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو محصور کر رکھا تھا تو میں ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا

فقال مرحباً باخی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی ھذہ الخوخۃ فقال یا عثمان حصروک قلت نعم !قال عطشوک قلت نعم فادلی لی دلواً فیہ ماء فشربت حتی رویت حتی انی لاجد بردہ بین ثدیی وبین کتفی فقال ان شئت نصرت علیھم وان شئت افطرت عندنا فاخترت ان افطر عندہ فقتل ذلک الیوم (الحاوی للفتاوٰی جلد۲صفحہ۴۸۲)

تو فرمایا مرحبا بھائی تم خوب آئے میں نے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کو (خواب میں) دیکھا۔آپ نے فرمایا عثمان! تجھے ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! فرمایا تجھے پیاسا بھی کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے آپ میرے لئے ایک پانی کا ڈول لٹکایا میں نے اس میں سے خوب پیا یہاں تک کہ اس پانی کی ٹھنڈک ابھی تک میں اپنے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں فرمایا اگر تم چاہو کہ ان کا مقابلہ کیا جائے تو تمہاری مدد ہو ورنہ روزہ ہمارے پاس افطار کرو۔میں نے آپ کے ہاں روزہ افطار کرنا چاہا پھر وہ اسی دن شہید ہوئے۔

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

حل لغات

کھٹکا (اردو مذکر) ٹکرانے یا گرنے کی آواز، آہٹ، چبھن۔

شرح

سفر مدینہ (جو تمام سفروں کی جان ہے) کی تیاری کرکے پھر سو رہے ہو۔ یہ تجھے کس نے کہا کہ اے محبوب سفر کی تیاری کے دوران سو جا بلکہ اب تو تم کو پھولے نہ سمانا چاہیے جسے سحر کا کھٹکا ہے یعنی یقین ہو کہ مجھے سحر نصیب ہوگی تو پھر اس کے لئے شام کو موت کیوں آئے یعنی محبوب کے دیدار کے یقین پر پھر غفلت میں رہنے کا کیا معنی بلکہ اب تو دیدار کے انتظار پر ہر گھڑی پر عید کا سا سماں ہو۔

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

حل لغات

بگڑنا، خراب ہونا، نکما ہونا، خفا ہونا۔ لقمہ (عربی مذکر) نوالہ، گواہ، روٹی کی وہ مقدار جو ایک مرتبہ منہ میں ڈالی جائے۔

شرح

اے کریم پیارے اب تو نہ روکو جو عنایات بے غایات کرتے چلے آرہے ہو بدستور قائم رکھو کیونکہ آپ نے کچھ معمولی سی کمی فرمائی تو سگِ در کی عادت بگڑ جائے گی اس لئے کہ اے کریم آپ نے ہی تو اسے لقمۂ تر کھلانے کی عادت ڈال دی اگر کمی کرنے کا کوئی ارادہ تھا تو پھر اسے تر لقمے کیوں کھلائے تھے۔

کتے کی عادت ہے کہ اسے کوئی ایک آدھا لقمہ ڈالے تو اس کا غلام بے دام بن جاتا ہے بالخصوص جب اسے پیٹ کر کھانا کھلائے پھر تو وہ اپنی جان بھی اس پر وار دیتا ہے یہی حال وفادار امتی کا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ ہر نعمت خداوندی درِ رسول ﷺ سے عطا ہوتی ہے تو وہ اب جو چاہے گا انہی سے چاہے گا۔ اگر کسی وقت کوئی کمی دیکھے گا تو اپنے آقا کریم ﷺ سے ہی عرض کرے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت تھی کہ اپنی ہر دکھ درد کی داستان بارگاہِ حبیب ﷺ میں پیش کرتے یہاں تک کہ بارش نہ ہو تو بھی سرکار ﷺ کے حضور حاضر ہوتے حالانکہ انہیں جملہ علمائے اسلام سے قرآن فہمی دین دانی زیادہ نصیب تھی۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چرب لقمے دربارِ رسالت ﷺ سے نصیب ہوئے ان کے حالات ملاحظہ ہوں۔

احادیث مبارکہ ومعجزات مقدسہ

(۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالا سناد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کچھ کھانے کو مانگا آپ نے اس کو نصف وسق جَو مرحمت فرمائے (ایک وسق ساٹھ صاع (۲۷۰ من) کا ہوتا ہے) تو وہ خود اور اس کی بیوی اور مہمان سب برابر کھاتے رہے حتیٰ کہ ایک دن اُس نے ناپ لیا۔ پھر اُس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کو ناپتا نہیں تو تو ہمیشہ اس کو کھاتا رہتا اور یہ تمہارے لئے بڑھتا رہتا۔

(۲) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو کی ان چند روٹیوں کو جنہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغل میں چھپا کر لائے تھے آپ نے اُس کے ٹکڑے کر کے ان پر جو چاہا پڑھا پھر ستر یا اسی آدمیوں کو کھلایا۔

(۳) حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق کے دن ایک صاع (تقریباً ساڑھے چار سیر) جَو اور ایک بکری سے ایک ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت جابر حلفاً کہتے ہیں سب نے خوب کھایا حتیٰ کہ چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹی پک رہی تھی (یہ برکت اس وجہ سے ہوئی کہ) رسول اللہ ﷺ نے آٹے اور ہانڈی میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا تھا اور برکت کی دعا کی تھی اس کو حضرت جابر سے سعید بن میناء اور ایمن نے اور حضرت ثابت نے اسی کے مثل ایک مرد انصاری اور اس کی بیوی سے جن کا نام معلوم نہیں روایت کی ہے اور کہا کہ ایک ہتھیلی بھر کھانا لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو کھانے کے برتنوں میں ملا دیا اور پڑھا جو اللہ نے چاہا اور اس میں سے جو گھر میں تھا یعنی کمرہ اور صحن وغیرہ میں سب نے کھایا۔ حالت یہ تھی کہ گھر ان لوگوں سے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آئے تھے بھر گیا تھا سب کے پیٹ بھرنے کے بعد برتنوں میں ویسے کا ویسا ہی باقی رہا۔

(۴) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اتنا کھانا تیار کیا جو ان دونوں کو ہی کفایت کر سکتا تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ انصار کے بزرگوں میں سے تیس آدمیوں کو بلالو وہ بلا بلائے سب نے کھایا اور چھوڑ گئے پھر فرمایا ساٹھ آدمیوں کو بلالو تو کھانا ان کے بعد بھی اتنا ہی تھا پھر فرمایا ستر آدمیوں کو بلالو ان سب نے بھی کھایا یہاں تک وہ بھی چھوڑ گئے ان میں سے

کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے اس کے بعد اسلام قبول نہ کیا ہو اور آپ کی بیعت نہ کی ہو۔ حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ میرے کھانے سے ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا۔

(۵) سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک کڑھاؤ لایا گیا جس میں گوشت (پکا ہوا) تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے آتے رہے اور صبح سے شام تک کھاتے رہے۔

(۶) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سو تیس آدمی تھے اور حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک صاع (یعنی ساڑھے چار سیر کے قریب) آٹا گوندھا اور ایک بکری ذبح کی تھی سو اس کی کلیجی بھونی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک نے اس کلیجی کو چھری سے کاٹا (یعنی اپنا حصہ لیا) اس کے گوشت سے دو کڑھاؤ بھر لئے اور سب نے خوب کھایا اور دونوں سے بچ بھی گیا پھر ہم نے اس کو اونٹ پر لادا تا کہ راہ میں کھالیں گے۔

(۷) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور اس کی مثل سلمہ بن اکوع اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ان سب نے ایک پریشانی کا ذکر کیا جو ایک غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کی معیت میں پیش آئی تھی تو اس وقت آپ نے بچے ہوئے کھانوں کو منگایا تو کوئی ایک مٹھی بھر کھانا لایا اور کوئی اس سے زیادہ ان میں سے جو زیادہ لایا وہ ایک صاع کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان سب کو ایک دسترخوان پر جمع کیا سلمہ نے کہا میں نے اندازہ لگایا تو وہ سب اونٹ کے پالان کے برابر تھا (یعنی اتنا اونچا ڈھیر تھا جتنا اونٹ کا پالان ہوتا ہے) پھر آپ نے لوگوں کو ان برتنوں کے ساتھ بلایا تو لشکر میں سے کسی کا برتن ایسا نہ تھا جو بھر نہ گیا ہو اور اس میں سے بھی بچ گیا۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع فرمایا اور وہ چالیس مرد تھے ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو ایک دو سالم اونٹ کا بچہ کھا جاتے اور ایک فرق (یعنی وہ برتن جس میں ۱۶ رطل تقریباً آٹھ سیر چیز آئے) پانی کا پی جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے ایک مد یعنی ایک سیر کھانا تیار کرایا آپ نے انہیں کھلایا یہاں تک کہ انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا مگر کھانا جتنا تھا اتنا ہی باقی رہا۔ پھر ایک برتن دودھ منگایا اور اس میں سے پلایا وہ سب خوب سیراب ہو گئے لیکن وہ ویسے کا ویسا ہی رہا گویا کہ اس میں سے پیا ہی نہیں گیا۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو بلائیں جن کے نام آپ نے فرمائے ہیں اور ہر اُس شخص کو دعوت دے دیں

جوتم کو ملیں یہاں تک کہ آپ کا کاشانہ اقدس (گھر) اور حجرہ شریف لوگوں سے بھر گیا تو آپ نے ان کے سامنے ایک طشت رکھا جس میں تقریباً ایک سیر کھجوروں کا ملیدہ تھا پھر آپ نے اس کو آگے رکھا اور اپنی تین انگلیاں اس میں ڈالیں اور لوگوں کا یہ تھا کہ کھاتے تھے اور نکلتے جاتے تھے اور وہ ملیدہ طشت میں جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا اور کھانے والے اکہتر یا بہتر تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ تین سو آدمی تھے سب نے کھایا حتیٰ کہ شکم سیر ہو گئے ارفع کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کھانا اس وقت زیادہ تھا جب رکھا یا اس وقت جب اُٹھایا گیا۔

(۱۰) حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضرت (خاتونِ جنت) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح کے کھانے کے لئے ایک ہانڈی پکائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ساتھ کھانا ملاحظہ فرمائیں پھر حضور نے ان کو بھیجا چنانچہ انہوں نے ایک ایک پیالہ آپ کی تمام بیویوں (امہات المومنین) کو بھیج دیا پھر حضور کے لئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے پھر اپنے لئے رکھا۔ جب ہانڈی اُٹھائی تو ویسی ہی بھری ہوئی تھی تو ہم نے اس سے کھایا جتنا خدا نے چاہا۔

(۱۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے حکم دیا کہ احمس کے چار سو سواروں کو زادِ راہ دو۔ عرض کیا یا رسول اللہ چند صاع سے زیادہ نہیں ہے فرمایا جاؤ پس وہ گئے اس سے ان کو توشہ دینے لگے اور حال یہ تھا کہ وہ کھجوریں اونٹنی کے بچہ کے بیٹھنے کی مانند تھیں مگر وہ اپنی حالت میں باقی رہیں۔

(۱۲) حضرت جابر کی وہ حدیث ہے جو ان کے والد کے مرنے کے بعد قرض کے سلسلے میں ہے کہ انہوں نے اپنا اصل مال قرض خواہ کے قرضہ میں دے دیا مگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا درانحالیکہ ان کے کھجوروں کے باغ کے پھل چند سالوں میں بھی ان کے قرض کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے پھل کا ڈھیر کر لو اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس ڈھیر میں چلے اور دعا فرمائی پھر حضرت جابر نے اپنے والد کے قرض خواہوں کو اس سے دے دیا پھر بھی اتنا بچا رہا جتنا ہر سال پھل لیتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اتنا بچا رہا جتنا ان کو دیا انہوں نے کہ قرض خواہ یہودی تھے انہوں نے اس سے بہت تعجب کیا۔

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پریشانی (بھوک) پہنچی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا کچھ ہے میں نے عرض کیا ہاں توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں فرمایا میرے پاس لاؤ تب آپ نے اپنا دست مبارک ڈال دیا اور مٹھی بھر کر نکالا اور پھیلا دیا اور برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا دس مردوں کو دو تو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ شکم سیر ہو گئے پھر دس کو ایسے

ہی کھلایا یہاں تک کہ پورے لشکر نیکھایا اور سب شکم سیر ہو گئے پھر فرمایا تم لے لو جو تم لائے تھے اور اپنا ہاتھ ڈال کر مٹھی سے نکال لیا کرو اس کو الٹا مت کرنا جتنا میں لایا تھا اس سے زیادہ پر قبضہ کیا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات (ظاہری) اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ خلافت تک اس سے خود کھاتا اور کھلاتا رہا یہاں تک کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو وہ مجھ سے لوٹ لیا گیا اور وہ چلا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس میں سے اتنے اتنے وسق (ساٹھ صاع) کھجوریں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔

(۱۴) غزوۂ تبوک میں بھی ذکر کیا گیا کہ دس سے کچھ کھجوریں تھیں انہیں میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے جب انہیں بھوک نے ستایا تو حضور نے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا آپ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا جو آپ کو ہدیۃً پیش کیا گیا تھا ان کو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلا لو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ اتنا سا دودھ ان میں کیا ہوگا میں زیادہ مستحق تھا کہ جو بھوک مجھے لگی ہوئی تھی اس کو پیتا اور اس سے طاقت حاصل کرتا غرضیکہ میں نے ان کو بلایا اور بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو پلاؤ تو میں ہر مرد کو دیتا جاتا وہ پیتا اور سیراب ہو جاتا، پھر دوسرے کو دیتا وہ پیتا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پیالے کو پکڑا اور فرمایا اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں بیٹھ جاؤ اور پیو تو میں نے پیا پھر فرمایا اور پیو یہاں تک میں نے عرض کیا اب نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اب گزرنے کی گنجائش نہیں پایا۔ اس کے بعد آپ نے پیالہ لیا اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا پی لیا ﷺ

(۱۵) خالد بن عبد العزی نے نبی کریم ﷺ کو ایک بکری ذبح کرنے کے لئے پیش کیا اور حال یہ تھا کہ خالد کے عیال (گھر والے) بہت تھے۔ وہ ایک بکری کو ذبح کرتا تو اس کے عیال کے لئے ایک ایک ہڈی بھی پورا نہ کرتی مگر نبی کریم ﷺ نے اس بکری سے خود کھایا اور باقی کو خالد کے ڈول میں ڈال کر دعائے برکت فرمائی اس نے اس کو اپنے عیال میں تقسیم کیا تو سب نے کھایا اور زیادہ بچ گیا اس حدیث کو دولابی نے بیان کیا۔

(۱۶) جب نبی کریم ﷺ نے حضرت (خاتونِ جنت) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو آپ نے بلال کو حکم دیا کہ فلاں برتن لاؤ جو چار یا پانچ مد (گندم یا جو سے) بھری ہوئی تھی حالانکہ آپ نے ان کے ولیمہ میں ایک اونٹ کے بچے کو ذبح کرنے کا فرمایا تھا۔ بلال کہتے ہیں میں اس کو لایا پس آپ نے اس کے سر کو چھوا پھر لوگ جماعت جماعت کر کے داخل ہوئے اس سے کھاتے تھے حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے اور اس سے بہت کچھ بچ گیا پھر

آپ نے برکت کی دعا کی اور حکم دیا کہ اپنی ازواج (امہات المومنین) کے پاس لے جایا جائے اور فرمایا تم سب کھاؤ اور جو تمہارے پاس عورتیں آئیں ان کو کھلاؤ۔

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا تو میری والدہ اُم سلیم نے ملیدہ بنایا اس کو ایک طشت میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں آدمیوں کو بلاؤ اور جو تم کو راہ میں ملے اس کو بھی بلا لو تو مجھے جو ملا سب کو بلا لایا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ تین سو آدمی تھے یہاں تک کہ صفہ (چبوترہ) اور حجرہ ان سے بھر گیا پھر آپ نے فرمایا دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں اور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھانے پر رکھا اور دعا مانگی اور پڑھا جو اللہ نے چاہا پس سب نے کھایا حتیٰ کہ سب شکم سیر ہو گئے پھر مجھ سے فرمایا اُٹھا لو میں نہیں جانتا کہ جب رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اُٹھایا اُس وقت زیادہ تھا۔

ان تین فصلوں کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور اس فصل کی احادیث کے معنی پر تو دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے اور ان سے کئی گنا زیادہ تابعین نے روایت کی ہیں ان کے بعد تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان میں سے اکثر احادیث مشہور فصلوں اور حاضرین کے مجمعوں میں ذکر کی جاتی ہیں یہ ممکن نہیں کہ حق بات کے سوا من گھڑت باتوں کی نسبت کی جائے اور حاضرین منکر باتوں پر خاموش رہیں۔

فائدہ

یہ تمام روایات شفاء شریف جلد اول کے چودھویں فصل میں سے لی گئی ہیں۔

راہ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

حل لغات

فرش، بچھونا۔ دری، غالیچہ، قالین۔ بیاض دیدہ، آنکھ سفیدی یہاں مطلق آنکھ مراد ہے۔ ملگجی، کچھ اجلا کچھ صاف، کچھ نہیں۔

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ کے راستہ پر بے شمار روشن آنکھیں بچھی ہوتی ہیں جس کے راستہ پر ایسی روشن اور حسین آنکھیں بچھی ہوئی ہوں تو پھر آپ کو سایہ کی میلی کچیلی چادر کی کیا ضرورت ہے۔

دعوتِ فہم

علم معانی و بیان کے علماء کو دعوتِ فہم ہے کہ اپنی آخری تحقیق کے بعد پھر اس شعر پر غور فرمائیں کہ امامِ اہل سنت سایۂ رسول ﷺ کی نفی میں کیسا نفیس ولطف استعارہ فرمایا ہے کسی کو تعصب آڑے نہ آئے تو ساتھ مل کر کہہ دے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ

تقابل

فقیر نے چونکہ حدائق بخشش شریف کی شرح کا مذہبی و اسلامی طور پر توضیح کا ارادہ سامنے رکھا ہوا ہے اسی لئے کہیں بھی اشعار پر علمی فنی تحقیق کے درپے نہ ہوگا لیکن یہاں ایک معمولی سی تقابلی جھلک کے بیان کرنے کو جی چاہتا ہے۔

آنکھ اور وہ بھی جو قیمتی جوہر ہے یعنی بینائی چادر وہ بھی میلی کچیلی جس کی قدر و منزلت نہ کوئی قیمت

فائدہ

اس تقابل میں اشارہ فرمادیا کہ جس ذات اقدس کے راستہ پر اتنے قیمتی قالینیں غالیچے (آنکھوں کے جوہر اور نور) بچھے پڑے ہوں اس کے راستہ پر میلی کچیلی چادر بچھانا اس کی توہین اور بچھانے والے کی خفت گویا چادر کی میل کچیل کی خفت سے بچتے ہوئے سایہ نے اپنی چادر بچھائی نہیں یہ ایسے ہے جیسے بلقیس کے ایلچی سونا چاندی کی اینٹیں تحفہ میں لے کر سلیمان کو ہدیہ دینے آئے جب دیکھا کہ یہاں تو فرش وفروش پر قیمتی جواہر و موتی بچھے پڑے ہیں اور ان کے محلات پر سونے اور چاندی کی اینٹیں ہیں تو شرم کے مارے بلقیس کا بھیجا ہوا تحفہ پیش نہ کر سکے ویسے اس کا ذکر کر دیا۔

خود اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا

سایہ کا میلا کچیلا ہونا تو ظاہر ہے پھر میلی کچیلی شے نظیف لطیف حبیب کریم ﷺ کو کیسے دیتا جب کہ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امام نووی کی توجیہ کو نا موزوں بتلایا یعنی وہ حدیث شریف جس میں ہے کہ بعد وضو ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو اعضائے وضو کے پونچھنے کے لئے کپڑا پیش کیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شاید حضور اکرم ﷺ نے اس لئے قبول نہ فرمایا ہو کہ وہ کپڑا میلا تھا۔ (شرح المہذب)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی کرنا کہ حضور اکرم ﷺ کو میلا کپڑا دیا ہوگا یہ ام المومنین کی شان کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۰)

اس کی مزید توضیح کے لئے دیکھئے (معارفِ رضا شمارہ دہم ۱۹۹۰ء۔ فقیر اُویسی غفرلہ فقہاء کے سلف سے اختلاف

کی نوعیت مضمون صفحہ ۳۴)

تبصرہ اُویسی غفرلہ

جب ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محبوب کریم ﷺ کے لئے میلا کپڑا گوارا نہیں تو خلاقِ عالم اپنے حبیب ﷺ کے لئے کالا میلا کچیلا سایہ کیسے گوارا کرسکتا ہے اگر امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجیہ تسلیم کرلی جائے تو پھر کہنا پڑے گا کہ جس محبوب ﷺ کو ایک لمحہ کے لئے میلا کچیلا کپڑا پسند نہیں اسے ہمیشہ کے لئے کالا میلا کچیلا سایہ کیسے پسند ہوسکتا ہے۔

کمالِ شاعری اور انتہائے بلاغت سے قطع نظر امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم کی جولانیوں پر قربان کہ کمالِ محبوب ﷺ کے بیان میں نفی سایہ کی ایک ایسی نفیس ولطیف دلیل قائم فرمائی جس پر اعدائے دین بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔

نفی سایہ کے وجوہ

نفی سایۂ رسول ﷺ پر علمائے اہل سنت کی بے شمار تصانیف معرضِ وجود میں آچکی ہیں خود امام احمد رضا قدس سرہ کے دو رسالے ''قمر التمام ونفی الفیئ'' اس موضوع پر عدیم النظیر ہیں لیکن چند وجوہ یہاں عرض کرنا موزونیت سے خالی نہیں۔

(۱) سایہ سیاہ کالہ ایک عیب پر دال ہے اور محبوب کریم ﷺ کے لئے عیب توبہ توبہ۔

(۲) سایہ شے کا ثانی اور مثل متصور ہوتا ہے

اور جس کا ثانی نہیں اس کا سایہ کہاں

(۳) سایہ شے سے لطیف ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے لطیف تر کون جب کہ مسلم ہے کہ جملہ اہل لطافت (کروبیاں، قدسیوں) کی لطافت کی انتہاء ہوتی ہے وہاں حضور سرورِ عالم ﷺ کی لطافت کی ابتداء ہوتی ہے۔

(۴) سایہ پاؤں کے نیچے روندا جاتا ہے اور یہ ذلت ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی ہر منسوب شے کا اعزاز مطلوب ہے۔

(۵) الحاوی للفتاوئی اور تنویر الحوالک للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ جس آئینہ مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ اپنی صورت حق نما دیکھتے تھے اس آئینہ پر کوئی دوسری صورت مرتسم نہ ہوسکی یہاں تک کہ بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس آئینہ کو محفوظ رکھا ہے جس کی بوقت ضرورت زیارت کی جاتی۔ ایک دفعہ اس کی زیارت سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما اس آئینہ میں اپنی صورت کے بجائے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

سایہ ندارد

حضور اکرم ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے حوالہ جات بار ہا اسی شرح میں آچکے ہیں لیکن موقعہ کے مطابق یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔

جمہور فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے جسم اقدس کے لئے تاریک سایہ ثابت نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ سایہ مطلقا بشریت کے لوازم سے نہیں بلکہ بشریت کثیفہ کے لوازم سے ہے اور نبی کریم ﷺ کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر اس درجہ لطافت میں تھی کہ یاریک سایہ کا موجب نہ ہوتی تھی نیز یہ عقیدہ ظنی ہے اور ظنیات کے باب میں دلائل ظنیہ کفایت کرتے ہیں۔

حوالہ جات سایہ کی نفی میں

(۱) محدث ابن جوزی الوفاء باحوال المصطفیٰ صفحہ ۴۰۷ پر اور ان کے حوالے سے ملاعلی قاری جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۷۶ اور امام مناوی شرح شمائل ہامش جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۴۷،۱۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں

عن ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضؤ ہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوء ہ علی ضوء السراج.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا اور آپ کبھی سورج کی روشنی میں کھڑے نہ ہوتے مگر آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آجاتا اور نہ کبھی چاند کی روشنی میں آئے مگر آپ کا نور چاند کی روشنی پر غالب رہا۔

(۲) علامہ نبہانی وسائل الوصول صفحہ ۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں

وکان رسول اللہ ﷺ نورا فکان اذا مشی بالشمس والقمر لا یظھر لہ ظل.

اور رسول اللہ ﷺ نور تھے پس جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

(۳) فوائد حلبیہ شرح شمائل محمدیہ جلد ا صفحہ ۳۶ میں سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں

وقد روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ ﷺ لم یقم مع شمس قط إلا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط إلا غلب ضوؤہ السراجھ. ولھذا

لم يظهر له ﷺ ظل. فقد ذكر ابن سبع فی الشفاء ونقله القاضی عیاض فی الشفاء انه لا ظل لشخصه فی شمس ولا قمر ویو جهه ذالک ایضاً بحفظ ظله الذی هو مثال صورته فی القدر عن الامتداد علی الارض اجلالا اولان الظل المرتسم معرض الارتسام علی الا ماکن القذرة ولوط المارین علیه وبان اظل مزؤ م للظلمة فی الجملة بالنسبة الی النور اذهو حجاب له وهو ﷺ النور المنیر فلا تظهر منه ظلمة وبان الشمس والقمر منه ظهرا وعنه نشاء فلا یستران له اذالمظهر للشی یمتنع ان یکون سائرا لما اظهره ولا یقال کیف یتاتی هذا مع انه ﷺ بشر کما نطق به القران لانا نقول لیست بشریته کبشر یة غیره فهو بشریةلیس کالبشر کما ان الیاقوت حجر لیس کالحجر کم قال ابوالحسن شاذلی رضی الله تعالیٰ عنه فهو مع بشریته نور ولذالک سمی نورا قاله شیخنا المحقق فی شرح همزیته وفی حدیث عمر رضی الله تعالیٰ عنه یا عمر ابن الخطاب اتدری من انا انا الذی خلق الله عزوجل اول کل شئ نوری .فسجدله فبقی فی سجوده سبع مآء ة عام فاول کل شئی سجدله نوری ولا فخر یا عمر اتدری من اتار ان الذی خلق الله العرش من نوری والکرسی من نوری واللوح والقلم من نوری ونورالابصار من نوری والعقل الذی فی رؤس الخلائق من نوری ونور المعرفة فی قلوب المومنین من نوری ولا فخرفا لانوار والاضوا کلها من نوره خلقت وبه استنارت فهی الفروع وهو الاصل ولا نسبته للفروع بالاصول.

ابن المبارک اور ابن الجوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی ﷺ کبھی دھوپ میں کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کا نور سورج پر غالب رہا اور نہ کبھی چاندنی میں کھڑے ہوئے مگر چاند پر آپ کا نور غالب رہا۔اسی لئے نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا اور ابن سبع نے شفاء میں ذکر کیا اور اس کو قاضی عیاض نے شفاء میں نقل کیا کہ آپ کے شخص کریم کا سایہ نہ تھا نہ چاندنی میں نہ دھوپ میں اور سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سایۂ حقیقت (جو حقیقت میں آپ کی مثال کے مرتبہ کا ہے) زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا جائے یا گندی جگہوں اور قدموں کے نیچے واقع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے یا اس لئے کہ سایہ تاریکی کو مستلزم ہے اور نور کے لئے حجاب ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ تو نورِ منیر ہیں پس آپ کا سایہ کس طرح متصور ہو گا یا اس لئے کہ شمس وقمر تو آپ کے نور سے مخلوق ہوئے اور آپ کے سبب سے ظہور میں آئے پس آپ کے سبب سے ان کی روشنی کس طرح چھپ سکتی ہے حتیٰ کہ آپ کا سایہ ہو کیونکہ جو کسی چیز کا مظہر ہو وہ اس کے لئے ساتر نہیں ہو سکتا

اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو بشر ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے پھر آپ کے لئے سایہ کیونکر نہ ہوگا تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آپ کی بشریت عام بشریت کی طرح نہیں ہے جیسے یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھروں کی طرح نہیں ہے بقول ابوالحسن شاذلی آپ باوجود بشریت کے نور ہیں اس لئے آپ نور سے موسوم ہوئے۔ شیخ محقق نے شرح ہمزیہ میں کہا حدیث عمر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عمر جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ جس کو اللہ عزوجل نے سب سے پہلے پیدا کیا وہ میرا نور تھا پس میرے نور نے اللہ کو سجدہ کیا اور سات سو سال سجدہ میں رہا پس پہلا ساجد میرا نور تھا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ اے عمر جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ اللہ نے عرش کو میرے نور سے پیدا کیا اور کرسی ولوح وقلم کے میرے نور سے پیدا کیا اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا کیا اور عقل جو لوگوں کے سروں میں ہے وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور معرفت جو قلوبِ مومنین میں ہے وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور مجھے اس پر فخر نہیں الخ پس تمام انوار اور اضوا کو حضور کے نور سے پیدا کیا گیا لہٰذا سب حضور اکرم ﷺ کے نور کی فرع ہیں اور آپ کا نور ان سب کے لئے اصل بھلا فرع کا اصل کے ساتھ کیا مقابلہ ہوسکتا ہے (پھر وہ کیسے شقی العقل ہیں جو فرع کے لئے کمال نفی ظل مانتے ہیں اور اصل کے لئے اس کا انکار کرتے ہیں)(سعدی)

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں

حل لغات

سنگِ در، دروازہ کا پتھر

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ کے آستانہ عالیہ کی حاضری سے ہمیں خدا تعالیٰ صبر نہ دے بلکہ اس کے لئے ہر وقت بے قرار رکھے وہاں تو نے جانا ہی جانا ہے بلکہ تصوراتی دنیا میں بالکل پہنچ گئے اب اس ظاہری فراق میں دل کو قرار کیسے آئے اس نے بیقرار رہنا ہے اور عشق کی بیقراری جان وایمان کا تریاق اور اکسیر اعظم ہے۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی ہی بیقراری کی یوں تصویر کشی فرماتے ہیں

وما لقلبک ان قلت اکففهمتا　　　فما لعینک ان قلت اتفق یهم

ہے تو رضاؔ نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

حل لغات

نرا (بالکسر اردو) انوکھا، عجیب، صرف، محض یہی مراد ہے۔ ستم، ظلم۔ لجائیں از لجانا (بکسر اللام) شرمانا، شرمندہ ہونا، شرمندہ کرنا۔ سوز (فارسی مذکر) جلن دکھ، رنج غم، ملامت۔ ساز (فارسی مذکر) سامان، باجا۔ طرب (عربی مونث) خوشی، فرحت۔ بجائے، مارنا، باجے کی آواز نکالنا مجامعت یہاں دوسرا معنی مراد ہے پہلا بجائے بمعنی درست ٹھیک و درست مناسب وغیرہ کے ہے۔

شرح

رضا (امام بریلوی) لیکن مراد ہر انسان جو اسی حیثیت ہو تو محض ظلم اور مجسم خطا ہے اگر ہم جرم پر شرمندہ ہوں تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ بجائے سوزِ غم کے خوشی کے ترانے کیوں بجائے یعنی جب کوئی گنہگار و خطا کار اپنے گناہوں و خطاؤں پر پشیمان ہو کر تائب ہو تو پھر کوئی اس پر خوشی و فرحت کا اظہار کیوں بلکہ اس کے لئے تو سوزِ غم ہونا چاہیے کیونکہ اس سے یہ کام (غلطی) نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن ہو گیا۔ اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ نے سمجھایا کہ کسی کی غلطی اور خطا پر خوشی کے بجائے اظہارِ غم ہونا چاہیے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عاداتِ کریمہ تھیں کہ کسی سے کوئی کمی خامی کا صدور دیکھتے یا سنتے تو اس سے غم کا اظہار فرماتے۔

نعت شریف ۲۴

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بیٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اُٹھائی کیوں

حل لغات

دشت، جنگل، بیابان۔

شرح

حرم مدینہ پاک میں خوش خرم تھے لیکن یادِ وطن نے واپس لوٹایا تو بڑا ظلم کیا وہ ظالم ہمیں حرمِ پاک سے کیوں واپس لے آئی آرام سے بیٹھے تھے ہر لمحہ مدینہ پاک میں عیدوں سے بڑھ کر تھا یہ بلا بدنصیب ہم نے سر پر کیوں اُٹھالی۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ جسے مدینہ پاک کی ایک بار زیارت نصیب ہوگئی اس کے سامنے آٹھوں بہشت خشک میدان محسوس ہوتے ہیں۔

متفقہ فیصلہ

دنیائے اسلام کے تمام مومنین صالحین کے نزدیک بالاتفاق حضور اکرم ﷺ کی قبرانور کی زیارت کرنا اہم ترین نیکی اور افضل ترین عبادت اور درجاتِ علیا تک پہنچنے کے لئے نہایت کامیاب ذریعہ اور پُرامید وسیلہ ہے بلکہ بعض آئمہ عظام و علمائے کرام کے نزدیک واجب ہے۔ وسعت و طاقت کے ہوتے ہوئے اس کا ترک بہت بڑی جفا اور انتہائی بدنصیبی و محرومی ہے اسی طرح معمولی اعذار کی بناء پر اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہونا انتہائی قساوت اور جفاء ہے۔

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًاo (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

فائدہ

شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیۂ کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں

ایں آیۂ کریمہ دلالت دارد برحت وترغیب حضور درگاہ رسالت پناہ وسوال مغفرت دراں جناب اجابت مآب وطلب استغفار ازوئے ﷺ وایں رتبہ عظیمہ است کہ ابدانقطاع پذیر نیست از جہت استوائے حالت موت و حیات نسبت بسرور کائنات ﷺ۔

یہ آیۂ کریمہ دلالت کرتی ہے درگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہونے کی ترغیب پر اور اُس آستانہ مقدسہ پر حاضر ہوکر طلب مغفرت کرنے اور حضور اکرم ﷺ سے کرانے پر اور یہ ایک رتبۂ عظیمہ ہے کہ کبھی منقطع ہونے والا نہیں اس لئے کہ سرکارِ کائنات ﷺ کی حالت حیات وممات برابر ہے۔

فائدہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اسی آیۂ کریمہ کے متعلق لکھا اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں۔ (آبِ حیات صفحہ ۴۰)

نقد ملے مدعا

وہ مشہور ومعروف واقعہ جو آئمہ عظام اور علمائے کرام نے اپنی اپنی معتبر تصانیف میں ذکر فرمایا ہے اس پر روشن دلیل ہے کہ وفات شریف کے بعد ایک اعرابی نے روضۂ انور پر حاضر ہوکر روضہ شریف کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور یوں کہا یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو قرآن شریف نازل فرمایا ہے اس میں یہ بھی ہے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

اور بے شک میں نے معصیت و نافرمانی کرکے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں اور آپ سے شفاعت کا طالب ہوں۔

پھر اس اعرابی نے زاروزار روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے

یا خیر من دفنت بالقاع أعظمه   فطاب من طیبهن القاع والأکم

اے بہترین ذات جن کی مبارک ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے بھی معطر ہو گئے۔

نفسی الفداء لقبر أنت ساكنه   فيه العفاف وفيه الجود و الكرم

میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ آرام فرما ہیں اس قبر میں پاکیزگی وطہارت ہے اور اس میں بخشش وسخاوت اور کرم ہے۔

انت الشفيع الذی ترجی شفاعته   علی الصراط اذاما زلت القدم

آپ وہ شفیع ہیں کہ جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے جبکہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

و صاحباک لا انساهما ابدا   منی السلام عليكم ماجری القلم

اور آپ کے دو صاحبوں (حضرت ابوبکر وعمر) کو تو میں کبھی نہیں بھول سکتا میری طرف سے تم پر سلام ہو جب تک (دنیا میں) قلم چلتا رہے۔

اس پر قبر انور سے آواز آئی "قدغفرلک" کہ تیری بخشش ہوگئی۔ (جذب القلوب صفحہ ۲۱۱، وفاء الوفاء وغیرہ)

احادیث مبارکہ

جسے دولت عشق نصیب ہے اسے یہ لذت مجبور کرتی ہے کہ جب خود محبوب اپنے گھر بلائے تو وہ عاشق نہیں فاسق ہے کہ محبوب کے بلاوے پر نہ جائے اور اہل ایمان کو معلوم ہے کہ زیارتِ روضۂ انور کی ترغیب میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں جن کے متعلق شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

امام از انچه بصریح لفظه زیارت وقوع یافته ایں احادیث است که از نقل ثقات بطریق متعدده بعضے ازاں بدرجه صحت رسیده و اکثر بمرتبۂ حسن آمده ثبوت یافته۔ (جذب القلوب)

اور وہ احادیث جن میں صریح لفظ زیارت آیا ہے جن کو ثقہ اماموں نے متعدد سندوں کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ بعض ان میں سے درجۂ صحت کو پہنچی ہیں اور اکثر مرتبہ حسن کو ثابت ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من زار قبری وجبت له شفاعتی. (جذب القلوب صفحہ ۱۹۵، شفاء السقام صفحہ ۲)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۲) انہی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

من زار قبری حلت له شفاعتی. (شفاء السقام صفحہ ۱۴، جذب القلوب صفحہ ۱۹۵)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ روضۂ انور کی زیارت کرنے والے خوش نصیب مومنوں کے واسطے حضور ﷺ کی شفاعت واجب و حلال ہو جاتی ہے۔

(۳) امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من زار قبری واو زارنی کنت له شفیعا اوشهیدا ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله من الامنین یوم القیمة. (مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۲، شفاء السقام صفحہ ۳۰، جذب القلوب صفحہ ۱۹۵)

جس نے میری یا میری قبر کی زیارت کی میں اس کا شفیع اور شہید ہوں گا اور جو حرمین میں سے کسی ایک میں مرے گا اللہ اس کو قیامت کے دن امن والوں سے اٹھائے گا۔

فائدہ

اہل علم وعرفان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اہلِ معصیت زائرین کے سفارشی اور اہلِ اطاعت زائرین کے گواہ ہوں گے اور آپ کی شفاعت وشہادت قیامت کے دن کی وہولنا کی سے امن، معاصی کی بخشش، رفع درجات ومراتب اور بغیر حساب کے جنت میں داخلہ کے لئے ہوگی۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی.

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۱، شفاء السقام صفحہ ۳۰، جذب القلوب صفحہ ۱۹۵)

فائدہ

اس ارشادِ گرامی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ زائر تمام احکام وجوہ میں مثل صحابی کے ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں حقیقی وجسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور زائر کو آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر ایک خاص سعادت وخصوصیت حاصل ہو جاتی ہے جو اوروں کو حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپ کی ظاہری زیارت وصحبت کی وجہ سے ساری امت پر ایک خصوصیت وامتیاز حاصل ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من جاء نی زائر ا لا یعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة.

(طبرانی کبیر،شفاء السقام صفحہ ۱۶،جذب القلوب ۱۹۵)

جومیری زیارت کو آئے کہ سوائے میری زیارت اور کوئی غرض نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع بنوں۔

(۶)حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من زارنی فی المدینة محتمبا کان فی جواری و کنت له شفیعا یوم القیمة. (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۰)

جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی برائی سے باز رہتے ہوئے یا بنیت ثواب (یعنی اور کوئی غرض نہ ہو) وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

(۷)ایک اور روایت میں فرمایا

من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیمة. (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۰)

جو قصداً وعمداً (یعنی بنیت زیارت آکر) میری زیارت کرے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔

فائدہ

ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ زائرین حضرات مدینہ منورہ جاتے ہوئے صرف زیارتِ روضۂ انور کی نیت کریں یعنی ان کا اصل مقصد صرف روضۂ انور ہو باقی زیارات وغیرہ سب کچھ اس کے طفیل میں ہو۔

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل

اعلیٰ حضرت، امامِ اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

اُن کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے ۔۔۔ اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل ۔۔۔ روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ ۔۔۔ لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

ریال زبوں حال

جب سے ریال نے حجاز میں سر اُٹھایا ہے اس وقت سے عشاق کا امتحان ہو رہا ہے کہ ریال کا تر لقمہ کھلا کر نجدیوں کے چیلے مدینہ پاک کی حاضری سے روکتے ہیں ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں اگر ضرورت پڑے تو ذیل کا عقیدہ سنا کر

دلائل بھی پڑھ دیجئے۔

ہم گنہگار سیاہ کار، سلطانِ زمین وزماں، سرورِ کون ومکاں، شفیع عاصیاں، رحمت عالمیاں ﷺ کے حضور حاضر ہو رہے ہیں تا کہ ان کی شفاعتِ خاص کے حقدار بن جائیں۔ (دلائل ملاحظہ ہوں)

قرآنِ مجید

وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَ قَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ا

(پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۰۰)

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله . (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱)

پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني. (شفاء السقام صفحہ ۲۷، جذب القلوب صفحہ ۱۹۶)

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من زارني ميتا فكانما زارني حيا ومن زار قبري وجبت له شفاعتي يوم القيامة وما من احد من امتي له سعة ثم لم يزرني فليس له عذر. (شفاء السقام صفحہ ۳۷، جذب القلوب صفحہ ۱۹۶)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو گئی اور جو میری امت میں سے میری زیارت کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور پھر میری زیارت نہ کرے اس کے لئے کوئی عذر نہ ہو گا۔

(۴) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من زار قبري بعد موتي فكانما زارني في حياتي و من لم يزر قبري فقد جفاني.

(شفاء السقام صفحہ ۳۹، جذب القلوب صفحہ ۱۹۶)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیاتی میں میری زیارت کی اور جس نے میری کی زیارت نہ کی اُس نے مجھ پر جفا کی۔

فائدہ

ان تینوں حدیثوں میں تارکِ زیارت کے لئے کتنی سخت وعید ہے بلاشبہ حضور اکرم ﷺ کے بے شمار احسانات جو امت پر ہیں ان کے پیش نظر امتیوں کا بہزار عقیدت و محبت حاضر ہونا ہی دلیلِ غلامی و وفا ہے اور حاضری کا ترک اور اس سے بے رغبتی و بے نیازی ظلم و جفا بلکہ غداری ہے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

من زار قبر ابویه فی کل جمعة او احدهما کتب بارا وان کان فی الدنیا ذالک بهما عاقا.

(جذب القلوب صفحہ ۲۱۲)

جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو وہ نیکی والا لکھا جائے گا اگر چہ اس سے پہلے وہ دنیا میں باپ کا نافرمان ہی کیوں نہ رہا ہو۔

فائدہ

جب نافرمان بیٹا ماں باپ کی قبر کی زیارت کی بدولت نیکوں میں لکھا جاتا ہے تو جن پر ہزار ماں باپ قربان ہوں ان کی زیارت کرنے والا کیوں نہ افضل ترین نیکیوں میں لکھا جائے گا۔

نیز فرمایا

زوروا القبور　　　　کہ قبروں کی زیارت کیا کرو

(۶) حضور اکرم ﷺ خود بھی شہدائے احد اور اہلِ بقیع کی قبور کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو جب دوسروں کی قبروں کی زیارت آپ کی سنت اور باعث سعادت و زینت ہوئی تو خود آپ کی قبر شریف کی زیارت کس قدر ضروری اور باعثِ سعادت و رحمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ کی حاضری کا سچا ذوق و شوق عطا فرما کر حاضری کے شرف سے مشرف فرمائے۔

آمین ثم آمین (بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین)

حضرت بہزادؔ لکھنوی مرحوم نے کیا خوب فرمایا

ذوقِ بطحا نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔ یہ تمنا نہیں تو کچھ بھی نہیں
جالیاں سامنے ہوں روضے کی ۔ یہ نظارا نہیں تو کچھ بھی نہیں
جان دوں جا کے اُن کی چوکھٹ پر ۔ یہ ارادہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
مال اولاد جان سے بڑھ کر ۔ عشق ان کا نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ سمجھ لو کہ دل کی رگ رگ میں ۔ گر مدینہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

کیوں نہ مر جائیں تیری ادا پر

ہمارے جیسوں کوتو صرف سبز محل دیکھنے کے بعد جدائی محسوس ہوتی ہے ان بزرگوں کا کیا حال ہوگا جو بیداری میں سرکارِ مدینہ ﷺ سے سلام کا نقد جواب لیتے ہیں۔ چند بزرگوں کے اسماءِ گرامی ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت الشیخ السید الرفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ روضۂ انور پر حاضر ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے۔

في حالة البعد روحي كنت أرسلها ۔ تقبل الأرض عني وهي نائبتي

دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا تو وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک کو چوما کرتی تھی۔

وهذه دولة الأشباح قد حضرت ۔ فأمدد يمينك كي تحظى بها شفتي

اور اب جسموں کے ساتھ حاضر ہوکر ملنے کی باری آئی ہے تو اپنا دست مبارک دراز فرمائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

فخرجت اليد الشريفة من القبر الشريف فقبّلها . (الحاوی للفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۴۸۰)

تو اس پر دست اقدس قبر شریف سے باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔

کہا جاتا ہے کہ اس وقت روضۂ انور پر کثیر مجمع تھا جن میں حضور غوثِ اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان سب نے اس واقعہ کو دیکھا اور دست مبارک کی زیارت کی۔ (الافاضات الیومیہ جلد۴ صفحہ ۴۷۲)

(۲) حضرت السید نورالدین یحیٰی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو عرض کیا "السلام علیکم ایها

النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تمام لوگ جو اس وقت وہاں حاضر تھے ان سب نے سنا کہ روضۂ انور سے جواب آیا "وعلیک السلام یا ولدی (الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۱)

(۳) حضرت شیخ ابونصر عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن ابوسعید الصوفی الکرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ روضۂ انور پر حاضر ہوا۔ حجرۂ شریفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت شیخ ابوبکر الدیار بکری تشریف لائے اور چہرۂ انور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" تو میں نے اور تمام حاضرین نے سنا کہ روضۂ شریفہ کے اندر سے آواز آئی "وعلیک السلام یا ابوبکر" (الحاوی للفتاوی جلد ۲ صفحہ ۴۸۱)

بارگاہِ رحمۃ للعلمین ﷺ میں حاضر ہونے والوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ذریعہ سلام فرماتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں فرمایا

وَ اِذَا جَآءَ کَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۵۴)

اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام۔

اس قسم کے مزید واقعات کے لئے فقیر کی کتاب "زائرین مدینہ" کا مطالعہ فرمایئے۔

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب اُبھر گئی
پوچھو تو آہ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

حل لغات

چوٹ (اردو مونث) مار، طعن، درد، حال، نقصان۔ دبی از دبنا، بوجھ کے نیچے آنا، گڑنا، چھپنا، ہٹنا، رکنا، شرمانا، سمٹنا، ڈرنا۔ اُبھر گئی از ابھرنا بمعنی بڑھنا، ترقی پھوٹنا، بغاوت کرنا۔ آہ، افسوس، ہائے۔

شرح

دل میں عشق کی چوٹ چھپی پڑی تھی لیکن افسوس غضب ہوگیا کہ وہ پھوٹ پڑی لیکن از خود نہیں پھوٹی یہ آہ سرد حرکت ہے اس سے پوچھو کہ اے خدا کی بندی تو نے ٹھنڈی ہوا کیوں چلائی تیری وجہ سے اب وہ دبی ہوئی چنگاری پھوٹ پڑی اور عشق کی آگ آگے بڑھے گی تو پھر کیا ہوگا۔

چھوڑ کے اُس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

حل لغات

بن (بفتح الباء، اردو مذکر) جنگل بیابان، روئی کا کھیت۔ ٹھگوں ٹھگ کی جمع ہے بمعنی دغاباز، چوراحسان کرنے والے کو مارنے والا۔ بسو از بسنا بمعنی آباد ہونا، رہنا۔ دھر کے ہاتھ از دھرنا، رکھنا، جمانا، سونپنا، گروی رکھنا۔ لٹ گئی از لٹنا (بالضم) بمعنی تباہ ہونا، چوری ہونا، ٹھگایا جانا، کمائی محنت سے پیدا کیا ہوا روپیہ پیسہ، آمدنی، نفع۔

شرح

خودتو حرم پاک چھوڑ کر جنگل میں چوروں میں آ کر آباد ہوئے پھر سر پر ہاتھ رکھ کر افسوس کے طور پر کہو کہ ہائے تمام کمائی لوٹ لی گئی۔

باغِ عرب کا سرور ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

حل لغات

قمری (عربی مونث) ایک پرندے کا نام۔ گونج (اردو مونث) آواز کا گنبد میں چکرانا، گرج آواز کا ٹکرانا۔ چہچہائی از چہچہانا، چہکنا خوشی میں آ کر، بولنا خوشی آوازی سے باتیں کرنا۔

شرح

معلوم ہوتا ہے کہ آج عاشقِ غمزدہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے سرفراز ہوا ہے ورنہ غمزدہ قمری گرج دار آواز سے خوشی میں آ کر کیوں بولتی یعنی آج عاشق زار کا چہرہ ہشاش بشاش اسی لئے ہے کہ اسے محبوب کی زیارت ہوگئی ورنہ وہ محبوب کے ہجر سے ہر وقت مغموم ومخزون رہتا ہے۔

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

شرح

بہشت کی بھینی بھینی ہوا اس لئے چل پڑی ہے کہ ہم نے مدینہ پاک کا نام لیا ہے اور وہ اس نام کی عاشق ہے کہ

نام لوتو نسیمِ جنت فوراً قربان ہونے کو حاضر ہو جاتی ہے۔غم کی جلن کو ہم نے بھی ایسی ہوا کی خبر کیوں دی کہ اب وہ جلن ختم ہو جائے گی حالانکہ جو مزہ ہجر وفراق کی سوزش میں ہے وہ نسیمِ خلد کی ٹھنڈی ہوا میں کہاں۔

کس کی نگاہ کی حیاء پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مستِ ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

حل لغات

پھرتی (بالکسر) از پھرنا بمعنی چکر کھانا، واپس ہونا، ٹہلنا، بغاوت کرنا، گشت کرنا۔نرگس (فارسی مونث) ایک قسم کا پھول جو آنکھ کے مشابہ ہوتا ہے۔نظر چرائی از نظر چرانا بمعنی آنکھ چرانا، چھپنا، کترنا۔

شرح

کس کی نگاہِ حیاء کی نگاہ میری آنکھ میں گشت کر رہی ہے کہ اب نرگس مست ناز مجھ سے کیوں آنکھ کترا رہی ہے یعنی شرما رہی ہے یعنی محبوبِ خدا ﷺ کی نگاہ جو پُرحیاء تھی میری آنکھ میں تشریف لائی ہے تو نرگس مست ناز کو اگر اپنی نگاہ پر ناز ہے لیکن اب اسے جو بن حقیر محسوس ہوتا ہے اسی لئے مجھے دیکھ کر شرما رہی ہے۔

نیز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کرتے ہوئے حیاء شریف کا یوں بھی ذکر کیا

نیچی نظروں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پر لاکھوں سلام

تو نے کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

حل لغات

دود، دھواں، بھاپ۔کباب، گوشت کا ٹکڑا گول کر کے اُسے بھون کر کھاتے ہیں۔

شرح

طبیب صاحب آپ نے تو سینہ کی سوزش کا علاج کر کے مطمئن کر دیا تھا کہ اب کُلی شفاء ہوگئی لیکن آج جو میں نے آہ کھینچی تو اس کے دھوئیں سے کباب آئی تو کیوں۔اس سے معلوم ہوتا ہے سینہ کے اندر جگر تا حال بدستور جل رہا ہے۔

فکر معاش بد بلا ہول معاد جان گزا
لاکھوں بلا پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

حل لغات

معاش (بالفتح عربی مونث) روزی، خوراک، گذارن۔ ہول (مونث) دھکا، صدمہ۔ معاد (عربی مونث) لوٹ کے جانے کی جگہ، قیامت۔ جان گزا (فاعل ترکیبی) جان کاٹنے والا۔

شرح

دنیا میں ایک طرف بد بلا گذر اوقات کی فکر دوسری طرف مرنے کے بعد قیامت میں اُٹھنے کا خوف ہے اتنی بے شمار بلاؤں میں پھنسنے کے لئے روح کیوں آئی جہاں تھی وہاں آسودہ تھی نہ فکر معاش نہ ہوں معاد۔

عالم ارواح

امام احمد رضا قدس سرہ اس شعر میں عالم ارواح کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ روح بدن میں پھنس کر لاکھوں بلاؤں میں مبتلا ہوگئی حالانکہ جہاں تھی وہاں کوئی فکر اور خوف وخطر نہ تھا۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

خدا خود میرمجلس بود اندر لامکان خسرو
محمد شمع محل بود(ﷺ) شب جائیکہ من بودم

اللہ تعالیٰ خود میر مجلس تھا اے خسرو لامکان میں حضور اکرم ﷺ اس مجلس کی شمع تھے جس شب میں محو خواب تھا یعنی عالم ارواح میں۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ○ (پارہ ۲۹، سورۃ الدھر، آیت ۱)

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گذرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کر مسکرائی کیوں

حل لغات

ہونہ ہو(اردو) غلط ہو یا صحیح ،لابد،ضرور۔مسکرائی ازمسکرانا،ہونٹوں میں ہنسنا۔

شرح

یقیناً آج کچھ میرا ذکرمحبوب اکرمﷺ کی جناب میں ہوا ہے ورنہ اس سے قبل مجھے خوشی منہ نہیں لگاتی تھی لیکن آج مجھے دیکھ کرزیرلب تبسم فرمارہی ہے اس کی مسکراہٹ کیوں ہے یہ میرا اسی خوش خیالی کی دلیل ہے کہ آج میرے محبوب نے مجھے یادفرمایا ہے۔

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

حل لغات

حور(عربی)حوراء کی جمع۔ جنان (بکسرالجیم)جنت کی جمع۔پھر گیا،پھر جانا سے ہے اس کے کئی معانی ہیں یہاں گھوم جانا کے معانی میں ہے۔پردہ،حجاب وبمعنی مطرب اوروہ چاند کاٹکڑا جوطنبوراورستار پر باندھتے ہیں تا کہ بجاتے وقت ہاتھ کوگزند نہ پہنچے وحفظ مقاماتِ موسیقی وبسببِ کثرت استعمال مطلق آواز کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور بمعنی مقامات کے بھی آتا ہے مثلاً پردۂ عشاق،پردۂ خراسان،پردۂ عراق،پردۂ یاقوت،پردۂ بکارت وپردۂ بلبل وپردۂ قمری وپردۂ جفانہ۔(غیاث)

شرح

اے حورِ جنان تم نے مجھ پرظلم کی اب جبکہ میری نظر میں مدینہ طیبہ کے نظارے گھوم رہے ہیں پردۂ حجاب چھیڑکر وہ ٹھیس کیوں لگائی جب ہمیں مدینہ طیبہ میں سکون ہے اورنہایت اطمینان کے ساتھ وقت گذاررہے ہیں تو وطن کی باتیں چھیڑنے کا کیافائدہ

علم موسیقی اور امام احمد رضا قد س سرہ

یہ ایک مستقل بحث ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ من حیث العلم فنِ موسیقی کی اصطلاحات اوراس کے اصول وفروع پربھی امام احمدرضاقدس سرہ نے اسی علمِ موسیقی کی اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں۔

جیسا کہ اوپرمذکورہوا ہے کہ پردہ سے مرادموسیقی کے مقامات ہیں اورحجاز بھی ان موسیقی کے بارہ مقامات میں

سے ایک مقام ہے چنانچہ غیاث اللغات میں ہے کہ

حجاز بالکسر ملک است از عرب کہ مکہ ومدینہ وطائف وشہر ھائے دیگر مابین زمین نجد وغور واقع ونام مامِ است از نامِ موسیقی

انکشاف یا علمی چیلنج

اہل سنت کے خواص وعوام بڑے وثوق سے اعلان کرتے ہیں اور اپنی تحریروں میں لکھتے ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ ہر فن کے نہ صرف ماہر بلکہ شہنشاہ تھے ہمارے ایک سندھی فاضل صاحبزادہ راشدی نے سندھی زبان میں ایک پمفلٹ شائع فرمایا ہے "قلم جو شہنشاہ" اس میں یہی دعویٰ مختصر دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون دانی کی فہرست میں علمِ موسیقی بھی ہے یہ علم اگر چہ وقار کے خلاف ہے لیکن من حیث العلم مذموم نہیں۔

فقیر قطع نظر دیگر دلائل آپ کے فنِ موسیقی کی مہارتِ کاملہ پر صرف اور صرف آپ کی تصانیف کے عنوانات واسماء پیش کرنا چاہتا ہے۔

تصانیفِ اعلیٰ حضرت کے عنوانات کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں صوتی حسن پایا جاتا ہے۔ صوتی حسن سے مراد ایسی نغمگی اور ترنم ہے کہ جس کا احساس ناظر وسامع کے قلب وذہن پر ہو چنانچہ جو دلکشی اور ہمہ دانی اعلیٰ حضرت کے ہاں پائی جاتی ہے وہ بہت کم مصنفین کے حصے میں آئی ہے ان کی تقریباً تمام ہی کتابوں کے عنوان حسنِ صوتیت کا آئینہ دار ہے یہی وجہ ہے کہ اگر آپ ان کی کسی کتاب کا عنوان پڑھیں تو یوں محسوس ہوگا کہ آپ کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شعر چونکہ ظاہراً لفظوں کے خوبصورت تناسب کا نام ہے اور باطناً معنیٰ کے ابلاغ کا بایں وجہ شعر پڑھ کر یا سن کر جو حالت دل کی ہوتی ہے وہ لفظوں میں کما حقہ بیان نہیں ہوسکتی۔

یہ نقد سودا ہے گھر بیٹھے تنہائی میں آزمایئے پھر اگر اہل سنت ہیں تو وجد کیجئے اگر مخالف ہیں تو تعصب کی عینک اُتار کر ہمارے ساتھ کہہ لیجئے

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم　　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

سوال

امام احمد رضا قدس سرہ تو سرود (مزامیر) وغیرہ کے سخت خلاف تھے جیسا کہ آپ کی تصانیف شاہد ہیں علاوہ ازیں آپ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے جو شخص جس شے کا مخالف ہوا سے اس سے لگاؤ کیسا اور شے سے جب تک لگاؤ نہ ہو وہ

اس کی مہارت کیسے پیدا کر سکتا ہے؟

جواب

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ کسی علم وفن کا جاننا اور ماہر ہونا گناہ نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مذموم شے کا علم بھی مذموم ہو مثلاً سحر مذموم بلکہ حرام ہے لیکن اس کا جاننا حرام نہیں ہاں استعمال حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو موسیقی کے اصول ومسائل کا من حیث الفن علم تھا لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ نے اسے استعمال بھی کیا ہو اور نہ ہی علم کے مطابق اس کا استعمال ضروری ہے۔ مزید تحقیق فقیر نے اپنی تصنیف ''غایۃ الماموال فی علم الرسول'' میں لکھ دی ہے۔

غفلت شیخ وشاب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار
کرنے کو گد گدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

حل لغات

غفلت (عربی) بے توجہی، بے پروائی، بھول چوک، بے ہوشی، نیند۔ شیخ (عربی) بزرگ، ستر یا اسی سال کا بوڑھا۔ شاب (عربی) جوان۔ طفل، شیر خوار بچہ، دودھ پیتا۔ گدگدی (اردو، مونث) بغل یا تلوے کو کھجلی کرنا، مہر شوق۔ عبث (عربی) بے کار، بے فائدہ، فضول، بلاوجہ۔ بہائی (اردو) ایک روح ہے جو بچوں کو رلاتی اور ہنساتی ہے۔

شرح

بوڑھے اور جوان کی غفلت پر بچے شیر خوار ہنستے ہیں شوق پورا کرنے کے لئے ہنسانے رلانے والی روح خواہ مخواہ کیوں آئی جب کہ بوڑھوں اور نوجوانوں کی غفلت کو دیکھ کر شیر خوار بچے خود بخود ہنس رہے ہیں یعنی بوڑھے اور نوجوان ایسی غفلت کی نینداور نشے میں ہیں کہ شیر خوار بچے بھی ان کی غفلت پر مذاق اُڑاتے ہیں۔ اس شعر میں امامِ اہل سنت نے قوم کی غفلت پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ قوم کی غفلت حد سے گذر گئی ہے ذرہ بھر بھی انہیں احساس نہیں کہ وہ کس گڑھے میں گر رہے ہیں۔

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

حل لغات

پیٹتی مضارع از پیٹنا، رونا، مارنا وغیرہ۔ دشت، جنگل۔

شرح

حضور اکرم ﷺ سے عرض کروں کہ حضور میرے دل کو تو کوئی بیماری نہیں خیر ہی خیر ہے لیکن آرزو روتی اور چلاتی ہے کہ وہ دشت حرم کو چھوڑ کر کیوں واپس آ گئی۔

یہ شعر امامِ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زائر مدینہ کا وہ حال بیان فرمانے کے بعد کہا ہے کہ جب زائرِ مدینہ گھر واپس پہنچ جاتا ہے اسے پھر مدینہ پاک کی یاد ستاتی ہے اس حالت زار میں خود کو گویا بارگاہ حضور سرورِ عالم ﷺ میں لے گئے ہیں عرض کررہے ہیں کہ حضور! باقی سب خیر ہے بیماری وغیرہ کچھ بھی نہیں لیکن میری آرزو سر پیٹ رہی ہے اور مجھے کوس رہی ہے کہ تم دشتِ حرم چھوڑ کر کیوں گھر آ گئے اس سے گویا پھر حاضریٔ مدینہ کی آرزو کا اظہار ہے۔

حسرتِ نوسانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضؔا مرگِ جوان سازی کیوں

حل لغات

حسرت (عربی) افسوس، آرزو، ارمان، شوق۔ سانحہ (عربی) حادثہ، دل ہلا دینے والی بات، مجاز اُبُری خبر۔ بگڑ گیا ماضی از بگڑنا، خراب ہونا، نکما ہونا، خفا ہونا۔ مرگ (فارسی) موت۔

شرح

نئی حسرت کا حادثہ سن کر دل بگڑ گیا بھلا ایسے بیمار کو اے رضا (امام اہل سنت) تم نے سخت موت جیسی خبر سنائی ہی کیوں۔

مدینہ پاک کی جدائی کا سن کر عاشق کا جو حال ہوتا ہے اس کی خبر دی گئی ہے کہ عاشق مدینہ کی بہاریں لوٹ رہا ہوتا ہے لیکن جونہی اسے اچانک سے مدینہ پاک کی جدائی کی خبر ملتی ہے تو اس کا حال موت سے بڑھ کر ہوتا ہے اسی کیفیت کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

نعت شریف

اہل صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پَر کریں

حل لغات

صراط (عربی) پل، اس سے پل صراط مراد ہے۔ روحِ امین، حضرت جبریل علیہ السلام کا لقب ہے۔ فرش، بچھونا۔

شرح

پل صراط پر متعین ملائکہ کو کہہ دو کہ وہ جبریل علیہ السلام کو اطلاع دیں کہ امتِ حبیب خدا ﷺ پل صراط سے گذرنے کے لئے تیار کھڑی ہے اگر پَر بچھانے کا شوق ہے تو تشریف لائیے۔

فائدہ

شفاعت کی وجہ سے کتنی بے نیازی سے جبریل علیہ السلام کو آگاہی کا کہا جا رہا ہے کہ ہمیں تو ذاتی طور پر ان کے پَروں کے بچھانے کا خیال نہیں کیونکہ ہمیں تو اپنے آقا ﷺ کافی ہیں ہاں انہیں اگر خواہش ہے تو تشریف لے آئیں۔

انتباہ

اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ نے عشق نبوی کا حق ادا کیا ہے کہ پل صراط پر گذرنا ایک دشوار بلکہ سخت سے سخت تر امر ہے اور جبریل علیہ السلام کا پَر بچھانا ایک عظیم خدمت ہے لیکن امام احمد رضا نے سمجھایا کہ یہ ان کا احسان از خود نہیں بلکہ حضور سرورِ عالم ﷺ کو راضی کرنے کی بناء پر ہے تو پھر ہم ان کی طرف کیوں متوجہ ہوں ہمیں تو اس کریم پر بھروسہ ہو جن کی نظر کرم کے خود جبریل علیہ السلام محتاج ہیں۔ اسی لئے تو دوسرے مقام پر فرمایا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام — للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

بے نیازی کیوں

نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور قریہ کوثی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک بکوشش تمام قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (گوپھن) کھڑی کی آپ کو باندھ کر اس میں

رکھ کرآگ میں پھینکا اس وقت آپ کی زبان مبارک پرتھا ''حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ'' جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کچھ کام ہے آپ نے فرمایا تم سے نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا تو اپنے رب سے عرض کیجئے فرمایا سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کفایت کرتا ہے۔ (خزائن)

فائدہ

اس واقعہ میں ظاہر ہے کہ حضرت جبریل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حاجت براری کے لئے آگے بڑھے اگر چہ ابراہیم علیہ السلام سے تو اپنی محبت وعقیدت کا حق ادا کر چکے حضور اکرم ﷺ نے اسی خدمت کا صلہ شبِ معراج جبریل علیہ السلام کو بخشا جیسا کہ واقعاتِ معراج میں روایت مشہور ہے۔

جبریل علیہ السلام کی حاجت

عمدۃ المفسرین علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب سدرۃ سے آگے بڑھے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

یا جبرائیل هل لک من حاجة الی ربک

اے جبرائیل رب کی طرف کوئی حاجت ہو تو بتاؤ

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا

یا محمد سل الله ان ابسط جنا حی علی الصراط لامتک حتی یجوزوا علیه

اے آقا محمد مصطفیٰ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ سوال کریں کہ قیامت کے دن آپ کی امت جب پلِ صراط سے گزرے تو میں ان کے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھا دوں تا کہ وہ آسانی سے گزر جائیں۔ (روح البیان جلد خامس صفحہ ۲۲۱)

لطیفہ

اگر چہ مندرجہ ذیل بحث موضوع سے متعلق نہیں لیکن خالی از فائدہ نہیں اس لئے لطیفہ ہٰذا سے قارئین لطف اندوز ہونگے۔

منکرین کمالات کی طرف سے سوال ہوتا رہتا ہے کہ اگر وسیلہ جائز ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام انکار نہ کرتے۔

جواب

یہاں وسیلہ کی بات ہی کوئی نہیں یہاں ابراہیم علیہ السلام کے امتحان کا بیان ہے آپ سے اس وقت صبر کا امتحان لیا جارہا ہے اسی لئے آپ نے جبریل علیہ السلام کو فرمایا مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں اس میں اپنی ضرورت غیر کو نہ کہنے سے توکل میں کامیابی کی دلیل ہے۔ اگر مخالفین کی بات صحیح ہے تو پھر جبریل علیہ السلام کی توجہ دلانے پر کہ اللہ سے عرض کریں تو آپ نے بارگاہِ حق میں بھی عرض کرنا گوارا نہ کیا (معاذاللہ) مطلب یہ ہوا انہیں اللہ کی بھی ضرورت نہ تھی (معاذ اللہ) ثابت ہوا کہ آپ سے امتحان ہو رہا ہے اور آپ اس میں کامیاب ہوئے۔

جواب ۲

وسیلہ ادنیٰ اعلیٰ سے لیتا ہے آپ جبریل علیہ السلام کو کیسے وسیلہ بناتے جبکہ وہ آپ کا خادم تھا خادم وسیلہ نہیں بنتے۔

نکتہ

جو لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں کہ جبریل السلام نبی پاک ﷺ کے استاذ ہیں ان جاہلوں کو کون سمجھائے کہ جبریل علیہ السلام اس درگاہ کا ادنیٰ خادم اور حاجت مند ہے۔

ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گذر کریں

حل لغات

حذر (عربی) پرہیز کرنا، بچنا۔ ''نازوں کے پالے'' مراد حضور ﷺ کے امتی ہیں۔

شرح

اس شعر میں بھی وہی بے نیازی اور اپنے آقا و نبی کریم ﷺ کی شفاعت پر یقین محکم کی علامت ہے کہ امتی وفادار کا کام ہے کہ وہ اپنے آقا کے کرم پر نازاں ہو حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ حشر کے ہولناک امور کتنے سخت سے سخت ترین ہیں لیکن جسے دامن مصطفی ﷺ کا دامن نصیب ہوگا وہ الٹا فتنہ ہائے حشر سے فرمائیگا کہ اے فتنوں ہمیں ستانے سے بچو اور پرہیز کرو اس سے کہ ہم معمولی لوگ نہیں ہم تو امتِ امام الانبیا ﷺ ہیں ہم ناز کے پالے ہیں فلہٰذا اے فتنوں تم ہمارے آگے سے ہٹ جاؤ ورنہ خود سمجھ لو کہ ہم سے ٹکر لینے میں تمہارا کیا حشر ہوگا۔

نازوں کے پالے

صرف اسی ایک جملہ سے امام احمد رضا قدس سرہ نے دریا در کوزہ بند فرمایا ہے یہاں صرف چند نمونے فقیر عرض

کرے کہ اللہ نے کیسے امتِ مصطفیٰ ﷺ کو نازوں کے پالے بنایا۔

قرآن مجید

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (پارہ۴،سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

تم بہتر ہواُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اسی امت کی ایک رات کو دوسری امتوں کی ہزار سے بہتر بنایا

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (پارہ۳۰،سورۃ القدر، آیت ۳)

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

دوسری امتوں کے قدو قامت عمریں طویل لیکن یہاں صرف چند سال لیکن ان کے بعض لمحات ان کی ہزاروں سالوں سے بہتر و برتر

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ۲،سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔

فائدہ

قیامت میں انبیاء علیہم السلام کا اس امت کو اپنی گواہی کا انتخاب بنانا ہے کہ یہ امت محبوب الانبیاء ہے کیونکہ انتخاب محبوب شے کا ہوتا ہے اس معنی پر یہ امت نازوں کے پالے ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) اخیر الامم بنایا گیا تاکہ قبور میں قیامت کی زیادہ انتظار نہ کریں۔

(۲) تمام امتوں سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی امت پر زمین شق ہوگی اور حضور اکرم ﷺ کی امت کے چہرے آثارِ وضو کی وجہ سے روشن ہونگے اور ان کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے اور وہ مؤقف میں بلند مقام پر ہوں گے انہیں نبیوں کی طرح دو نور حاصل ہونگے اور باقی انبیاء کی امتوں کو ایک نور حاصل ہوگا۔

(۳) سجدہ کے اثر کی وجہ سے ان کے چہرے پر نشانی ہوگی اور ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی۔ ان کے اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گذر جائیں گے۔ ان کے نیکوکار بدکاروں کی شفاعت کریں گے انہیں دنیا اور برزخ میں عذاب دیا جائیگا تا کہ ان کے عذاب میں کمی ہو۔

(۴) وہ قبروں میں گناہ لئے داخل ہونگے اور قبروں سے اُٹھتے وقت بے گناہ ہونگے مومنوں کے استغفار کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

(۵) انہیں وہ کچھ ملے گا جس کی وہ کوشش کریں گے یا جو ان کے لئے کوشش کی جائے گی اور پہلی امتوں کو وہ کچھ ملا جس کے لئے انہوں نے خود کوشش کی ہوگی۔

(٦) قبور سے نکلیں گے تو ان کے گناہ بخشے جاچکے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لا ذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین لها. (شرح الصدور صفحہ ۱۲۸)

میری امت امتِ مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کردے گا۔

(۷) امت مصطفی ﷺ کے یہود ونصاریٰ فدیہ بنیں گے

حدیث شریف میں ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اذا کان یوم القیامة دفع اللہ الی کل مسلم یهودیا او نصرانیا فیقول هذافکاکک من النار

جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے کر فرمائے گا کہ دوزخ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تیرا فدیہ یہ ہے۔

فائدہ

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح ہوتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے ایک مکان جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں لہٰذا مومن کو جب جنت میں داخل کیا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی کافر کو دوزخ میں داخل کردیا جائیگا اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے اور یہ جولفظ ہے کہ تیرا فدیہ یہ ہے نار دوزخ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو دوزخ میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا جاتا لو یہ تمہارا فدیہ ہے جو کہ تمہارے بجائے دوزخ میں داخل کیا جارہا ہے کفار کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا جائیگا تو یہ مسلمان کے حق میں فدیہ ہوجائیگا۔

لطیفہ

ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے چار ہزار برس تک دنبہ کی جنت میں پرورش کی تا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے ذبح ہوکر ان کا فدیہ ہو جائے۔اسی طرح میں نے فرعون کی چار سو برس تک پرورش کی تا کہ وہ دریا میں ڈوب کر موسیٰ علیہ السلام کا فدیہ ہو جائے اسی طرح اشنویہودی کی پچاس سال تک پرورش کی تا کہ وہ سولی پر چڑھ جاتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے فدیہ ہو جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی اپنی نعمتوں سے پرورش کر رہا ہے تا کہ یہ دونوں فرقے قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہوکر امت محمد ﷺ کی طرف سے فدیہ ہو جائیں۔(نزہۃ المجالس جلد ا صفحہ ۳۵۱)

کفار و مشرکین فدیہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا

ان هذه امة مرحومة عذابها بايبها فاذا كان يوم القيامة دفع الى كل رجل من السلمين رجل من المشركين فيقال هذا فداؤک من النار(جواہر البحار صفحہ ۳۲۴)

بیشک یہ امت مرحومہ ہے اس کا عذاب اس کے اپنے ہاتھ میں ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا ہر مسلمان آدمی کو ایک مشرک دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ یہ آگ سے تیرا فدیہ ہے۔

حضرت ابو بردا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

يجئ يوم القيامة ناس من المسلمين بذنوب امثال الجبال فيغفر الله لهم ويضعها على اليهود والنصارىٰ . (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

قیامت کے دن کچھ مسلمان گناہوں کے پہاڑ سر پر لے کر آئیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دیگا اور ان کے گناہوں کے پہاڑوں کو یہودیوں اور عیسائیوں پر رکھ دیگا۔

پچاس ہزار سال چند منٹ میں

قیامت کا بڑا طویل دن اس امت کے افراد نازوں کے پالے صرف چند منٹ محسوس کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا کیسے گزرے گا اس پر آپ نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المومن حتی یکون اھون علیہ من الصلوٰۃ المکتوبۃ یصلیھا فی الانیا. (مظہری جلد ۷ صفحہ ۲۲)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کا دن مومن کے لئے چھوٹا ہو جائے گا یہاں تک کہ اسے دنیا میں ایک فرض نماز کی ادائیگی سے بھی کم وقت محسوس ہوگا۔

بے حساب و کتاب

ایک دن حضور اکرم ﷺ نے لمبا سجدہ کیا کہ ہمیں یہ گمان ہو گیا کہ شاید آپ کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لیا گیا ہے پھر یکا یک آپ نے سر اقدس کو اُٹھایا اور فرمایا میرے رب نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے میں نے عرض کی الٰہی جس طرح تو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر اس لئے کہ وہ تیرے بندے اور تیری مخلوق ہیں پھر رب تعالیٰ نے دوسری مرتبہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا۔ پھر تیسری مرتبہ مشورہ طلب فرمایا تو میں نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہ کروں گا اور مجھ کو یہ بشارت دی کہ سب سے پہلے میری امت کے لوگ جو داخلِ جنت ہونگے وہ ستر ہزار ہوں گے اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائیگا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۴۸)

لاڈلی امت

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ قرض لینا تھا آپ اس کے پاس اپنا حق طلب کرنے کے لئے تشریف لے گئے آپ نے اس یہودی کے سامنے یوں قسم یاد فرمائی کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو انسانوں پر برگزیدہ کیا میں تجھ کو نہ چھوڑونگا یعنی تجھ سے اپنا حق ضرور وصول کرونگا۔ یہودی نے کہا واللہ اللہ نے محمد ﷺ کو بشر سے برگزیدہ نہیں کیا اس پر فاروقِ اعظم نے اس یہودی کو ایک طمانچہ مارا یہودی نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ کر فریاد کی آپ نے فرمایا اے عمر تم نے جو یہودی کو طمانچہ مارا ہے اس کے عوض اس یہودی کو راضی کرو اور یہودی سے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ نجی اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی اللہ کے دو نام ایسے ہیں جن کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے اللہ تعالیٰ کا ایک نام اسلام ہے اور اس نام کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

هُوَ سَمّٰیکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ا (پارہ ۱۷،سورۃ الحج،آیت ۷۸)

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

دوسرا نام اللہ تعالیٰ کا مومن ہے اور اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میری امت کا نام مومنین رکھا۔اے یہودی تم اولین لوگ ہو ہم آخرین السابقین قیامت کے دن جنت دوسری امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔(خصائص کبریٰ جلد۲صفحہ۵۴۴)

تمنائے کلیم علیہ السلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص میرے پاس اس حال میں آئیگا کہ وہ میرے احمدﷺ کا انکار کرتا ہوگا میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی یہ احمدﷺ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے ان سے افضل کسی کو پیدا نہیں کیا، میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا

وان الجنة محرمة علی جمیع خلقی حتی خلها هو وامة

اور بیشک جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت داخل نہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اس کی امت کون ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ہر حال میں میری حمد و ثناء بیان کرنے والے ہونگے، طہارت اور پاکیزگی کے پابند ہونگے، دن کو روزہ رکھیں گے رات کو تہجد پڑھیں گے میں ان کے تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرما لوں گا اور ''لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ان کو داخل جنت کرونگا۔موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس امت کا نبی بنادے خدا کا ارشاد ہوا ان کا نبی انہی میں سے ہوگا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس نبی کی امت میں سے کردے۔ارشاد ہوا تو اس میں امت سے پہلے ہو چکا اس کا زمانہ آخری ہوگا لیکن میں تجھے اس کے ساتھ جنت میں ملادوں گا۔(خرپوتی صفحہ۱۸۵)

نورانی چہرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

الجنة من امتی زمرة هی سبعون الفاتضئ وجوههم اضاء ة القمر.

میری امت کا ایک گروہ ستر ہزار کی تعداد میں جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

تمام مخلوقات سے پہلے ان کا فیصلہ کیا جائے گا ان کی غیر شعوری طور پر کی ہوئی غلطیاں معاف کردی جائیں گی ان کے اعمال کا وزن سب سے زیادہ ہوگا، انہیں عادل حاکموں کا مرتبہ حاصل ہوگا اور وہ لوگوں پر گواہی دیں گے کہ ان کے انبیاء نے ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو یہودی یا نصرانی عطا کیا جائے گا اور اسے کہا جائیگا اے مسلمان اسے آگ سے چھڑا کر تجھ پر فدا کیا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔

جنت جاگیر

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیگا آج دوزخ کا حصہ الگ کردو۔ وہ عرض کریں گے الٰہی دوزخ کا حصہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ایک ہزار میں سے نوسو ننا نوے یہ ہی وقت ہوگا جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور تم لوگوں کو غشی کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ غشی کی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہونگے۔ صحابہ کرام کو یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ شخص ہم میں سے کون سا ہوگا جو ہزار میں سے بچے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم خوش رہو یاجوج ماجوج میں سے ہزار اور تم میں سے ایک۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کی ایک تہائی ہو اس پر صحابہ کرام نے خدا کی حمد وثناء اور تکبیر کہی پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جان ہے میں خواہش کرتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہوگے۔ (بخاری شریف مصری جلد ا صفحہ ۱۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اهل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم

اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی صفیں صرف اس امت کی اور چالیس باقی ساری امتوں کی۔

دیدارِ الٰھی

اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور وہ اس کے دیدار کی لذتوں سے لطف اندوز ہونگے اور اسے سجدہ کریں گے۔ ابن ابی حمزہ کے نزدیک باقی امتوں کے سلسلے میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ انہیں رب ذوالجلال کا دیدار حاصل ہوگا یا نہیں۔

سارے جنتی

حضرت ابن عمر کی مرفوع حدیث مروی ہے کہ ہر امت سے کچھ لوگ جنت میں اور کچھ دوزخ میں لیکن حضور اکرم ﷺ کی تمام امت (   ) بہشت میں جائے گی۔

انتباہ

یہاں کُل امت سے امت اجابت مراد ہے کفار،مشرکین اور مرتدین مراد نہیں۔

احمد رضا کا کمال

امام احمد رضا قدس سرہ نے صرف نازوں کے پالے کہہ کر طویل مضمون کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر اس مضمون کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک دفتر ضخیم تیار ہو۔فقیر نے بھی قلم کو روکتے روکتے ایک تصنیف (رسالہ) کی مقدار میں مضمون سپردِ قلم کر دیا۔

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں

حل لغات

بد،بُرا۔ بھلے،بھلا کی جمع، نیک،اچھے۔ٹکڑوں،ٹکڑا کی جمع، بھاگ،پانک،روٹی کا نوالہ،رزق،روزی۔

شرح

بُرے ہیں یا نیک یا حبیب اللہ (ﷺ) ہیں تو آپ کے اور آپ کے درِاقدس سے ہم پلتے رہے اب آپ کے سوا کہاں جائیں۔اس شعر میں دو عقیدے بیان فرمائے۔

(۱) جس کو جو کچھ ملتا ہے درِاقدس سے ملتا ہے اس پر قرآن و احادیث کے بکثرت دلائل موجود ہیں۔

(۲) استغاثہ اس کے متعلق شرح ہذا میں متعدد مقامات پر دلائل بیان ہوئے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ .

(پارہ ۱۰،سورۃ التوبۃ،آیت ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

(۲) وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

اور انہیں کیا بُرا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

احادیث مبارکہ

اس موضوع پر بکثرت روایات فقیر بیان کر چکا ہے۔ بالاستیعاب فقیر کی تصنیف ''اختیار الکل مختار الکل'' میں ملاحظہ ہو۔ یہاں صرف ایک حدیث شریف مع شرح عرض کر دوں۔

عن معاویۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما انا قاسم و اللہ یعطی متفق علیہ. (بخاری و مسلم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اسی حدیث کی ترجمانی کرتے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم   رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

فائدہ

حضور ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے ثابت ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ جس کسی کو عطا فرمات ہے حضور اکرم ﷺ اُسے تقسیم فرماتے ہیں یعنی کائنات میں جس کسی کو عطا فرماتا ہے خواہ دینی نعمت ہو یا دنیاوی یا اخروی حسی نعت ہو یا روحانی اولین و آخرین سب کو حضور نبی کریم ﷺ کے دست کرامت سے ملتی ہے آپ قاسم نعماءِ الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے کنجی بردار ہیں۔ علماء کو علم، فقہاء کو فقہ، اولیاء کو ولایت، شہداء کو شہادت، صابرین کو صبر، شجاعوں کو شجاعت، شاکرین کو شکر، امیروں کو امیری، اولت مندوں کو دولت، حسینوں کو حسن، دنیاداروں کو دنیا، دین داروں کو دین، بادشاہوں کو بادشاہی، حاکموں کو حکومت، سرمایہ داروں کو سرمایہ، جاگیرداروں کو جاگیر حتیٰ کہ انبیاء کو نبوت اور رسولوں کو رسالت عطا اللہ تعالیٰ نے کی ہے لیکن ملی مصطفیٰ ﷺ کی وساطت اور وسیلہ سے ہے کہ آپ تقسیم فرمانے والے ہیں اور جو ملتا ہے وہ تقسیم کرنے والے کے ہاتھ سے ہی ملتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

نکتہ

حدیث پاک میں '' یعطی '' کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیا دیتا ہے اسی طرح ''قاسم'' کے متعلق بھی

ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کیا تقسیم فرماتے ہیں اور فن بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جہاں فعل وشبہ فعل کا متعلق مفعول مذکور نہ ہو وہاں مراد عام ہوتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا فرماتا ہے اور نبی پاک ﷺ ہر چیز تقسیم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا عام سے کسی کو انکار نہیں اور بمطابق فرمانِ نبوی کریم ﷺ کی تقسیم عام کا بھی اقرار کرنا پڑے انکار کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ

قولِ حق قرآن ہے قولِ پیمبر ہے حدیث   اہل حدیث کے واسطے تقریر ہے دونوں کی ایک

اس نے بخشا دل تو اس نے دعوتِ اسلام دی   یہ نبی اور وہ خدا تدبیر ہے دونوں کی ایک

بخاری شریف صفحہ ۱۷۹ پر ارشادِ نبوی ہے

انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض

یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کیں۔

اور اسی بخاری صفحہ ۴۳۹ پر یہ بھی ارشاد موجود ہے

مااعطیکم ولا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت

یعنی جو کچھ میں تم کو دیتا ہوں اور کچھ میں تم سے روکتا ہوں وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہوں۔

اسی طرح مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''سل'' اور مطلق ارشاد فرمایا کسی چیز کی تخصیص نہ فرمائی۔ ان تصریحات کی روشنی میں محدثین کرام بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانے ونعمتیں نبی پاک ﷺ کے دست کرامت میں تفویض فرمادی ہیں اور آپ کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جس کو چاہیں جو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔ امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہی

فان من جودک الدنیا وضرتها   ومن علومک علم اللوح والقلم

بیشک آپ کے جود کا دنیا وآخرت ایک حصہ ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح وقلم ایک قطرہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

اگر خیرت دنیا وعقبیٰ آرزو داری   بدر گاهش بیاو هر چه مے خواهی تمنا کن

یعنی اگر تو دنیا وآخرت کی بھلائیاں چاہتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جا اور جو چاہے مانگ لے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

لاورب العرش جس کو جوملا ان سے ملا　　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم)

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

حل لغات

سرکار (فارسی مونث) کچہری، سردار حکومت (مذکر) حضور، جناب یہی معنی مراد ہے۔ کمینوں کمینہ کی جمع ہے بمعنی اوچھا، پاجی، نیچ ذات، کم اصل۔ اطوا، طور و بفتح الطار کی جمع ہے بمعنی رنگ ڈھنگ، چال چلن، بنیادی یہاں درمیانہ معنی ہے۔ آقا (ترکی لفظ ہے) بمعنی صاحب مالک افسر یہاں درمیانہ معنی ہے

شرح

میرے حضور کریم ﷺ ہم کمینوں کی چال چلن کو نظر انداز فرما کر میرے مالک کریم ﷺ اپنے کرم کو دیکھیں کیونکہ ہماری چال چلن تو ہمیں سوائے سزا کے اور کسی کام کا نہ چھوڑے گی لیکن آپ نظر کرم فرمائیں گے تو ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

اُن کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پر رہیں دل میں گھر کریں

حل لغات

حرم (عربی) کعبہ شریف اور مسجد نبوی شریف کی چار دیواری یہ عام عرف ہے شرعاً چند میل مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے ارد گرد مخصوص مقامات کے اندر کا احاطہ یہاں مدینہ طیبہ کا حرم مراد ہے اس کے متعلق تحقیق شرح کے عنوان میں ملاحظہ ہو۔ خار، کانٹے۔ کشیدہ، کھچے ہوئے۔

شرح

حرمِ معلّٰی کے کانٹے مبارک اس لئے کھچے ہوئے اور سر اُٹھائے کھڑے ہیں کہ عشاق کے منتظر ہیں کہ وہ آئیں تو ان کے سروں کا تاج بنیں یا ان کے دل میں جگہ بنائیں۔

احاطۂ حرم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

حرم رسول اللہ ﷺ مابین لابتی المدینۃ وجعل اثنا عشر میلا خول المدینۃ حمی

(صحیحین، بتحقیق السمہو دی رحمۃ اللہ)

حضور اکرم ﷺ نے تمام مدینہ پاک کو حرم کر دیا اور اس کے آس پاس بارہ میل تک سبزہ درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔

جالوں پہ جال پڑ گئے اللہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

حل لغات

جال (اردو) دام پھنسنا۔

شرح

ہمارے کردار کا حال تو یہ ہے کہ ہم قید میں بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنے ہوئے سخت عذاب میں مبتلا ہیں خدا ہماری مدد فرمائے امداد کا وقت تو یہ ہے اور آپ کے لئے یہ کام بڑا اور سخت بھی نہیں آپ تو ایک ناخن سے ہی یعنی معمولی سے اشارے سے قید و بند کی مشکلات سے ہمیں نجات دلا سکتے ہیں۔

المدد یارسول اللہ ﷺ

فقیر اس موضوع پر متعدد مقامات پر شرحِ ہذا میں بہت کچھ لکھ چکا ہے اور فقیر کی اس مسئلہ میں ایک ضخیم کتاب ''ندائے یارسول اللہ'' بھی ہے یہاں صرف قید و بند سے نجات دلانے کے واقعات عرض کروں۔

(۱) حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب لدنیہ میں محدث طبرانی نے معجم صغیر میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدارجِ النبوت میں روایت فرماتے ہیں کہ ''حضور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک رات حضور اکرم ﷺ وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لبیک کہا پھر لبیک لبیک تین بار فرمایا اور میں نے آپ کو تین بار ''نصرت نصرت نصرت'' مدد کی گئی تیری مدد کی گئی تیری مدد کی گئی فرماتے سنا۔ حضور وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے سنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی فریاد کرنے والا مجھ سے

نصرت طلب کرتا ہے۔"

تین روز کے بعد عمر بن خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ آیا جو کچھ گزرا اس کی آپ کو خبر دی۔ (رواہُ الطبرانی صفحہ ۲۰۱)

بیماری سے شفاء

ایک شخص عبدالملک بن سعید کے پاس آیا اس نے اس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ دبیلہ (پیٹ کی بیماری کا نام) ہے اور یہ لاعلاج بیماری ہے۔ بیمار نے تین بار یہ دعا مانگی

الله الله ربی لا اشرک به شیئا اللهم انی اتوجه بنبیک محمد ﷺ نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک وبی ان یرحمنی ممالی رحمة یغنینی بها عن رحمة من سواه.

(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۷۹۰)

اللہ اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا یا اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ نبی الرحمۃ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں یا محمد! میں آپ کے دروازے اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اس دعا کے بعد وہ پھر ابن جبیر کے پاس گیا اس نے اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا ہے تجھے کوئی بیماری نہیں۔

پناہ ملی تو درِ رسول ﷺ سے

ابو عبداللہ سالم معروف بہ خواجہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی کریم ﷺ ہیں مجھ سے فرمایا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں پکار کر

انا مستجیر بک یارسول الله

یارسول اللہ! میں آپ سے پناہ مانگنے والا ہوں۔

یہی سالم معروف فرماتے ہیں کہ ان ہی ایام میں ایک نابینا نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا میں نے اس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہو تو یوں پکار کر "**انا مستجیر بک یارسول اللّٰه**"

روانہ ہوکر رابغ میں پہنچا۔ وہاں پانی کی قلت تھی اس کا خدمت گار پانی کی تلاش میں نکلا۔ راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ اسی اثناء میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا میں نے کہا "انا مستجیر بک یارسول اللہ" حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی تو اپنی مشک بھر لے میں نے مشک میں پانی کے گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔ (حجۃ اللہ العالمین صفحہ ۷۸۶)

غرقابہ سے بچالیا

ابوالحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحرِ عیذاب میں کشتی میں جدہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں طغیانی آ گئی ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا جب ہم ڈوبنے لگے تو نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے یا محمداہ، یا محمداہ ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا حاجیوں گھبراؤ مت تم بچ جاؤ گے کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر سمندر میں گھس گئے انہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے چنانچہ ہم صحیح سالم رہے اور اس کے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا اور صحیح سالم خشکی پر پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۷۸۷)

منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں

حل لغات

منزل (عربی مونث) پڑاؤ، مکان ایک درجہ یہاں پہلا ہی مراد ہے اس سے دنیاوی زندگی یا قبر یا یوم الحشر مراد ہو سکتے ہیں یا ہر تینوں۔ کڑی (بفتح الکاف) سخت مضبوط سختی اُٹھانے والی کٹھن، غصے سے بھری ہوئی۔ تبسم (عربی) مسکراہٹ۔ تاروں کی چھاؤں (مؤنث) ستاروں کی چاندنی، پچھلی رات، بہت سویرا، تڑکا، بہت سویرا، یہ تاروں کی چھاؤں سے عطف بیان یا بدلی نکلی ہے۔

شرح

ہماری منزل تو پر کٹھن ہے اسے طے کرنا ہمارے بس سے باہر ہے ہاں اے میرے کریم ﷺ آپ کے شانِ تبسم سے ہمارے لئے جنت کی سیر کا سامان ہو جائیگا پھر وہ منزل ہم ایسے طے کریں گے جیسے مسافر صبح سویرے ٹھنڈے ٹھنڈے منزل طے کرتا ہے۔

دنیا کی منازل

یہ منزل بھی حضور اکرم ﷺ کی نگاہ کرم سے آسانی سے طے ہو سکتی ہے۔

قبر کی منزلیں

قبر میں ہر میت کو زیارت نصیب ہوگی جن لوگوں پر نبی پاک ﷺ کی نگاہ کرم ہوگی وہ کامیاب ہو جائیں گے اور جو اس لطف سے محروم ہوں گے وہ ''لا ادری '' کہتے کہتے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''زیارتِ رسول ہر قبر میں''

میدانِ حشر میں منزلیں

شفاعت کی روایات فقیر تفصیل سے لکھ چکا ہے کہ جونہی حضور سرورِ عالم ﷺ بارگاہ حق میں شفاعت کے لئے سجدہ ریز ہونگے اللہ کی طرف سے فرمان ہوگا کہ

قل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۹)

کہو تمہاری سنی جائے گی اور مانگو تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔

جب اس کی بارگاہ بیکس پناہ میں فریاد کی جائے گی تو اس شفیع کے قربان اس وقت وہ فرمائے گا ''انا لھا انا لھا'' میں ہوں شفاعت کے لئے میں ہوں شفاعت کے لئے

کہیں گے اور نبی نفسی اذ هبوا الیٰ غیری   میرے کریم کے لب انا لھا ہوگا

چنانچہ فرمایا حضور ﷺ نے

اشفع لامتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد ؟فاقول ای رب رضیت. (طبرانی معجم اوسط، مسند بزار)

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد (ﷺ) تو راضی ہوا؟ میں عرض کرونگا اے میرے رب میں راضی ہوا۔

اللہ اللہ قسم ہے ان کے کرم کی کہ وہ ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک ہم سیاہ کاروں، گنہگاروں اور نالائقوں کا بیڑا پار

نہیں ہو جائیگا لیکن منکرین شفاعت کو سوائے محرومی کے کچھ نصیب نہیں ہوگا کیونکہ فرمانِ اقدس ہے

شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها

قیامت کے دن میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ اس کا اہل نہیں۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے　　　مگر آج ان سے التجا نہ کرے

آنکھ دکھنے پر فریاد

علامہ نبہانی شواہد میں عبدالرحمٰن جزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہو جاتا کرتی تھی۔ایک سال مدینہ منورہ میں میری آنکھ دکھنے لگی۔میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کی یارسول اللہ! میں حضور کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے پس مجھے آرام آ گیا اور حضور کی برکت سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

علامہ یوسف نبہانی کی فریاد

علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادت الدارین میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں ایسے ناخداترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افترا باندھا کہ سلطان عبدالحمید خان نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔یہ سن کر مجھے بیقرار ہوئی جمعرات کا دن تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد قد ضاقت حیلتی ادرکنی یارسول اللہ

مجھے نیند آ گئی آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا۔جمعہ کی شام ہی کو سلطان ہی کی طرف سے تار آیا کہ مجھے بحال رکھا جائے اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے۔

امت کا فریاد رس ﷺ

فقیہہ ابو محمد اشبیلی نے اپنی کتاب فضیلت حج میں لکھا ہے کہ اہل غرناطہ میں سے ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ اس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے اور شفاء سے مایوس ہو گئے۔وزیر ابوعبداللہ محمد بن ابی الخصال نے ایک نامہ بحضور نبی کریم ﷺ روضۂ شریف پر پڑھا تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا نامہ لے جانے والے نے واپس آ کر اسے دیکھا تو ایسا تندرست پایا کہ گویا وہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔(وفاء الوفاء جلد ۴ صفحہ ۱۳۸۰)

نبی اکرم ﷺ امتی سے دور نہیں

ابو محمد عبداللہ بن ازوی کحال جو اندلس میں ایک نیک شخص تھا بیان کرتا ہے کہ اندلس میں ایک شخص کا بیٹا قید ہو گیا وہ اپنے بیٹے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے کے لئے اپنے شہر سے نکلا راستے میں کوئی اس کا واقف ملا اس نے کہا کہاں جاتے ہو؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے جاتا ہوں کیونکہ رومیوں نے میرے بیٹے کو گرفتار کرلیا ہے اور تین سو دینار زر فدیہ قرار دیا ہے مجھ میں استطاعت نہیں۔ اس واقف نے کہا نبی کریم ﷺ سے استغاثہ ہر جگہ مفید ہے مگر وہ نہ مانا جب مدینہ پہنچا تو روضۂ شریف پر حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا اور حضور اکرم ﷺ سے توسل کیا اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم اپنے وطن میں لوٹ جاؤ جب وہ اپنے شہر میں واپس آیا تو اپنے بیٹے کو موجود پایا۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ فلاں رات مجھ کو اور بہت سے قیدیوں کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دی۔ ناگاہ وہ رات وہی تھی کہ اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (شواہد الحق)

دشمن کا طعنہ نہیں سنتے

ابراہیم بن مرزوق بیانی کا بیان ہے کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا اور بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھوک دیا گیا "ویستغیث ویقول یارسول اللہ" پکار پکار کر فریاد کرتا تھا اس کے بڑے دشمن کافر نے طنزاً کہا "قل ینقذک" اس سے کہو کہ تمہیں چھڑا دے جب رات ہوئی تو ایک شخص نے اسے ہلایا اور کہا کہ اذان دو۔ وہ بولا کہ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس حال میں ہوں۔ پھر اس نے اذان کہی جب وہ "اشھدان محمداً رسول اللہ" پڑھا تو اس کی بیڑیاں خود بخود کھل گئیں جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا اور اس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہو گیا۔ (شواہد الحق و حجۃ العالمین صفحہ ۸۰۹)

مشکل میں آنا یارسول اللہ

ایک دوسرے مسلمان قیدی نے کہا کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا ہزار آدمیوں نے زور لگایا مگر جہاز نہ نکل سکا بالآخر مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو "فقلنا باجمعنا یارسول اللہ" مسلمان قیدیوں نے مل کر "یارسول اللہ" کا نعرہ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آ گیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس تھے۔ (حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۰)

قید سے چھڑاؤ یارسول اللہ

حضرت ابو یونس علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا کہ دو سو علماء کو امیر بلدۃ نے گرفتار کرلیا ہے۔ ابو یونس نے ان کی رہائی کے

لئے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بدیں الفاظ فریاد کی

یا احمد یا محمد یا ابا القاسم یاخاتم النبین یا سید المرسلین یا من جعلہ اللہ رحمۃ العالمین

تو خواب میں رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی کہ "غدا یطلقون ان شاء اللہ" کل بفضلہٖ تعالیٰ رہا جائیں گے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی سب رہا کردیئے گئے۔ (حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۰)

مدینہ کو منہ کرکے

حضرت ابو اسحاق نے کہا کہ ایک دفعہ میرا اونٹ گم ہوگیا تلاش بسیار کے باوجود نہ ملا میں نے مدینہ طیبہ (صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا) کی طرف منہ کرکے بدیں الفاظ فریاد کی

یاسیدی یا رسول اللہ انا مستغیث بک

فوراً اونٹ مل گیا۔ (حجۃ اللہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۵)

قرض اتر جائے

نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے اسے وظیفہ بتایا کہ جب تو گھر جائے تو سلام کہہ کر پھر میری بارگاہ میں بھی سلام پیش کر پھر سورۂ اخلاص پڑھ اس نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں میں تنگدستی کے بجائے فراخ دست ہوگیا۔ (جلاء الافہام صفحہ ۲۵۵، نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۴۶۴)

فائدہ

دیکھئے اللہ والوں کو دکھ درد یہاں تک کہ قرض اتارنے کی پریشانی دور کرنے کے لئے بھی درخواست اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیش کردی اور اس کریم نے منگتے کی جھولی بھردی۔

آپ کی مہربانی چاہیے

حضرت محمد سالم علیہ الرحمۃ نے کہا میں مدینہ طیبہ (صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا) کی طرف پیدل گیا راستہ میں جب کمزوری لاحق ہوتی تو عرض کرتا

انا فی ضیافتیک یارسول اللہ

اے اللہ کے رسول میں آپ کا مہمان ہوں

فوراً کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۴۱۵)

کنویں سے نکالا

حضرت احمد بن احمد علیہ الرحمۃ ایک دفعہ کنویں میں گر گئے انہوں نے "یا حبیبی یا محمد" کہا فوراً باہر آ گئے۔ (حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۵)

جہاز کنارے لگا

صالح بن شوشانے کہا ہم کشتی پر سوار تھے کہ دشمن کے جہاز نے ہمارا تعاقب کیا قریب تھا کہ جہاز کشتی کو ڈبو دیتا میں نے عرض کیا

یا محمد نحن فی ضیافتک الیوم

یارسول اللہ! آج ہم آپ کی مہمانی میں ہیں۔

یکدم جہاز کا بادبان ٹوٹ گیا اور ہم بخیریت تیونس پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۱۶)

کلکِ رضؔا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

حل لغات

کلک (فارسی مونث) جس کی قلم بناتے ہیں اور قلم لیکن یہاں قلم مراد ہے، خنجر (فارسی مذکر) ایک ہتھیار کا نام، چُھرا۔ خونخوار، ظالم جلاد۔ برق بار، برق بجلی اور بار از باریدن۔ فاعل ترکیبی ہے بمعنی بجلی برسانے والا۔

شرح

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس شعر میں تحدیث نعمت کے طور پر اپنے زورِ علمی کا کچھ اظہار فرمایا اور صحیح فرمایا اور مصرعہ ثانی میں اعدائے اسلام کو للکارا ہے کہ تم بیشک میرا مقابلہ کرلو لیکن نتیجہ یہی نکلے گا کہ الٹا تم ذلیل وخوار ہونے اور وہی ہوا جو امامِ اہل سنت نے فرمایا۔

تاریخی پس منظر

امام احمد رضا محدث دہلوی قدس سرہ اس دور میں عالمِ دنیا میں تشریف لائے جب عالمگیری سلطنت کا آفتاب گہنا چکا ہے برطانوی سامراج برصغیر پاک وہند پر اپنے استبدادی پنجے گاڑ چکا ہے مسلمان غلامی کی شبِ دیجور کو اپنا مقدر سمجھ کر انگریز کی اطاعت کو مشیت ایزدی سے تعبیر کر رہے ہیں، احساسِ زیاں دلوں سے رخصت ہو چکا ہے، انگریز اپنی

استبدادیت کو مضبوط تر کرنے کے لئے مسلمانوں پر بار بار ضرب کاری لگا رہا ہے۔ اسے امام فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت اللہ کاکوری، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد اللہ مدراسی جیسے آزادی پسند علماء کے تصور کے دہشت آتی ہے۔ وہ وقت کے ابوالفضل اور فیضی ڈھونڈ رہا ہے ملت اسلامیہ برصغیر کے اجتماعی ضمیر پر ضربِ کاری لگانے کے لئے وہ قادیانیت کی صورت میں ایک پودا لگاتا ہے کہ ایک روز یہ نخل ثمر آور بنے گا رافضیت اور خارجیت مسلمہ عقائد کا وجود خطرات میں ڈالے ہوئے ہیں۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ لاہوتی کو ختم کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اُٹھتی ہے، محمد بن عبدالوہاب کی تائید ہوتی ہے اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے زعم میں محبت رسول کو فراموش کر بیٹھتے ہیں جو کہ ایمان کی اساس ہے۔ مسلم زعماء دھڑا دھڑ ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے، انگریزی سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لئے فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا رہا ہے، وطن پرستی کے نام پر ہندو مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر دوقومی نظریہ اسلام کی دھجیاں بکھیرنے پر تُلا ہوا ہے، مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں تو برصغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر ومحراب کی زینت بنانے لگتے ہیں، مصلحت کے اسیران مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور پٹیل میں بھی عظمت اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، مسلم تہذیبی اداروں کو ہندو سیاست کا مرکز بنایا جا رہا ہے، اصلاحِ عقائد کے نام پر حضور اکرم ﷺ کی شخصیت آپ کے کردار اور لامتناہی علم کو چیلنج کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ امکانِ کذبِ باری کے سلسلہ میں خدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی یہ دور کٹھن بھی ہے اور پُرفتن بھی تحریک ترکِ موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمان کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں، مسائل بے شمار ہیں مگر اتنے مصلحین ایک ہی وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اہلِ ایمان روشنی کی کرن کے لئے تڑپ رہے ہیں ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ء کو حضرت مولانا نقی علی خاں کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کی غازی بلکہ کردار کی دھنی ہے جس کی زبان محبت رسول کی تاثیر سے فیض ترجمانی بن چکی ہے، اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی، اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے، اس کے ارادوں میں سنگِ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہم انسانی کی وسعتوں سے ماورٰی ہے، اسے احساس ہے کہ اسے جو بھی جنگ لڑنا ہے اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے وہ مدافعت کا ہی نہیں

بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا خان محدث بریلوی نے جب اسلامیانِ برصغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے اعلیٰ حضرت کے نزدیک عشقِ رسول وہ مرکز محور ہے جس کے گرد روحِ اراضی طواف کرتی ہے۔ امت مصطفیٰ ﷺ کے دلوں کو عقیدتِ رسول کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اپنی فکری، نظری، علمی، روحانی، قلمی اور ادبی و شعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت بجاطور پر سمجھتے تھے کہ جب تک امت اسلام عشقِ رسول کو اپنا خضرِ راہ نہیں بنائے گی اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گا۔ عشق مصطفویٰ کی شمعیں ضوفگن کرتے ہوئے جب آپ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے اس پر اعلیٰ حضرت کا دل تڑپ اُٹھا آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کرائی تو بجائے اس کے کہ یہ حضرات بارگاہِ مصطفویٰ میں معذرت طلب ہوتے انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔ اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آیا اور آپ مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اترے، ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث، سر پر نصرت الٰہی کا سایہ، عظمت الٰہی اور تعظیم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ نے قدم بڑھایا اور دشمن بن کر للکارا

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار　　　اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے نہایت جرات و بہادری سے ناموسِ رسالت کے دشمنوں پر واضح کر دیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائیگی۔ بارگاہِ مصطفیٰ میں گستاخیاں کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائیگا آپ نے حق پرستوں کو آواز دی

دشمن احمد پہ شدت کیجئے　　　ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

آپ نے اعلان فرمادیا کہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطاء کی گئی ہے۔

(۱) تحفظ ناموسِ رسالت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی حمایت کرنا۔

(۲) ان کے علاوہ دیگر بدعقیدیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ مفسد ہیں۔

(۳) حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔ (الاجازۃ الرضویہ لمجبل المکۃ البہیۃ، ۳۷، ۳۸ قلمی)

اپنی عظیم تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموسِ رسالت کا تحفظ اور خدمت فقہ دی گئی جس کو یہ حسب

استطاعت انجام دے رہا ہے آپ نے ان گستاخانِ بارگاہِ رسالت وہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ کے عقائد باطلہ کے رد میں دوسو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۶۹)

اخلاق مسائل میں عقائد حقہ اہل سنت کو ثابت کرنے کے لئے اور عقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآنِ کریم، احادیث نبویہ اور فقراءو علماءو صلحاء سے دلائل کے انبار لگا دیئے بعض بعض مسائل پر دوسو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دشمن دین کے فراز کے تمام راستے بند کردیئے۔ امام اہل سنت نے ان بے ادب وہابیوں کی بے ادبی کے قلعوں اور مرکزوں پر قرآن وحدیث اور اقوالِ فقہائے کرام سے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وہ تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ان کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے پھر ان کے تمام اقوالِ باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اُڑادیں۔ فرقہائے باطلہ بالعموم اور وہابی و دیوبندی سب ہی امام اہل سنت فاضل بریلوی نے ایسا رائیگاں کردیا تھا کہ بچہ بچہ پہچان گیا تھا کہ یہ تمام باطل پرست اور گمراہ عقیدے سے رکھنے والے اور تمام وہابی اور دیوبندی توحید رسالت کی توہین کرنے والے ہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ معظم حضور سرورِ کائنات ﷺ کی جناب میں بدترین بے ادبی گستاخی کرنے والے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی نے ان گستاخوں پر تعظیم محبوبِ رب العالمین کی وہ گولہ باری کی کہ ان کے مسخ شدہ چہروں پر بے ادبی کی چھاپ لگ گئی اور لفظ وہابی اور دیوبندی ایک بدترین مذہبی بُرائی سمجھی جانے لگی یہ لوگ خودکو وہابی دیوبندی بتلاتے ہوئے شرماتے ہیں یہی حال شیعوں، قادیانیوں، دہریوں، چکڑالویوں اور ندیوں کا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کو ایک عرصہ گذر چکا ہے مگر اس وقت تک امام احمد رضا کی قلعہ شکن اور جگر شگاف تیر اندازی اور گولہ باری کا وہ خوف اور وہ دہشت ہے کہ وہابی اور دیوبندی چھپا چھپا رہتا ہے سامنے آنے کی ہمت نہیں غرض امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے تحفظ ناموسِ رسالت کا فریضہ نہایت حسن وخوبی کے ساتھ اعلیٰ درجہ پر ادا فرمایا اور اس پر قرآنِ کریم کی آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، اقوال علماء وفقہاء سے وہ ذخیرہ جمع فرمادیا جو کئی صدیوں تک تحفظ ناموس رسالت کے لئے ڈھال اور سپر کا کام دیتا رہے اور باطل پرستوں اور گستاخ وبے ادب لوگوں کی زبانوں کو گونگا بناتا رہے گا امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ بڑے اعتماد اور نہایت فاتحانہ انداز میں فرماتے ہیں

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے ۔۔۔ کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

یہ گمراہ اور باطل فرقے جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دلائل و براہین کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے دجل وفریب اور مکرو کید کا راستہ اختیار کیا بجائے جواب دینے لکھنے کے یا اپنا باطل دعویٰ ثابت کرنے کے (اور یہ دونوں کام یہ لوگ تا قیامت نہ کرسکیں گے) ان باطل پرستوں نے اعلیٰ حضرت کی ذات کونشانہ بنایا ان کی جلالت علم کوتو وہ کچھ نہ کہہ سکےاس کوتو چارونا چار ماننا ہی پڑا جیسا کہ ابوالحسن ندوی کے والد سید عبدالحئی صاحب اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں دس برائیاں ڈالنے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی علمی وجاہت کا اعتراف کیا۔

آپ کی ذات پر ان وہابیوں اور دیوبندیوں نے کیا کچھ کیچڑ اچھالی وہ اگر دیکھنا ہوتو مولوی احمد حسین دیوبندی کی تصنیف ''الشہاف الثاقب'' کا مطالعہ کرو۔کوئی گالی ایسی نہیں جومولوی حسین احمد نے فاضل بریلوی کو نہ دی ہو لیکن اس عشقِ رسول کے متوالے اور ناموسِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر اپنا جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے والے نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اطمینان کا اظہار کیا کہ جتنی دیر یہ مجھے گالیاں دیں گے پیارے مصطفیٰ ﷺ تو ان کی بیہودہ گوئی سے محفوظ رہیں گے میری جان اور میرا مال ان پر قربان۔فاضل بریلوی نے ردِ عقائد باطلہ ناموسِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لئے جوتصنیفات کیں ان کی تفصیل ''الجمل المعدد لتالیفات المجدد ''میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نعت شریف

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

حل لغات

لالہ زار، لالہ کا کھیت، باغ۔لالہ، ایک قسم سرخ رنگ پھول یہاں مطلق باغ مراد ہے۔ بہار، بسنت پھول کھلنے کا موسم، خوشی، شباب، تماشہ۔

شرح

شانِ درود

مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلا نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کونہایت موثر انداز میں بیان کیا تھا کہ جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ دوسری مرتبہ زیارتِ نبوی ﷺ کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ۔شوقِ دیدار میں روضۂ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور

یقین کیا کہ ضرور سرکار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے اور بالواجہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہی اوپر والا شعر ہے۔ اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضؔا   تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اُٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارتِ حضور اکرم ﷺ سے مشرف ہوئے۔ (ماہنامہ سالک راولپنڈی، جولائی اگست ۱۹۶۳ء)

رؤیة النبی فی الیقظه

بیداری میں زیارتِ رسول ﷺ کا انکار دورِ سابق میں ایک فرقہ نے کیا۔ دورِ حاضرہ میں بعض فرقے اسی گمراہ فرقہ کے تتبع میں نیا رنگ جما کر انکار کرتے ہیں تو ان کے انکار سے حقیقت نہیں چھپ سکتی ہے نہ مٹ سکتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک'' انہی کے رد میں رسالہ لکھا بلکہ بقول امام شعرانی خود امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ۷۵ بار بیدار میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ فقیر نے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض سے ایک ضخیم تصنیف ''تحفة الصلحاء'' سپردِ قلم کی کئی بار شائع ہوئی ہے۔

رؤیة الیقظه کی دلیل از حدیث

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بیداری میں دیکھے گا۔

شرح الحدیث

اس وقت حدیث کے معنی یوں ہوں گے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور وہ حضور اکرم ﷺ کو بیداری میں دیکھنے کا مشتاق ہو گیا اور اس کا یہ شوق حد سے متجاوز ہو گیا تو وہ حضور اکرم ﷺ کو بیداری میں ضرور دیکھ لیگا جیسا کہ اکثر اولیاءِ کرام کے لئے واقعہ ہوا۔ ان سے شیخ ابوالعباس مرسی ہیں انہوں نے فرمایا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی حضور اکرم ﷺ سے اوجھل ہو جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں اور اسی طرح سیدی ابراہیم متبول رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بیداری میں دیکھتے تھے اور اسی طرح شیخ تمی اور ہمارے شیخ برادری رضی اللہ

تعالیٰ عنہما یہ سب حضور اکرم ﷺ کا جمال مبارک جاگتے ہوئے کھلم کھلا دیکھا کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی زیارت بیداری میں کرنا اور آپ کا اپنے غلاموں کو اپنے لطف و کرم سے مستفید فرمانے کی بے شمار تصریحات موجود ہیں۔ صاحب روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد بہت سے بزرگوں کو خواب میں زیارت ہوئی اور بیداری میں بھی۔

فقد وقعت رؤية ﷺ بعد وفاته بغير واحد من الكاملين من هذه الامة ولا اخذ منه يقظة كما قال الشيخ سراج الدين بن المقلن فى طبقات الانبياء.

صاحب روح المعانی کی عبارات یا واقعات اسی رسالہ تنویر الحلک سے ماخوذ ہیں چنانچہ اس کے بعد سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ درج فرما کر شیخ خلیفہ بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو بیداری اور خواب میں بہت بار دیکھا کرتے تھے۔

اس کے بعد تنویر الحلک کا واقعہ حضرت تاج الدین کی کتاب لطائف المنن کی عبارت نقل فرمائی جو شیخ ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے۔

صاحب روحِ المعانی نے ایک عجیب تقریر فرمائی مجھے بہت پسند آئی جو بہت سے اعتراضات کے جوابات ہیں۔

إما روحه عليه الصلاة و السلام التى هى أكمل الأرواح تجردا وتقدسا بأن تكون قد تطورت وظهرت بصورة مرئية بتلك الرؤية مع بقاء تعلقها بجسده الشريف الحى فى القبر السامى المنيف على حد ما قاله بعضهم من أن جبريل عليه السلام مع ظهوره بين يدى النبى عليه الصلاة و السلام فى صورة دحية الكلبى أو غيره لم يفارق سدرة المنتهى وإما جسد مثالى تعلقت به روحه صلى الله تعالى عليه وسلم المجردة القدسية ولا مانع من أن يتعدد الجسد المثالى إلى ما لا يحصى من الأجساد مع تعلق روحه القدسية عليه من الله تعالى ألف ألف

اور جو چیز دیکھنے میں آئی ہے یا وہ روح مبارک ہے نبی پاک ﷺ کی جو تجرد اور تقدس کے لحاظ سے تمام روحوں میں سب سے زیادہ ہے بایں طور پر کہ وہ روح مبارک صورت میں اس روایت کے ساتھ نظر آنے لگتی ہے اور اس روح اقدس کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بھی باقی ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے۔ یہ قول بعض محققین کے اس قول کے بالکل مطابق ہے کہ جبریل علیہ السلام جب حضور اکرم ﷺ سامنے دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ دیکھئے جبریل علیہ

السلام زمین پر بھی ہیں اور اسی وقت سدرۃ المنتہیٰ پر بھی موجود ہیں اور یہ مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ روح مجردہ قدسیہ متعلق ہے اور اس سے کوئی شے مانع نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مثالی جسم لاتعداد اور لاتحصی ہو جائیں اور روحیہ قدسیہ کا تعلق ہر جسم سے مساوی طور پر ہے اور یہ تعلق بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک روح ایک بدن کے الگ الگ اجزاء واعضاء سے رکھتی ہے اور مثالی جسموں میں وہ روح اپنے ادراکات واحساسات میں ان آفات کا قطعاً محتاج نہیں ہوتی جس کی ضرورت اسے کسی مشاہدہ کرنے والے شخص میں اس کے بدن کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس بیان پر اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جس کو شیخ صفی الدین ابی منصور اور شیخ عبدالغفار نے حضرت شیخ ابوالعباس طنجی سے نقل کیا اور وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوالعباس طنجی نے آسمانوں اور زمینوں اور عرش اور کرسی کو رسول اللہ ﷺ سے بھرا ہوا دیکھا نیز بعض بزرگوں نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے جب ان سے اس روایت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھ دیا

كالشمس فی بعد السماء وضوء ھا ما یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

یعنی نبی کریم ﷺ اس سورج کی طرح ہیں جو آسمان کے وسط ہو اور اس کی روشنی مشرقوں اور مغربوں کے تمام شہروں کو ڈھانک لے۔

فائدہ

حضور اکرم ﷺ کی اس روحانی طاقت کا نام حاضر و ناظر ہے لیکن جن کی عقل پر پتھر پڑ گئے وہ اسے نہ صرف ممتنع مانتے ہیں بلکہ ایسے عقیدہ والوں کو مشرک گردانتے ہیں حالانکہ اکثر طور پر دیکھا گیا ہے کہ شرک شرک کی رٹ لگانے والے مشرک کی تعریف سے کماحقہ واقف نہیں ہوتے دوسروں کی آنکھوں میں تنکے بتانے والے اپنی آنکھ کے شہتیر کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

شرح

اے حبیب پاک ﷺ جو بھی آپ کے درِاقدس سے منہ موڑ جاتے ہیں وہ دنیا و آخرت (دونوں جہانوں میں) ذلیل وخوار دردر کے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝

(پارہ ۲۸،سورۃ المنافقون،آیت ۵)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

فائدہ

منافقوں نے دنیا میں رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑا تو دنیا میں ذلیل ہوئے اور آخرت میں تو اس سے بڑھ کر ذلیل وخوار ہوں گے جیسا کہ قرآنی آیات میں صریح ہے۔

ابو عامر راھب کی موت

مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہی ابو عامر آپ کو ملنے آیا۔ آپ سے پوچھا آپ کون سا دین لائے؟ آپ نے فرمایا دین حنیف یعنی دینِ ابراہیم علیہ السلام لایا ہوں۔ ابو عامر راہب نے کہا میں بھی اس پر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو دین حنیف پر نہیں اس نے کہا میں تو یقیناً دین ابراہیم پر ہوں لیکن آپ نے اس میں اپنی طرف سے غلط باتیں داخل کر لی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے تو اس میں کسی قسم کی غلط بات نہیں بڑھائی بلکہ دین حق لایا ہوں۔ ابو عامر نے کہا ہم میں جو جھوٹا ہو وہ مسافرت اور تنہائی میں لاوارث ہو کر مرے۔ آپ نے فرمایا آمین۔

بعدہٗ آپ نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھا چنانچہ وہ قنسرین علاقہ شام میں کافر ہو کر مرا۔

فائدہ

قنسرین بکسر القاف وتشدید النون المفتوحہ اوالکسورہ ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے۔

اعجوبہ

ابو عامر کی اس بہت بڑی خباثت کے باوجود اس کا لڑکا حضرت ابو حنظلہ صالح نیک بخت صحابی تھا جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور انہیں ملائکہ کرام نے غسل دیا اس لئے وہ لقب ''غسیل ملائکہ'' سے مشہور ہوئے۔

ابو عامر راھب کا تعارف

ابو عامر خزرج قبیلہ کے اشراف لوگوں سے تھا جاہلیت کے دور میں اس نے نصرانیت اختیار کر کے ان کا راہب

بن گیا اور موٹے کپڑے پہن کر زاہدانہ زندگی بسر کرتا۔ تورات اور انجیل کا بہت بڑا ماہر تھا۔ کاشفی نے لکھا کہ اس کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ اہل مدینہ کو حضور اکرم ﷺ کے مناقب و کمالات و فضائل سناتا رہتا تھا لیکن اس کی بدقسمتی کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ آپ کے کمال کے شیفتہ اور عاشق ہو گئے اس سے ابو عامر راہب کی شیخی میں کمی واقع ہو گئی یہاں تک کہ اکثر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور وہ مکھیاں مارتا رہتا تھا۔

باوجود لب جاں بخشی تو اے آبحیات　　　　حیفم آید سخن از چشمۂ حیواں گفتن

اس طرح ابو عامر راہب پر حسد کا حملہ ہوا تو آقائے کونین ماوائے ثقلین ﷺ کی عداوت میں گھر گیا اور کہتا تھا کہ میرا ساتھی کوئی نہیں ورنہ (معاذ اللہ) میں آپ کو مٹا کر چھوڑتا اس کے بعد اس نے حضور اکرم ﷺ کے خلاف محاذ آرائی رکھی یہاں تک کہ ''ہوازن'' کی جنگ میں حضور اکرم ﷺ سے شکست کھا کر ملکِ شام کو بھاگ گیا۔ کاشفی نے لکھا کہ ملکِ شام میں پہنچ کر اس نے ہرقل روم کے بادشاہ سے ساز باز کی اور اسے اُبھارا کہ ایسا لشکر تیار کیا جائے جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ ادھر قباء کے منافقین مثلاً ثعلبہ بن حاطب کو خط لکھا کہ قبا میں پہلی مسجد کے مقابلہ میں ایک اور مسجد تیار کیجئے جس میں وہاں حاضر ہو کر عوام کو افاضہ و افادۂ علوم سے بہرہ ور کروں اس کے لکھنے پر منافقین نے مسجد ضرار کی تیاری کی اور حضور اکرم ﷺ سے ازراہِ منافقت عرض کی کہ آپ ہماری مسجد میں قدم رنجہ فرمائیں آپ چونکہ اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ واپسی پر تمہاری مسجد میں آئیں گے۔ آپ سے مسجد کی تیاری کا عذر پیش کیا چونکہ مسجد قبا ہم سے کچھ فاصلہ پر ہے اور ہمارے ضعیف اور کمزور نمازی وہاں نہیں پہنچ سکتے اس لئے بوجہ مجبوری ہم نے مسجد تیار کی ہے حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ان کی مسجد میں تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو وہی پرانی عرضداشت پیش کی کہ حضور! آپ ہماری مسجد میں تشریف لے چلیں اس سے ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے عوام ہمارے ساتھ ہونگے انہیں بہکانے کا ہمیں موقع مل جائے گا لیکن اللہ نے اس مسجد (ضرار) کو مٹانے کا حکم نازل فرمایا تو ابو عامر کا تمام منصوبہ خاک میں مل گیا۔ مزید تفصیل فقیر کی تفسیر ''فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان'' میں دیکھئے۔

آہ کل عیش تو کئے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

شرح

اس شعر میں قیامت کا نقشہ جما کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کل دنیا میں شفاعت کے لئے کمر بستہ ہوکر بے قرار ہیں یہ ان کی شان کریمی ہے کہ اپنی گنہگار امت کے لئے بیقرار ہیں۔

یہ شعر شفاعت کے منظر پر مبنی ہے فقیر شفاعت کے مضامین شرح ہذا میں متعدد مقامات پر لکھ چکا ہے یہاں منکرین شفاعت کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

منکرین شفاعت

معتزلہ و خوارج وغیرہ صراحۃً شفاعت کے منکر تھے ہمارے دور میں نجدی ، وہابی اور ان کے ہمنوا فرقے لفظاً تو اقرار کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ وہی نکالتے ہیں جو معتزلہ و خوارج کا مدعیٰ تھا چنانچہ جو اعتراضات معتزلہ انکار شفاعت پر وارد کرتے تھے آج یہ فرقے طریقہ سوال تبدیل کر کے اعتراضات وارد کرتے ہیں۔

شفاعت کا بیان

حضرت امام محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روح البیان میں لکھتے ہیں

عسیٰ ان یبعثک ربک

آپ کو آپ کا رب تعالیٰ روضۂ اطہر سے اُٹھائیگا۔

مقاما محمو داً ایسے مقام پر جو آپ کے ہاں اور تمام لوگوں کے نزدیک محمود ہوگا۔

اس سے اہل حشر کے لئے وہ مقام شفاعتِ عامہ مراد ہے جسے دیکھ کر جملہ اولین و آخرین رشک کریں گے اس لئے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے ہاں تمام مخلوق حاضری دے گی تو ہر ایک شفاعت سے انکار فرمادیں گے کہ میں تو تمہاری شفاعت کے لئے پہلے سے منتظر ہوں اور صرف میں ہی اس کا مستحق ہوں اس کے بعد آپ شفاعت فرمائیں گے جو اس کا اہل ہوگا۔

فائدہ

صاحب فتوحاتِ مکیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مقامِ محمود ایک ایسا مقام ہے جو تمام مقامات کا مرکز ہے بلکہ

تمام اسمائے الٰہیہ کا نظارہ گاہ ہے اور وہ صرف حضور سرورِ عالم ﷺ سے مخصوص ہے اور بابِ شفاعت اسی جگہ سے کھلے گا۔

اے ذات دردو کون مقصود وجود   نام تو محمد ﷺ ومقاماتِ محمود

اے محبوب، مصطفیٰ ﷺ آپ کی ذات اور دونوں جہانوں اور جملہ وجود کا مقصود ہے آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کا مقام محمود ہے۔

منکرین شفاعت کا رد

آیت میں منکرین شفاعت کا معتزلہ (اور وہابیہ نجدیہ اور فرقہ نیچری وغیرہا) کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ شفاعت کے عقیدہ سے نااہل کو ثواب کا مستحق بنانا لازم آتا ہے اور یہ ظلم ہے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ یہی اعتراض تو اللہ تعالیٰ پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور لطف وکرم سے جسے چاہے بخش دے اور اپنے عدل وانصاف سے عذاب کے مستحق کو عذاب میں مبتلا کرے اور یہ بھی عقیدہ اپنے مقام پر حق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں بلکہ وہ مالک ومختار ہے اپنے بندوں میں جس طرح چاہے کرے۔

سوال

اگر معتزلہ سے سوال وارد ہو کہ تمہاری کتب روایات میں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی

میری امت کے اہلِ کبائر کے لئے میری شفاعت برحق ہے

اس حدیث شریف سے لازم آتا ہے کہ بُرے کو بُرائی کے ارتکاب کی کھلی چھٹی ہے وہ جس طرح چاہے کرتا پھرے جبکہ اس کے دل میں عقیدہ راسخ ہوگا کہ مجھے حضور نبی پاک ﷺ چھڑا لیں گے اس سے الٹا بڑے بڑے گناہ مثلاً زنا، قتل اور شراب وغیرہ کی اشاعت ہوگی اور یہ بات روحِ اسلام کے خلاف ہے اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے بھی منافی ہے۔

جواب

اس سے برائی کی اجازت واشاعت لازم نہیں آتی بلکہ اظہارِ شان رسالت وکمالِ نبوت مقصود ہے کہ بارگاہِ حق میں ان کی اتنی رسائی ہے کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا مجرم جہنم کا مستحق ہے اور عذاب اس کے لئے لازم ہو چکا ہے لیکن محبوب خدا ﷺ ایسے بندے کی نجات کے لئے عرض کرتے ہیں تو ذوالجلال والاکرام اپنے مجرم بندے کو بخش دیتا ہے اور ارحم

الحاکمین اس شان کوظاہر فرماتا ہے کہ میرے ہاں اس شفیع المذنبین کا وہ مرتبہ ہے کہ میں اپنے قانون عدل وانصاف کوتوڑ سکتا ہوں لیکن اپنے محبوب ﷺ کی دل شکنی نہیں کرتا۔

تازیانۂ عبرت

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معتزلہ کے رد میں مذکورہ بالا جواب لکھ کرآخر میں لکھتے ہیں

ففیه مدح الرسول ﷺ نفسه بماله عندالله تعالیٰ من الدرجة الرفیعة والوسیلة

اس میں حضور اکرم ﷺ کی مدح ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مرتبہ ہے اور آپ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب کے وسیلہ جلیلہ ہیں۔

مسئلہ

جب ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا کبائر کی شفاعت فرمانا حق ہے تو صغائر کی شفاعت بطریق اولیٰ ثابت ہوئی۔

ازالۂ وہم

معتزلہ کا یہ کہنا کہ شفاعت کبائر ظلم ہے یہ ان کا وہم اور گمان ہے ورنہ ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا خیال ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس کے لئے ارتکاب کبائر کی قدرت اور طاقت پیدا فرمائی اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو نہ کوئی برائی کی اشاعت واجازت سے تعبیر کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی ظلم سے موسوم کرسکتا ہے جب ذاتِ حق پر اس قسم کا اعتراض نہیں ہوسکتا تو حضور اکرم ﷺ پر اعتراض کیوں؟ حالانکہ نبوت الوہیت کے تجلیات کا مظہر ہے۔ (یہی جواب وہابیہ دیوبندیہ کے جملہ اعتراضات کا دفعیہ بن سکتا ہے جبکہ وہ اپنے بہت سے عقائد ومسائل میں حضور اکرم ﷺ کو ہدف نشانہ بناتے ہیں) (روح البیان پارہ ۱۵ آیۃ مذکور)

مثنوی میں ہے۔ حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا

گفت پیغمبر که روز رستخیر — کے گذارم مجرمان را اشك ریز

من شفیع عاصیاں باشم بجان — تارهانم شان ز اشکنجه گران

عاصیان واهل کبائر رابجهد — وارهانم از عتاب ونقض عهد

صالحان امتم خود فارغند — از شفاعتهائے من روز گزند

بلکه ایشا ں راشفا عتها بود گفت شان چون حکم ناقذ می رود

(۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو آنسو بہاتے ہوئے کیسے چھوڑونگا۔

(۲) عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے عذاب اور عتاب سے بچالوں گا۔

(۳) بدل و جان میں ہی مجرموں کا شفیع ہوں تا کہ میں انہیں شکنجہ گراں سے نجات دلاؤں۔

(۴) میری امت کے نیک بخت فارغ ہوں گے انہیں قیامت میں میری شفاعت کبریٰ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۵) بلکہ انہیں بھی میری خاص شفاعت نصیب ہوگی اور ان پر بھی حکم الٰہی فافذ ہوگا تو وہ بھی میری شفاعت سے ضرور بہرہ ورہونگے۔

اُن کے ایماء سے دونوں باگوں پہ
خیل لیل ونہار پھرتے ہیں

حل لغات

ایماء، منشاء، اشارہ۔ باگوں، باگ کی جمع، راس، لگام۔ خیل (عربی) سوار اور گروہ آدمیوں کا اور گلہ گھوڑوں کا۔

لیل، رات۔ نہار، دن۔

شرح

حضور سرورِ عالم ﷺ کے اشاروں پر رات اور دن کی گھڑیاں چلتی پھرتی ہیں۔

آیاتِ تسخیر

قرآن مجید میں درجنوں آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اپنے بندوں کے لئے مسخر فرمائی مثلاً

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ. (پارہ ۲۵، سورۃ الجاثیۃ، آیت ۱۳)

اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں۔

اور فرمایا

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ا (پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۳۳)

اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے جو برابر چل رہے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ اور تسخیر کا لغوی معنی ہے تابع کرنا، قابو میں لانا اور فتح کرنا اور علم الاصول کا قاعدہ ہے کہ حقیقی معنی ہی

معرادلیا جائے۔مجازی معنی بوقت ضرورت مرادلیا جاسکتا ہےاورحضور نبی پاک ﷺ کی نبوت دشمنی کاثبوت دینا ہے جب کہ آپ کے لئے تسخیر صرف عقیدہ کی حد تک تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ واقعۃً آپ کے لئے کائنات کی تسخیر کاثبوت قرآن واحادیث مبارکہ میں موجود ہے بالخصوص سورج لوٹانا اور چاند کاٹکڑے کرکے جوڑنا۔تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''اختیار الکل المختار الکل''

فائدہ

آیات کا مطلب جوفقیر نے اوپر ذکر کیا ہے وہ مطلب حاجی امداداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا

دریں مرتبہ عارف متصرف گردد وَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الۡاَرۡضِ ظہور پذیر د وصاحب اختیار باشد۔ (ضیاء القلوب صفحہ ۲۹)

جس میں وہ تمام جہان پرمتصرف ہوجاتا ہے اور وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ کا اظہار ہوتا ہے اور وہ صاحب اختیار ہوجاتا ہے۔

فائدہ

جب ایک امتی عارف کا یہ مقام ہے تو پھر نبی اور پھر سیدالانبیاء کا کیا مقام ہوگا؟ ہم یہاں چند احادیث کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کے اس مقام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے دووزیر آسمان پر اور دو زمین پر ہوتے ہیں

فاما وزیر ی من اهل السماء وجبریل ومیکائیل واما وزیری من الاول فابوبکر وعمر

(الترمذی،باب المناقب)

میرے آسمانی وزیر جبریل ومیکائیل اور میرے زمینی وزیرابوبکروعمر ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا

قبض محمد علی الدنیا کله لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضة .(زرقانی جلد ا صفحہ ۱۱۴)

تمام دنیا محمد کے قبضہ میں ہے اور زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو ان کے زیر نگیں نہ ہو۔

خزائن زمین کی چابیاں

یہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

فبينا انا نائم اتيت بمفاتيح خزائن الارض فوضعت في يدی. (البخاری صفحہ ۴۱۸)

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائنِ زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

جنت کی چابیاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

والي مفاتيح الجنة يوم القيامة ولا فخر

روزِ قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گے مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں

لواء الكرامة ولواء الحمد يؤ تيه بيدی .(دلائل النبوۃ صفحہ ۶۴، ۶۵ جلد ۹)

روزِ قیامت کرامت وحمد کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔

جہنم کی چابیاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن خازن نار اہل محشر سے مخاطب ہوکر کہے گا اے اہل محشر

ان الله امرنی ان ارفع مفاتيح جهنم لی محمد ﷺ. (الامن والعلی صفحہ ۴۳۰)

سورج اور چاند پر حکومت

ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم پر واپس آ گیا اور انگلی کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہوکر نیچے آ گیا۔

جنوں پر حکومت

احادیث میں متعدد واقعات کا تذکرہ ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے جب بھی کسی درخت کو حکم دیا تو وہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اگر ٹہنی کو حکم دیا تو وہ کٹ کر حاضر ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک اعرابی نے آپ کے سچا ہونے پر یہ دلیل چاہی کہ سامنے والا درخت آپ کی

خدمت میں حاضری دے۔آپ نے فرمایا اس درخت کو جا کر کہو تجھے محمد یاد کررہے ہیں اس اعرابی نے جب درخت سے حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا تو وہ

تحدا لارض حدا فقامت بین یدیه فاستشهدثلاثا ثم رجعت الی بینها. (شمائل الرسول جلد اصفحہ ۲۹۷)

زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہوا اور تین دفعہ اس نے آپ کے سچا ہونے کی گواہی دی اور پھر اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ گیا۔

حجر وشجر کا اپنے آقا پر سلام

اس سلطنت وحکومت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ حجر وشجر آپ کو سلام عرض کرتے۔سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلے

فما استبله جبل ولا شجر الا قال السلام علیک یارسول الله (شمائل الرسول جلد اصفحہ ۳۱۸)

حجر وشجر استقبال کرتے ہوئے عرض کرتے السلام علیک یارسول اللہ ﷺ۔

اولیائے امت

بلکہ آپ کی امت کے اولیائے کاملین تو یوں فرماتے ہیں

وما منها شهور اودهور   تمر تنقضی الا اتالی

(قصیدہ غوثیہ)

کوئی مہینہ اور زمانہ نہیں جو گزرے اور میرے پاس نہ آئے۔

یہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ ہے اور حق ہے اور سچ ہے۔

ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

حل لغات

چراغ، دیا، دیپک۔مزار، درگاہ، زیارت گاہ، قبر۔قدسی، فرشتہ۔

شرح

مزارِ حبیب ﷺ مزار مبارک کے چراغ پر دیکھو اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو مشکوٰۃ شریف میں ہے

کہ صبح وشام ملائکہ بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں اس حدیث شریف کو فقیر اس شرح میں بارہا ذکر کر چکا ہے۔

دورِ نجدی

یہ چراغ مزارِ پاک پر دورِ نجدی میں ختم کر دیئے گئے یوں تو صرف مدینہ شہر بلکہ تمام حجاز کے شہر اور دیہات روشنی بنے ہوئے ہیں لیکن مزارِ پاک کے اندر روشنی ان کے نزدیک ناجائز ہے مگر قادرِ کریم کی قدرت دیکھئے مزارِ پاک کے چاروں طرف محراب ومنبر شریف اور پوری قدیمی مسجد نبوی جو بالکل مزار پُر انوار سے ملحق ہے روشنیوں سے جگمگا رہی ہے جن کے نزدیک مزار پر روشنی کرنا جائز نہیں انہیں کے ہاتھوں یہ سب کچھ کرایا جا رہا ہے جو معجزہ سے کم نہیں۔ اسی لئے مزار پاک پر اور اس کے اردگرد کوئی کا انتظام نہیں۔

چراغاں کا ثبوت

یہ صرف نجدیوں کی اسی اختراع ہے کہ مزار پر روشنی نہ ہو حالانکہ شرعاً چراغاں جائز ہے۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے ''چراغاں کا ثبوت'' اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا صرف اسی موضوع پر کہ قبر پر چراغاں جائز ہے ''بریق المنار'' رسالہ مشہور ہے۔

اولیاءِ کرام کے مزارات پر اس نیت سے گنبد بنانا کہ ایصالِ ثواب کے لئے آنے والوں کو دھوپ اور بارش وغیرہ سے آرام رہے گا اور لوگوں کی نظر میں صاحبِ قبر کی عظمت ظاہر ہوگی بلاشبہ امر مستحسن ہے۔

دیارِ مصر کے مفتی شیخ عبدالقادر رافعی حنفی فرماتے ہیں

فی روح البیان عند قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونو ا من المھتدین من سورۃ التوبۃ مانصہ قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصۃ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشوع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم. والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبرو کذاایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والا جلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیھا حسن ونذرالزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبۃ فیھم جائز ایضاً لا ینبغی النھی عنہ. (التحریر المختار لردالمختار جلد ا صفحہ ۱۲۳)

روح البیان میں آیۂ مبارکہ ''انما یعمر مساجد اللہ الآیۃ'' فرمایا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ جو مقصود شریعت کے مطابق ہوا سے سنت کہا جاتا ہے لہٰذا علماء اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر قبے بنانا، چادر وغیرہ چڑھانا جبکہ اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ جانیں جائز ہے۔اسی طرح دیئے اور موم بتی اولیاء کرام کی تعظیم وتکریم ہے اس میں مقصد حسن ہے۔تیل اور موم بتی جو اولیاء کے لئے نذر مانی جاتی ہے تاکہ تعظیم ومحبت کے طور پر ان کی قبروں کے پاس روشنی کی جائے جائز ہے اس سے روکنا نہیں چاہیے۔

اسی عبارت کا کچھ حصہ علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمختار جلد خامس صفحہ ۲۵٦ میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا اور فرمایا

كذافي كشف النور عن اصحاب القبور الاستاذ عبدالغني نابلسي قدس سره

اسی طرح استاذ عبدالغنی نابلسی کی کتاب ''کشف النور'' میں ہے۔

حضرت علامہ سید عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وكان سيد ی علی خواص وافضل الدين يكرهان بناء القبة علی القبر ووضع التابوت الخشب والسترعليه ونحو ذالک لاحاد الناس ويقولون هذالا يليق الابالانبياء ومن دانا هم من اولياء الاكابر. (لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیۃ صفحہ ۲۴۲)

سیدی علی خواص اور افضل الدین عوام پر قبروں پر قبضہ بنانے،لکڑی کا تابوت رکھنے اور چادر چڑھانے کا ناپسند رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے لائق ہے۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

شرح

مجھے فخر ہے کہ میں اس کوچۂ کرم کا گداگر ہوں جہاں بڑے بڑے بادشاہ منگتے بن کر بھیک کی صدا لگاتے رہتے ہیں۔

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

شرح

ہجرت کر کے حضور اکرم ﷺ غارِ ثور میں پہنچے تو دشمن آئے لیکن دیکھ نہ سکے تو امام احمد رضا نے نہ دیکھنے کی وجہ بتائی کہ حضور اکرم ﷺ تو جان ہیں پھر نظر کیا آتے دشمن غار کا چکر لگاتے رہے لیکن آپ کو نہ دیکھ پائے محروم ہو کر واپس لوٹے۔

حاضر و ناظر

مصرعۂ اولیٰ میں منکرین حاضر و ناظر کے سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ اگر حاضر ہیں تو نظر نہیں آتے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ جانِ جان ہیں جب تمہیں جان (روح) نظر نہیں آتی تو پھر وہ ذات جو روح الروح جانِ جان ہے تو وہ کیسے نظر آئے۔ دوسرے مصرعہ میں اس دعویٰ کی دلیل قائم فرمادی کہ دیکھو حضور سرورِ عالم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت غار میں تھے لیکن آپ کے دشمن غار کے گرد پھرتے رہے مگر آپ انہیں نظر نہ آئے۔

غارِ ثور میں حاضر و ناظر لیکن نظر نہ آئے

جب حضور سرورِ عالم ﷺ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے روانہ ہو چکے تو قریش نے ہر گھر کا کونا کونا چھان مارا کھوہ اور غار تلاش کر ڈالے یہاں تک کہ وہ غارِ ثور تک جا پہنچے یہاں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے پائے مبارک کا نشان مشتبہ پایا چونکہ عرب کے لوگ نشانِ قدم کو بہت پہچانتے تھے لہٰذا وہ نشانِ قدم پر تلاش کرتے ہوئے ٹھیک غارِ ثور کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے معجزہ طور پر غار کے منہ پر مکڑی سے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری سے انڈے دلا دیئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات)

قریش غار کے اوپر پہنچ گئے لیکن مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے دیکھ کر کہنے لگے کہ محمد ﷺ غار میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی مگر ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر تھی کہ خدائے وحدہٗ لاشریک اور بزرگ و برتر نے اپنے حبیب ﷺ کو محفوظ رکھنے کی خاطر یہ سب کچھ کیا ہے۔

فائدہ

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ حرم کے کبوتروں کی نسل اس کبوتر سے چلی ہے جس نے غار کے کنارے پر گھونسلا بنایا تھا۔(سیرت مغلطائی)

نوٹ

یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کے متعدد واقعات احادیث مبارکہ میں وارد ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

ھجرت کی شب اول

حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مشرکین حضور اکرم ﷺ کے خلاف فیصلہ کن پروگرام طے کرنے کو جمع ہوئے ان میں ابوجہم بن ہشام بھی تھا۔ سارے مشرکین مل کر حضور اکرم ﷺ کے دروازے پر گئے اور ابوجہم نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محمد کا خیال ہے کہ اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو عرب وعجم کے بادشاہ ہو جاؤ گے پھر مرنے کے بعد تمہیں قبر سے اُٹھایا جائے گا اور تمہیں جنت ملے گا اور اردن کے حسین باغات کی طرح باغات ملیں گے اگر ایسا نہ کرو گے تو تم سے جنگ کی جائیگی اور تم مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ آگ میں جلائے جاتے رہو گے۔ حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا آپ اُٹھے اور ایک مٹھی مٹی کی اُٹھائی اور ابوجہم سے مخاطب ہو کر فرمایا بلاشبہ میں وہی بات کہتا ہوں جو ابھی تم کہہ رہے تھے اور تم سے بھی وہی کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے تھے آپ نے کلامِ الٰہی "یٰسٓ o وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ" سے "فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ" تک کی تلاوت کی اور سب کے سروں پر مٹی ڈالی کسی کو خالی نہ چھوڑا اور جہاں سے باہر نکلنا چاہتے تھے وہاں سے باہر نکل گئے لیکن مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آپ گھر میں ہیں اور ہمارے محاصرہ میں قید ہو چکے ہیں۔ کسی اور نے حضور اکرم ﷺ کو باہر جاتا ہوا دیکھا تو ان لوگوں سے آ کر کہا کہ تم لوگ کس کے انتظار میں ہو؟ مشرکین کہنے لگے کہ محمد کے انتظار میں ہیں وہ کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں ناکام کر دیا خدا کی قسم محمد تو یہاں سے نکل گئے اور تمہیں پتہ تک نہ چلا اور تمہارے سب کے سروں پر مٹی بھی ڈال گئے ذرا سروں پر ہاتھ پھیر کر تو دیکھو سب نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو مٹی نیچے جھڑنے لگی آخر وہ گھر میں جھانک کر دیکھنے لگے تو حضور اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر حضرت علی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے کہنے لگے خدا کی قسم یہ محمد سوئے ہوئے ہیں یہ ان کی چادر ہے جسے انہوں نے اوڑھا ہوا ہے اسی خیال میں وہاں کھڑے رہے حتی کہ صبح ہوگئی تو حضرت علی اس بستر سے اُٹھ کھڑے ہوئے اس پر ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا

والله لقد كان صدقنا الذی حدثنا

یعنی خدا کی قسم جس نے ہمیں ان کے چلے جانے کی خبر دی تھی اس نے سچ کہا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۸۳، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ

حضور اکرم ﷺ نے جو مٹی پھینکی تھی وہ سب کافروں کے سروں پر اور سب کی آنکھوں میں جا پہنچی یہ ایک معجزہ ہوا اور آپ کا ان محاصرہ کے باوجود ان کے نظر آئے بغیر نکل جانا دوسرا معجزہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اگر چاہیں تو موجود ہوتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کو نظر نہ آئیں۔

ابو عیلی، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی جب سورۃ (تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ) نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی گالیاں بکتی خنجر لے کر آپ کی تلاش کرتی کعبہ میں آئی آپ اس وقت کعبہ میں آئی آپ اس وقت کعبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس حالت میں دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کی طرف آرہی ہے مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا وہ مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتی اور تلاوتِ قرآن شروع کردی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی اس نے آپ کو نہ دیکھا حالانکہ آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہی تشریف فرما تھے۔ اس کے علاوہ یہ روحانی عرفانی مسئلہ ہے اب بھی حاضر و ناظر کے باوجود آپ کو وہی دیکھ سکتے ہیں جو روحانی عارف ہیں بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اگر پلک جھپکنے کی مقدار بھی ہم نہ دیکھیں تو ہم کافر ہو جائیں۔

حضرت ابوالحسن شاذلی اور حضرت ابوالعباس مرسی رحمہما اللہ کے اقوال فقیر نے اسی شرح میں نقل کئے ہیں۔

حضرت غلام فرید چاچڑانی قدس سرہ نے فرمایا

الیوم بصر حدید وے ہر وقت یارتے دید وے

آج بینائی تیز ہے کہ اب ہر وقت محبوب پر نگاہ ہے

مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''دلوں کا چین'' ملاحظہ ہو۔

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

شرح

پھول کو دیکھوں ہی کیوں میری آنکھ کے تصور میں تو مدینہ طیبہ کے کانٹے سامنے ہیں جس پر ہمہ قسم کے پھول قربان کئے جائیں۔ حقیقی عاشقِ مدینہ بھی وہی ہے جسے مدینہ پاک کی ہر شے جملہ نعمتوں سے محبوب و مرغوب ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کامِ خدمت پر
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

شرح

لاکھوں قدسی فرشتے حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں مصروف ہیں اور لاکھوں مزارِ اقدس کی طواف میں ہیں

احادیث مبارکہ

ابن بشکوال حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

من صلی علی تعظیما لحقی خلق اللہ عزوجل من ذلک القول ملکا لہ جناح بالمشرق واخر بالمغرب یقول عزوجل لہ صل علی نبی فھو یصلی علیہ الی یوم القیامۃ .(الہدایا المبارک)

جو مجھ پر میرے حق کی تعظیم کے لئے درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جس کا ایک پَر مشرق اور دوسرا مغرب میں اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ درود بھیج میرے بندے پر جیسے اس نے درود بھیجا میرے نبی (ﷺ) پر چنانچہ وہ فرشتہ قیامت تک اس پر درود بھیجتا رہتا ہے۔

خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ (والد ماجد اعلیٰ حضرت) نے اپنی کتاب ''الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح'' میں امام سخاوی سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ اس کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں جب کوئی شخص مجھ پر محبت کے ساتھ درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ پانی میں غوطہ کھا کر اپنے پَر جھاڑتا ہے خدائے قدیر اس کے پروں سے ٹپکنے والے ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے یہ تمام فرشتے درود پڑھنے والے کے لئے قیامت تک استغفار کرتے ہیں۔

فائدہ

مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ کچھ فرشتے ہیں کہ تسبیح الٰہی کرتے ہیں اللہ عزوجل ان کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور سیدی شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتوحات کے باب ۲۹۷ میں فرماتے ہیں کہ نیک کلام اچھا کام فرشتہ بن کر آسمان کو بلند کرتا ہے ان کے نزدیک آیت قرآنی کا یہ مطلب ہے

الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه

امام قرطبی تذکرہ میں علماء ومشائخ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھتا ہے اللہ عزوجل اس کے ثواب سے فرشتے بناتا ہے جو روزِ قیامت اس قاری کے لئے جھگڑیں گے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان لله ملکا له جناحان جناح بالمشرق وجناح بالمغرب وراسه تخت العرش ورجلاه تحت الارض السابعة وعلیه بعلاد خلق الله تعالیٰ ریش فاذا صلی رجل او امراة من امتی علی امره الله تعالیٰ ان یغمش نفسه فی بحر من نور تحت العرش فینغمس فیه ثم یخرج وینقض جناحیه فیقطر من کل ویشة قطرة فیخلق الله تعالیٰ من کل قطرة ملکا یستغفرله الی یوم القیمة. (الکنز المدفول صفحہ ۳)

اللہ کے ایک فرشتے کے دو پر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اس کا سر عرش کے نیچے اور اس کے دونوں پاؤں ساتویں زمین کے نیچے اور مخلوق کی گنتی کے مطابق پر ہیں جب میری امت کا مرد یا عورت درود پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے حکم فرماتا ہے کہ عرش کے نیچے سے نور کے دریا میں غوطہ لگا دے جب وہ دریا سے نکلتا ہے تو اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو اس کے ہر پر سے جو قطرہ گرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو درود پڑھنے والے کے لئے قیامت تک وہی فرشتے بخشش مانگتے رہیں گے۔

فوائد

جب اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتے کی یہ کیفیت ہے جو عالم دنیا میں حاضر وناظر اور ہر ایک کے حال سے باخبر ہے تو پھر آقائے کونین ﷺ کے لئے یہ اشکال کیوں اور شرک کیسا جبکہ آپ کی امت کا ایک خادم فرشتہ یہ طاقت رکھتا ہے تو اُس کا اور سب بلکہ انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے آقا کو یہ طاقت کیوں حاصل نہ ہو جب علمائے امت نے دلائل سے ثابت کیا کہ حضور اکرم ﷺ علی الاطلاق جملہ عام سے افضل ہیں اور یہ بھی متفق علیہ فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جملہ ملائکہ سے

افضل ہیں اور علم الکلام کا قاعدہ ہے کہ اولیاء کرام باستثناء خواص ملائکہ باقی جملہ ملائکہ سے افضل ہیں۔

☆ جب فرشتے کا طویل وعرض مشرق ومغرب یعنی تمام کو گھیرے ہوئے ہے وہ حاضر وناظر ہوا یا نہیں۔

☆ جب رسول اللہ ﷺ کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کو ہے کہ ایک دفعہ پڑھنے پر ان گنت فرشتے پیدا فرما کر درود پڑھنے والے کے لئے تا قیامت استغفار کریں۔

☆ درود پڑھنے والے کا علم کیوں نہ ہو۔

زمین کو ایک فرشتے نے اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ھے

روایت ہے کہ جب حق تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کشتی کی طرح ڈولنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو زمین کو ساکن اور برقرار رکھنے پر مامور فرمایا۔ فرشتے نے زمین کے نیچے داخل ہو کر کرۂ زمین کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیا اور اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ ایک جانب مشرق اور ایک جانب مغرب دراز کر کے زمین کے ساتوں طبقوں کو جکڑ لیا۔ کرۂ زمین کو قابو کرنے کے بعد فرشتے کے پاؤں ڈگمگانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک بیل بھیجا جس نے اپنے سینگوں پر فرشتے کے پاؤں (اس بیل کے ۴۰ ہزار سینگ اور ۴۰ ہزار ٹانگیں ہیں) رکھنے چاہے مگر اس کے سینگ فرشتے کے قدموں تک نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سبز رنگ کا یاقوت اس بیل کے سینگوں پر رکھ دیا اسی یاقوت پر فرشتے کے پاؤں رکھے ہوئے ہیں۔ (الارائک للسیوطی وحیوۃ الحیوان)

فوائد

یہ فرشتہ اور اتنا طویل وعریض شکل صورت کے باوجودیکہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا مرید ہے یعنی آپ کا امتی ہے اس کی قوت اور طاقت بھی قابل دیدنی وشنیدنی ہے لیکن شرک کا وہم نہ ہو کیونکہ یہ فرشتہ ہے اور فرشتوں وغیرہ کے لئے وہابی دیوبندی ماننے کو عین اسلام سمجھتے ہیں ہاں ان کو خطرہ ہے تو اپنے نبی کریم ﷺ کے لئے کہ کہیں توحید میں فرق نہ آجائے اس لئے کہ ان کی توحید کا عقیدہ نہایت ہی کمزور اور ڈانواں ڈول ہے۔

انتباہ

یہ خدام ملائکہ آپ کی امت کے لئے ہیں جو درحقیقت آپ کی ہی خدمت ہے امت اور آپ کی خدمت کے ملائکہ کے شمار کا اندازہ لگانا ہے تو امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''الارائک'' کا مطالعہ فرمائیے۔

وردیاں بولتے ہیں ہرکارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

حل لغات

ہرکارے، ہرکارہ کی جمع چٹھی رساں، ڈاکیہ، قاصد، جاسوس۔

شرح

قاصد ملائکہ کرام آپ کے دروازے پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام کے تحائف کرتے ہیں دوسرے اور ملائکہ آپ کے شہر کا پہرہ دے رہے ہیں ان میں پیدل بھی ہیں سوار بھی۔

(۱) طبرانی وغیرہ میں برجال ثقات مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ سے عرض کی گئی کہ مدینہ شہر میں کہیں وباءزدہ آدمی آنا چاہتا ہے (وہ شہر کے باہر تک پہنچ گیا ہے) اہلِ مدینہ گھبرا گئے کہ کہیں ہم وباء میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

انی لا رجو ان لا یطلع علیھما لنقابھا ای طرق المدینۃ. (خلاصۃ الوفاء)

مجھے امید ہے وہ یہاں نہیں آئیگا اس لئے مدینہ کے راستوں پر پہرہ دار ملائکہ نہیں آنے دیں گے۔

(۲) ابن الشبہ سے برجال صحیح مروی ہے

علی کل نقب منھا تلک لا یدخلھا الدجال و لاالطاعون (ایضاً)

مدینہ کے ہر راستہ پر ملائکہ کی نگرانی ہے اسی لئے اس میں نہ دجال آسکتا ہے نہ طاعون۔

فائدہ

دجال تمام ملکوں کا دورہ کریگا ہر شہر میں جائیگا لیکن مدینہ طیبہ میں نہیں جاسکے گا۔

(۱) صحیحین میں ہے کہ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے ہر کوچہ کے سرے پر جماعت ملائکہ کھڑی ہے تاکہ دجال کو مدینہ پاک میں نہ آنے دیں اور نہ ہی اس میں طاعون داخل ہو۔

(۲) بخاری شریف میں ہے کہ مدینہ پاک میں دجال آنا چاہے گا پھر دیکھے گا کہ مدینہ پاک کا ملائکہ کرام پہرہ دے رہے ہیں اسی لئے وہ مدینہ پاک میں داخل نہ ہوسکے گا اور نہ ہی ان شاءاللہ طاعون داخل ہوگا۔

(۳) صحیحین میں ہے کہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں دجال نہ جائے سوائے مکہ معظّمہ اور مدینہ پاک کے اس لئے کہ اس کی کوئی گلی نہیں جہاں فرشتے پہرہ نہ دے رہے ہوں وہ مقامِ سنجہ پر اترے گا پھر فرشتے اہل مدینہ کو تین بار زور سے حرکت دیں

گے۔

فائدہ

اس حرکت کا نام زلزلہ ہے اس زلزلہ سے منافقین مدینہ پاک سے نکل کر دجال کے پاس پہنچ جائیں گے۔مدینہ پاک میں صرف اور صرف عشاق رہ جائیں گے۔

لطیفہ

کسی نے مجھ پر سوال کیا کہ نجدی اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ کو پسند ہیں تو حرمین بالخصوص مدینہ پاک کے بادشاہ ہیں میں نے کہا کہ زلزلہ کے وقت یہ نکل کر دجال کی گود میں جاگریں گے اور ان کا مدینہ پاک ہونا ضروری تھا اس لئے کہ یہ ہوں گے تو زلزلہ سے بھاگیں گے ورنہ عشاق تو اب بھی کہتے ہیں

زہے نصیب مدینہ مقام ہو جائے　　　درِ رسول پہ قصہ تمام ہو جائے

ملک فھد کا محل

مدینہ پاک میں ملک فہد نے جو محل بنوایا ہے اتنا مضبوط ہے کہ صدیوں تک قائم رہے گا اور اتنا شاندار کہ اس کی مثال نہیں یہ محل وہاں ہے جہاں دجال اترے گا چنانچہ وفا الوفا و خلاصۃ الوفا جلد اول میں ہے

فیانی سنجة الجرف فیخرج الیسه کل منافق و منافقة . (خلاصۃ الوفاء)

دجال وادیٔ جرف پر اترے گا تمام منافق مرد عورتیں اس کے ہاں پہنچ جائیں گے۔

لطیفہ

ملک فہد کا یہ محل ہزاروں افراد کو مکتفی ہو گا اور بہترین تعمیر کا ایک نمونہ روزگار قابل دید ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ملک صاحب نے چچا کی سہولت کے لئے پہلے ہی محل تیار کر دیا۔

مزید روایات و بیانات فقیر کی کتاب ''محبوب مدینہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۹'' کا مطالعہ فرمائیے۔

رکھیے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں

حل لغات

خانہ زاد، جو گھر میں پیدا ہوا ہو، غلام۔مول (اردو) مذکر اور مجہول، قیمت، دام۔

شرح

اے حبیب کبریا ﷺ اپنے ہاں ہمیں رہنے دیجئے بیچئے نہیں اس لئے کہ ہم تو آپ کے خانہ زاد غلام ہیں دوسرے دام اور قیمت کے لحاظ سے تو ہم ہزاروں عیوب والے ہیں اور عیوب والے غلام کو کون لیتا ہے بلکہ خود بیچنے والا بھی نہیں بیچتا اس لئے کہ اس کے بیچتے وقت عیب بتانا پڑیگا عیب بتائے بغیر بیچنا جائز بھی نہیں اسی لئے لامحالہ ہمیں ہمارے عیوب کی وجہ آپ کو اپنے پاس رکھنا ہوگا۔

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

شرح

اے غافل بڑا افسوس ہے کہ وہ کیا جگہ پانچ جاتے ہیں تو چار پھرتے ہیں یعنی دنیا فانی سے دل لگانا مناسب نہیں اس لئے کہ یہاں نہ کوئی رہا نہ کوئی رہے گا۔

بائیں رستے نہ جا مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

حل لغات

راہ مار (اردو) مرکب، رہزن لٹیرا۔

شرح

بائیں راستہ پر اے مسافر نہ جانا، اے مسافر اچھی طرح سن لے تیرے پاس ایمان کا مال ہے اگر تو بائیں جانب چلا گیا تو لٹیرے ڈاکو تیرا مال لوٹ لیں گے۔ اس شعر میں امامِ اہل سنت رحمہ اللہ نے اہلِ ایمان کو نصیحت فرمائی ہے کہ مسلک اہل سنت پر مضبوط رہو اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تو پھر بدمذاہب لٹیرے رہزن تیرا ایمان برباد و تباہ کردیں گے۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ

(پارہ ۱، سورۃ الفاتحہ، آیت ۵ تا ۷)

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۵۳)

اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو

جاگ سنسان بن ہے رات آئی
گرگ بہر شکار پھرتے ہیں

حل لغات

سنسان، ویران، اجاڑ، غیر آباد، چپ چاپ، خالی، خوفناک، بن۔جنگل بیابان۔گرگ، بھیڑیا۔بہر، واسطے۔

شرح

اے غافل جاگتا رہ خوفناک جنگل ہے اور رات آئی بھیڑیئے شکار کے لئے پھرتے ہیں اسی لئے ہوشیاری سے کام لے ورنہ لٹ جائے گا۔

اس شعر میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے ہر طرح کے دشمنوں سے ڈرایا ہے غلط کاری پہ ابھارنے والے بھی اور گندے عقائد کی طرف بلانے والے بھی اور سب سے زیادہ خطرناک یہی پچھلے دشمن ہی اس لئے یہ اپنی توانائیاں گمراہ کرنے پر خرچ کرتے ہیں اور عوام کو پھنسانے میں طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں اسی لئے قرآن وحدیث میں ایسے بہروپیوں سے دور رہنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

حل لغات

چال، رفتار حرکت، مکر، فریب یہی معنی مراد ہیں۔بجار، سانڈ، موٹا تازہ، زبردست۔

شرح

نفس سے مکروفریب کی چال پر امام احمد رضا قدس سرہ نے طعنہ دے کر اسے شرمسار کیا ہے اس لئے نفس کی دھوکہ دہی مشہور ہے کہ اسے کسی نیک کام کی طرف لگانا چاہو تو کئی حیلے بہانے بناتا ہے مثلاً بیماری کمزوری وغیرہ ظاہر کرے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اے نفس یہ تیرے مکروفریب ہیں کہ نیک کام کے لئے کہو تو یہ بیمار اور ضعیف اور نحیف بن جاتے ہیں بھلا تیری بات مانے گا کون تمہیں دیکھ کر تیری دھوکہ دہی اور مکروفریب کا سبب تو پتہ چلے جائے گا کہ تم کتنے موٹے تازے ہو جیسا کہ موٹا تازہ سانڈ ھو۔

فائدہ

اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سالکین کو نفس کی شرارتوں سے آگاہ فرمایا ہے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

شرح

معارفِ رضا کراچی شمارہ دہم صفحہ ۵۵ پر علامہ مصباحی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت جب دوسری بار ۱۳۲۴ھ میں آقائے کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوقِ دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے انہیں امید تھی کہ ضرور سرکارِ مصطفیٰ ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارتِ جمال سے سرفراز کریں گے لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہو سکی یاس و حسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں عاشق مصطفیٰ کا ناز اور ایک جلیل القدر ولی کا عرفان، پھر بے کس و محرومی کا اظہار کچھ عجب انداز لئے ہوئے نظر آتا ہے عرض کرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

مواجہہ شریف میں یہ نعت عرض کی اور مودب و منتظر بیٹھ گئے قسمت جاگی، حجاب اُٹھا اور عالم بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت اور جمالِ جہاں آراء کے دیدار سے شرف یاب ہوئے۔

یہ آقائے کونین ﷺ کی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پالوں کو ہی میسر آتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ ۷۵ بار بیداری میں سید عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا بالمشافہ حضور اکرم ﷺ سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی۔

بیداری میں شرفِ زیارت کے اثبات میں علامہ سیوطی کا ایک رسالہ بھی ہے "تنویر الحلک فی امکان رویہ النبی والملک" (مطبوعہ استنبول ترکی، مشمولہ بہ الحاوی للفتاوی مطبوعہ مصر و فیصل آباد) (اُویسی غفرلہ)

امام احمد رضا قدس سرہ خواب میں بار بار زیارتِ جمالِ اقدس سے شرف یاب ہوئے مگر اس بار خاص روضۂ رسول کے حضور عالم بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جو ان کے کمالِ عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہِ رسالت

میں ان کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک شامی بزرگ نے امام احمد رضا کے خاص یومِ وصال پر خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے جنازے کا انتظار کررہے ہیں۔

ایک ایسا واقعہ بھی نذر قارئین ہے جس سے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی قدر ومنزلت کا ایک حد تک صحیح اندازہ ہوتا ہے اور عاشق مصطفیٰ (ﷺ) کے مقامِ عشق پر قلب ونگاہ دونوں کو رشک آتا ہے۔نواب وحید احمد خان وکیل سکھر پاکستان رقم طراز ہیں

''جب میں الہ آباد ہائیکورٹ میں وکالت کرتا تھا تو علی گڑھ کے ایک متمول بیرسٹر بھی میرے بنگلہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ وہ علی گڑھ سے الہ آباد وکالت کرنے آئے تھے ان کا نام خواجہ عبدالمجید تھا بڑے پکے کانگریسی تھے اور عقائد میں مذبذب۔

ایک روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے وہ عالم تو زبردست تھے مگر تو ہم پرست اور کانگریس کے خلاف تو ہم پرست تو یوں کہ میں نے مہدی میاں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادۂ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) کے قدم چومتے ان کو دیکھا بھلا اتنا بڑا عالم اور ایک دنیا دار آدمی کے قدم چومے یہ تو ہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے اور چونکہ وہ کانگریس کے خلاف تھے اس لئے میں ان کو بُرا بھلا کہتا ہوں۔''

واقعہ انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ حکیم اجمل خان مرحوم (دہلوی) کے پاس ایک شامی بزرگ آئے۔ بیرسٹر (خواجہ عبدالمجید) صاحب بھی چونکہ کانگریسی تھے اس لئے حکیم اجمل خان مرحوم کے ساتھ بہت رہتے تھے۔شامی بزرگ کی اکثر کرامتیں مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز شامی بزرگ نے دریافت کیا کہ کہاں کی تیاری ہے؟ حکیم صاحب نے فرمایا کہ فلاں شخص کا علاج کرنے فلاں شہر جارہا ہوں۔شامی صاحب نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا حکیم صاحب نے بخوشی منظور کرلیا۔ بیرسٹر صاحب بھی ساتھ تھے وہاں پہنچ کر حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کردیا۔شامی صاحب کے دریافت کرنے پر حکیم صاحب نے کہا کہ اسے کوئی مرض نہیں ہے دو چار دن میں ان شاءاللہ درست ہوجائے گا۔

شامی صاحب نے مسکرا کر کہا حکیم صاحب آپ اس مریض کا علاج نہ کریں کیونکہ پرسوں یہ مرجائے گا اور آپ کی بدنامی ہوگی۔حکیم صاحب متحیر ہوکر کہنے لگے کہ شامی صاحب آپ کیا فرمارہے ہیں مریض تو بالکل اچھا ہے شامی

صاحب نے فرمایا آپ کو اختیار ہے مگر اس کی زندگی کا چراغ پرسوں گل ہو جائے گا۔

بیرسٹر صاحب بھی اس گفتگو میں شریک تھے اور حکیم صاحب کو انہوں نے مشورہ دیا کہ پرسوں تک یہاں ہی قیام کیا جائے چنانچہ تیسرے روز وہ مر گیا۔ سب کو تعجب ہو گیا شامی صاحب تو پہلے ہی دن وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔

بیرسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس دن سے میں شامی صاحب کی بزرگی کا قائل ہو گیا شامی صاحب ہم سے دور دورر ہنے لگے اور بہت ہی کم ملاقات کرتے۔

ایک دن کانگریس کے مخالفین کا ذکر چھڑا۔ بیرسٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا فوراً شامی صاحب نے روک دیا اور کہا کہ خبردار اس شخص کو بُرا نہ کہنا تم اس کا مرتبہ کیا جانو؟ (یہ واقعہ ۱۹۲۴ء کا ہے جبکہ اعلیٰ حضرت کے وصال کو تین سال ہو چکے تھے) بیرسٹر صاحب نے اصرار کیا کہ مفصل ارشاد فرمایا جائے۔ شامی صاحب پہلے انکار کرتے رہے اور صرف یہی کہتے رہے کہ دیکھو اس شخص کو کبھی بُرا مت کہو۔

جب بیرسٹر صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمانے لگے بھائی ان آنکھوں نے وہ واقعہ دیکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور اگر بیان کروں گا تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے۔

بیرسٹر صاحب نے کہا آپ کی روحانیت کا سکہ ہمارے دل پر بیٹھ گیا ہے ہم کبھی آپ کو دروغ گو خیال نہیں کر سکتے اور جو کچھ فرمائیں گے بدل و جان منظور کر لیں گے۔

شامی صاحب نے فرمایا کہ اگر تم روحانیت کے قائل ہو تو سنو میں حضور اکرم ﷺ کے دربارِ مقدس پر حاضر ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کو حاضر پایا مولوی احمد رضا بھی حاضر تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ''احمد رضا وعظ کہو''

شامی صاحب نے فرمایا بتاؤ اس شخص کے مرتبہ کا کوئی ٹھکانہ ہے اب بھی اس کو بُرا کہو گے؟

بیرسٹر صاحب کہنے لگے کہ اس دن سے میں نے ان کو بُرا کہنا چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ خود خواجہ عبدالمجید صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ (معارفِ رضا کراچی)

بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں یہ مقبولیت یقیناً ایک ایسا انعامِ عشق ہے جسے ربِ کائنات کا فضل و احسان ہی کہا جا سکتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خود کو اور اپنے جیسے دوسرے عشاق کو درِ رسول ﷺ کا کتا کہا ہے۔

یہ صحیح اور حق ہے فقیر نے اسی شرح میں اس پر طویل بحث لکھی ہے لیکن عاشقانِ رضا یہاں جھجکتے ہیں بعض تو ''شیدا ہزار پھرتے ہیں'' سے تبدیل کر کے پڑھتے ہیں یہ نامناسب ہے اس لئے کہ عاشق اسی لفظ سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو وہ اپنے محبوب کے لئے خود انتخاب کرے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو تراب سے مسرت ہوتی نہ کہ ابوالحسن سے۔

اسی لئے میرا خیال ہے کہ لفظ کو جوں کا توں رہنے دیجئے ایسے ہی خواجہ سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر ''گستاخ اکھیاں کتھے جالڑیاں'' وہاں بھی بعض لوگ ''مشتاق اکھیاں'' پڑھتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس تبدیلی سے ان عاشقوں کی روح راضی نہیں ہوگی۔

لطیفہ

ایک صاحب نے فرمایا کہ یہاں کتے بکسر الکاف ہو۔ اس لئے کہ کِتے بمعنی کتنے۔ میں نے کہا آپ کی تعبیر بسر و چشم لیکن میرا امام احمد رضا اس تعبیر سے خوش نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نعت شریف

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حل لغات

مہک، خوشبو۔ غنچے، غنچہ کی جمع، بند کلی، بن کھلا پھول۔ کھلا دیئے ہیں، ماضی از کھلنا بمعنی دعوت کرنا، سانپ کو منتر کے زور سے خوش کرنا، کھولنا یہاں یہی مراد ہے۔ کوچے، کوچہ کی جمع، گلیاں، محلے۔ بسا دیئے ہیں، ماضی از بسا دینا، آباد کرنا، خوشبودار بنانا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کی خوشبو نے مغموم دلوں کی بند کلیاں کھول دی ہیں اور انہیں شاد و آباد فرمایا آپ جس راستے سے گذرے گلیاں کوچے آباد فرما دیئے۔ اس لئے کہ آپ کی مہک جملہ عوام میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر عالم میں ہر دکھ کی دوا آپ کی ذات ہے آپ کے نام سے کام بنتے ہیں اور دکھ ٹلتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا　　　　بگڑے بھی بنا دیتا ہے نامِ محمد (ﷺ)

اگلے شعر میں مزید تفصیل آرہی ہے یہاں چند حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں

وفی قصص الأنبیاء وغیرها أن آدم علیه السلام اشتاق إلی لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فأوحی الله تعالی إلیه هو من صلبک ویظهر فی آخر الزمان قال لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فأوحی الله تعالی إلیه فجعل الله النور المحمدی فی إصبعه المسبحة فلذالک سمیت تلک الأصبع مسبحة کما فی الروض الفائق أو أظهر الله تعالی جمال حبیبه فی صفاء ظفری ابهامیه مثل المرآة فقبل ادم ظفری ابهامیه ومسح علی عینیه فصار أصلاً له مریته فلما أخبر جبرائیل النبی صلی الله علیه وسلّم بهذه القصة قال علیه السلام من سمع اسمی فی الأذان فقبل ظفری العامیه ومسح علی عینیه لم یو ایدا. (روح البیان جلد۴ صفحہ ۶۴۹)

قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نورِ محمدی ﷺ چمکایا تو اُس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا جیسا کہ روض الفائق میں ہے اور آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حبیب کے جمال محمد (ﷺ) کو آنگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا اسی وجہ سے یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

فائدہ

اس روایت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے اسم گرامی چومنے پر بہشت کا ٹکٹ۔

(۲) آنکھوں کی روشنی اور اس کے دیگر ہر قسم کے امراض سے حفاظت۔

بنی اسرائیل میں ایک بدکار شخص تھا جس نے عرصہ دراز تک خدا کی نافرمانی کی جب وہ مرگیا تو بنی اسرائیل نے اُسے اُٹھا کر ایک گندی جگہ ڈال دیا

فاوحی اللہ علیٰ موسیٰ ان اخرج وصل علیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اُسے وہاں سے اُٹھا کر اُس کا جنازہ پڑھیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی بدکار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ھکذا کان الا انہ کلما نشر التورة ونظر علیٰ اسم محمد ﷺ قبلہ ووضعہ علی عینیہ و صلی علیہ. (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۶)

ہاں ایسا ہی تھا مگر جب تورات کھولتا تھا تو نام محمد ﷺ کو دیکھ کر اُسے چوم لیا کرتا تھا اور اپنی آنکھوں پر رکھ لیتا تھا اور درود شریف پڑھا کرتا تھا۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم ومحبت سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے مجھے فرمایا کہ اے محبوب مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اُسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (ابونعیم فی حلیۃ)

یعنی جس کا نام محمد واحمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ (سیرتِ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

فائدہ

بچوں کے نام محمد رکھنے سے دوزخ سے نجات اور بہشت کا داخلہ

ابن ابی ملیکہ ابن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی بیوی پیٹ سے ہو اور وہ اس بات کی نیت کرے کہ میں اس بچہ کا نام محمد رکھوں گا اللہ تعالیٰ اُسے نرینہ فرزند عطا کرتا ہے اور جس گھر میں محمد نام کا کوئی شخص ہوتا ہے تو خود اللہ تعالیٰ اس گھر میں برکت نازل فرماتا ہے۔ عبد الجلیل کی بیٹی جلیلہ نے خدمت مبارک میں عرض کی کہ اے رسولِ خدا میں ایک ایسی بدنصیب ہوں جس کے ہاں بچہ زندہ نہیں رہتا فرمایا تو اپنے ذمہ یہ بات لازم کرلے اور منت مان کہ اس دفعہ جو بچہ پیدا ہوگا تو میں اس کا نام محمد رکھوں گی مجھے امید ہے کہ وہ لڑکا طویل عمر پائے گا۔ جلیلہ کہتی ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے صالح فرزند عنایت کیا اور وہ زندہ بھی رہا یہاں تک کہ بحرین (ایک جگہ کا نام ہے) میں ان کی اولاد سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہیں۔ (نزہۃ المجالس)

خوشبوئے رسول ﷺ

بہت بڑی تفصیل گزری اور فقیر کا رسالہ ''خوشبوئے رسول ﷺ'' بھی پڑھیئے۔ تبرکاً یہاں عرض ہے

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ جس راستہ سے گذر جاتے چالیس دن تک خوشبو مہکتی رہتی۔

(۲) مسجد میں حضور اکرم ﷺ کا تشریف لانا صحابہ کرام کو آپ کی خوشبو سے معلوم ہوتا۔

(۳) ہر عضو میں خوشبو محسوس ہوتی مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سرورِ عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک کے لئے فرماتے ہیں کہ یہ ریشم سے بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبودار تھے جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر آپ اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر اپنے ہاتھ مبارک پھیرنے لگے میرے رخسار پر بھی آپ نے ہاتھ پھیرا

فوجدت لیدہ بردا وریحا کانما اخرجھا من جونۃ عطار. (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

تو میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

مامسست دیباجۃ ولا حریرا الین من کف رسول اللہ ﷺ ولا شممت مسکاً ولا عنبرۃ اطیب من رائحۃ النبی ﷺ. (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۴)

کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو حضور اکرم ﷺ کے کف دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک وعنبر وغیرہ خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کنت اصافح رسول اللہ ﷺ او لمس جلدی جلدۃ فاتعرفہ بعد فی یدی ورنہ لا طیب رائحۃ من المسک (مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

میں حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کرتا یا میرا جسم آپ کے جسم مبارک کو مس کرتا تو میں خوشبو محسوس کرتا اور آپ کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

شرح

اس شعر میں واضح فرمایا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے نگاہ تلطف سے کتنا نوازا کیسے نوازا۔

آدم علیہ السلام

(۱) جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوئے اور طرح طرح کی دنیوی مشقتیں جھیلیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو تین سو سال سر جھکائے اشکِ ندامت بہاتے رہے اور آسمان کی جانب سر نہ اُٹھایا۔ مسعودی فرماتے ہیں کہ اگر تمام روئے زمین کے رہنے والوں کے آنسو جمع کئے جائیں تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے مقابلے میں کم ہی نکلیں گے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو سے عود، رطب، زنجبیل، صندل اور طرح طرح کی خوشبو پیدا فرمائیں اور حضرت حوا کے آنسو سے لونگ و جائفل وغیرہ پیدا فرمائے بعد ازاں حق تعالیٰ نے کلمات الہام فرمائے جن کی وجہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی اور وہ کلمات نامِ نامی اسمِ گرامی محمد ﷺ تھے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام ہند میں اتارے گئے ان کو وحشت ہوئی جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے یوں اذان کہی ''اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھدان لا الٰہ الا اللہ دوبار کہا اشھدان محمد رسول اللہ دوبار'' آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا محمد ﷺ کون ہیں۔ جبریل امین نے فرمایا یہ آپ کی اولاد میں آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲، فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ

اب بھی اذان میں وہی تاثیر ہے کہ غمزدوں کو سنائی جائے تو غم ٹل جاتے ہیں۔ درمختار میں باب الاذان میں اذان کہنا سنت پر ایک جامع شعر لکھا کہ

فوض للصلوة وفی اذان الصغیر — وقت الحریق وللحرب الذی دقعا
خلف المسافر والغیلان ان ظهرت — فاحفظ ست من الذی قد شرعا
وزید اربع درهم وذوغضب — مسافر ضل فی قفر ومن صرعا

(۱) اذانِ پنجگانہ کے وقت (۲) نومولود کے کان میں (۳) آگ لگنے کے وقت (۴) جنگ کے وقت (۵) مسافر کے پیچھے (٦) جن کے اثر والے پر (۷) غصہ والے پر (۸) مسافر بھول جائے تو (۹) مرگی والے پر (۱۰) غم دور کرنے کے لئے۔

فائدہ

اس مسئلہ کی مزید توضیح و تحقیق امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ ''ایذان الاجر'' اوران کے طفیل فقیر نے رسالہ لکھا ہے ''اذان برقبر'' کا مطالعہ کیجئے۔

سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

حضرت عبداللہ و عمر و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایات بار بار مذکور ہوئی ہیں کہ ان کا پاؤں مفلوج ہوگیا تو حضور سرورِ عالم ﷺ کے اسم گرامی زبان پر لانے سے انہیں شفاء ملی۔

اس موضوع پر فقیر کی ایک تصنیف ہے ''شہد سے میٹھا نامِ محمد'' صرف تبرکاً ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت عارف رومی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں لکھا کہ

بود درانجیل نامِ مصطفی — آں سرِ پیغمبراں بحرِ صفا

بود ذکر حلیه هاو شکل اُو — بود ذکر غزو صوم واکل اُو

طائفه نصرانیاں بهرثواب — چوں رسید ندے بداں نام وخطاب

بوسه داد ندے بداں نام شریف — رونهادندے بداں وصف لطیق

نسل ایشاں نیز هم بسیار شد — نور احمد ناصر آمد یا رشد

واں گروه دیگر از نصرانیاں — نور احمد داشتندے مستهاں

مستهاں خوار گشتند آں قریق — گشته محروم از خود وشرط طریق

هم محیط دین شاں وحکم شاں — از پئے طور ماماۓ کثر بیاں

نام احمد چوں چنیں یاری کند — تاچه نورش چوں مدد گاری کند

نام اُو احمد حصار سے شدحصیں — تاچه باشد ذات آں روح الامین

(۱) انجیل میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام مبارک درج تھا وہ مصطفیٰ جو پیغمبروں کے سردار اور بحر صفا ہیں۔

(۲)نیز آپ کے اوصافِ جسمانیہ شکل وشمائل جہاد کرنے ،روزہ رکھنے اور کھانے پینے کا حال بھی درج تھا۔

(۳)عیسائیوں کی ایک جماعت میں جب اس نامِ پاک اور خطاب مبارک پر پہنچی تو وہ لوگ بغرضِ ثواب اس نام شریف کو بوسہ دیتے اس ذکر مبارک کو بطورِ تبرک چومتے تھے۔

(۴)ان کی نسل بڑھی حضور اکرم ﷺ کا نور مبارک ان کا ناصر و مددگار ہوا۔

(۵)ایک گروہ نصرانی بد بخت بھی تھا جو حضور اکرم ﷺ کے نور سے پیار نہیں کرتا بلکہ گستاخ تھا۔

(٦)وہ ذلیل وخوار ہوئے اور راہِ حقیقی سے بھی محروم رہے۔

(۷)یہ ساری نحوست ان کی غلط بیانی اور غلط روی سے ہوئی۔

(۸)جب حضور اکرم ﷺ کا نام مددگاری کرتا ہے تو آپ کے نور کی مدد کا کیا مرتبہ ہوگا۔

(۹)جب آپ کا نام حصار اور مضبوط قلعہ ہے تو پھر آپ کی ذات کا کیا کہنا۔

انتباہ

یہ مضمون قرآنی آیت "وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ" سے مؤید ہے۔تفصیل دیکھئے "شہد سے میٹھا نامِ محمد"

ایک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا

تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

حل لغات

آزار (فارسی ،مذکر) دکھ،تکلیف،بیماری۔

شرح

ہمارا دل اور اس کے دکھ درد کوئی اتنا بڑا کام نہیں کہ اے حبیب کریم ﷺ آپ سے اس کا علاج نہ ہوسکے آپ کا کمال تو مشہور ہے کہ آپ نے چلتے پھرتے مردے زندہ فرمادیئے یعنی جو کفر و شرک کے باعث مُردوں سے بھی بدتر تھے آپ نے انہیں ایمان وایقان کی روح عطا فرما کر زندہ فرمادیا۔

مُردوں کو زندہ کرنا

(۱)امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا جب تک میری بیٹی زندہ نہ ہو جائے۔آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔اس نے آپ کو اپنی

بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا"لبیک وسعدیک" نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دنیا میں پھر آجائے ؟اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ !قسم ہے اللہ کی میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے والدین سے بہتر پایا اور اپنی آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔(مواہب لدنیہ)

تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۴۷ میں الامام الشیخ مولانا اسمٰعیل حقی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ذکر ان النبی ﷺ بکی بکاء شدیدا عند قبرامه وغرس شجرة بابسة قال ان اخضرت فهو علامة لامکان ایمانهما فاخضرت ثم خرجا من قبره همابرکة دعاء النبی ﷺ واسلما وارتحلا.

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ شریفہ کی قبر گرامی پر بے حد گریہ زاری کی اور ایک خشک درخت لے کر والدہ ماجدہ کی قبر کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلب گرامی میں گمان کیا اگر یہ درخت قدرت ربانی سے سرسبز و شاداب ہوگیا تو یہ میرے والدین شریفین کے قبولِ اسلام کی علامت ہوگی پھر وہ درخت خدا کی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہوگیا اور حضور پُرنور ﷺ کے والدین گرامی حضور پُرنور کی دعا سے زندہ ہوگئے اور دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد وفات پاگئے۔

مجددِ مائۃ عاشر حضرت امام جلال الدین سیوطی نوراللہ مرقدہ الدرج الحفیہ صفحہ ۷ بعد ذکر حدیث ہذا رقم طراز ہیں کہ روایت کیا اس حدیث کو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں اور محدث دارقطنی اور ابن عساکر نے غرائب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اور امام محدث ابوحفص بن شاہین نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں اور محبّ طبری نے سیرتِ نبوی میں امام سہیلی نے روض الانف میں اور امام قرطبی نے تذکرہ میں اور ابن منیر اور فتح الدین الدمشقی نے اور دوسرے اہل علم حضرات نے جیسے صلاح الدین صفدی اور حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنے ابیات میں ذکر کیا ہے۔

وجعلوه ناسخالما خالفه من الاحادیث متاخره ولم یبالوا لضعفه لان الحدیث الضعیف یعمل فی الفضائل والمناقب

اور اس حدیث شریف کی دوسری تمام مخالف حدیثوں کے لئے ناسخ قرار دیا ہے اور اس بارے میں ضعف اسناد کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ جمہور علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل اور مناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

عـن عـائشة رضـی الـلـه تـعـالیٰ عنها قالت ان النبی ﷺ نزل الحجون کیئبا جزینا فاقام بها ماشاء الله عزوجل ثم رجع مسرورا قال سئالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

امام طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بموقع حج الوداع کے حجون قبرستان مکہ معظّمہ زاداللہ شرفاوتکریما میں نزول فرمایا درآں حالیکہ حضور پُرنور ﷺ بے حد غمگین وحزین تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ تک وہاں اقامت اختیار کی جس قدر خداوند کریم کو منظور تھی پھر جنابِ رسالت مآب ﷺ نہایت خوش وخرم میرے پاس تشریف لائے فرمایا اے عائشہ میں نے اپنے پاک پروردگار سے سوال کیا اس نے اپنے فضل وکرم سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کردیا اس نے میری نبوت ورسالت کی دعوت کو تسلیم کرلیا پھر فوت ہوگئیں۔ (مواہب لدنیہ صفحہ ۳۳، ماثبت السنۃ صفحہ ۳۷، التعظیم والمنۃ للسیوطی)

سید احمد حموی شارح الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۵۳ میں لکھتے ہیں کہ

فان قلت الحدیث الذی ورد فی احیائهما موضوعاً قلت زعمه بعض الناس الا ان الصواب ائمة ضعیف ولقد قال الحافظ ناصر الدین الدمشقی حیث قال

حبا الله النبی مزید فضل　　علی فضل وکان به رؤفا

فاحیاامه وکذااباه　　لایمان به فضلا لطیفا

فسلم فالاللہ به قدیرا　　وانکان الحدیث به ضعیفا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو بہت بڑی عقل سے نوازا آپ کو رؤف کا خطاب بخشا، اپنے ماں اور باپ کو زندہ فرمایا تاکہ ان پر مزید لطف وفضل ہو۔ یہ مسلم ہے کیونکہ اللہ قادر ہے اگرچہ یہ معجزہ حدیث ضعیف سے ثابت ہے۔

اس معجزہ کے مزید حوالہ جات

حضور اکرم ﷺ نے اپنے والدین کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ حضرت پر ایمان لائے۔ کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۳، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵، جواہر البحار جلد ا صفحہ ۸۱ عنہ، جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۷۰ از ابن حجر مکی صفحہ ۶۹ ۱۳ از جمل، وتسعہ رسائل سیوطی، تذکرہ امام قرطبی ومختصر تذکرہ قرطبی للشعرانی، اخبار الاخیار صفحہ ۱۳۵، شمول الاسلام اعلیٰ حضرت ورسالہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۶۰۰ تحت آیت ''اِنَّ اللّٰهَ لَه مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ا يُحْيِي وَ يُمِيْتُ ا'' جلد ۴ صفحہ ۳۷۲۔

فائدہ

حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق دیکھئے امام احمد رضا کی تصنیف ''شمول الاسلام'' ان کے فیض سے فقیر نے کتاب ''ابوین مصطفیٰ'' لکھی جو خوب ہے۔

حافظ ابونعیم نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید (ایک قسم کا کھانا ہے جو روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت کے شوربے میں تر کرنے سے تیار کیا جاتا ہے) بنایا پھر میں اُسے حضور اکرم ﷺ کے پاس لے گیا آپ نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کرلو۔ میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو اس طرح وہ کھانے لگے جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچا رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی آپ نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا یہ سن کر میری بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ٦٧)

فائدہ

تاریخ الخمیس میں ہے کہ آپ نے حضرت جابر کے دو بیٹے بھی زندہ فرمائے۔

غزوۂ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلودہ گوشت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ بھیجا آپ اس میں سے بازو اُٹھا کر کھانے لگے وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ وہ یہودیہ طلب کی گئی تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔

فائدہ

یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا مردہ ہی تھا۔

انتباہ

بکری کے زہر کی پہلے خبر نہ دینا یہودیوں کو اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے تھا کہ میں وہی آخرالزمان نبی ﷺ ہوں جس کا ذکر تمہاری کتابوں میں ہے۔ لو دیکھ لو میرے ساتھ تمہارا زہر آلودہ گوشت گفتگو کررہا ہے۔ مزید تحقیق فقیر نے اپنی کتاب ''غایۃ المامول فی علم الرسول'' میں لکھ دی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہوگئے۔ چنانچہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اس جوان کو کفنا دیا اور اس کی ماں کو پُرسہ دیا ماں نے کہا میرا بیٹا مر گیا ہے ہم نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے دعا کی یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی علیہ السلام کی طرف امید پر ہجرت کی کہ تو میری ہر مشکل میں مدد کرے گا اس مصیبت سے مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس نوجوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اُٹھایا اور کھانا کھایا ہم بھی اس کے ساتھ کھانے میں شامل تھے۔ (مواہب لدنیہ)

فائدہ

یہ مردوں کو زندہ کرنے کا کام آپ کی امت کے اولیاءِ کرام سے بھی بکثرت ثابت ہے۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''بڑھیا کا بیڑا اور غوثِ اعظم'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

حل لغات

نثار، کوئی شے صدقے کے طور پر کسی کے سر پر بکھیرنا، نچھاور کرنا، صدقے قربان۔ غم بھلا دیئے، ماضی یعنی غم غلط کردیئے یعنی دل بہلائے اور راحت وخوشی سے بدل دیا۔

شرح

آپ پر قربان جاؤں کہ آپ کی کتنی رحمت وشفقت وسیع ہے کہ کوئی کتنے ہی بڑے دکھ درد اور رنج والم میں ہو آپ

کا نامِ پاک زبان پر آنے کی دیر ہے تمام غم اور دکھ درد بھول جاتے ہیں۔

فداہ ابی وامی

ان کے نثار کہہ کر امامِ اہل سنت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت پر عمل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت تھی کہ جب حضور نبی پاک ﷺ کا اسمِ گرامی زبان پر لاتے تو کہتے "فداہ ابی و امی"

غم ٹال وظیفہ

اس شعر میں امام احمد محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دکھ درد اور مصائب ومشکلات ٹالنے کا بہترین وظیفہ بنایا ہے۔قرآن مجید کی آیت صلوٰۃ وسلام بھی اس کی قوی دلیل ہے۔چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی صلی اللہ علی سیدنا محمد کا ورد کرے تو اس کی برکت سے اُس کے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ اس سے لوگ محبت اس لئے کریں گے کہ وہ حق تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔اسی طرح دوسری روایت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد کا ورد کرے اس کا قلب نفاق سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے پانی سے کپڑا۔(کتاب الصلوٰۃ والبشر)

(۲) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو تو پڑھو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد" تو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کا ایک ایسا فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو تمہاری غیبت سے روکے گا۔(کتاب مذکور)

(۳) علامہ شیخ حقی نازلی علیہ الرحمۃ نے خزینۃ الاسرار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۱ میں یوں روایت کی

اخرج ابن ابی الدنیا من قال صلی اللہ علیک یا محمد سبعین مرۃ ناواہ ملک صلی اللہ علیک یا فلان لم تسقط لک حاجۃ الا قضیت.

ابن ابی الدنیا محدث علیہ الرحمۃ نے حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص نے "صلی اللہ علیک یا محمد" ستر بار کہا فرشتہ اُسے پکارتا ہے اے فلاں تجھ پر بھی رحمت تیری ہر حاجت پوری کی جائے گی۔

حکایت

ایک عورت نے اپنے لڑکے کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُسے عذاب ہو رہا ہے اس سے سخت غمگین ہوئی پھر دیکھا اس کے بیٹے کو نور و رحمت سے نوازا جا رہا ہے اس کی وجہ پوچھی تو بیٹے نے کہا قبرستان سے کوئی شخص گزرا ہے

جس نے حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخشا ہے اس سے مجھے بھی حصہ ملا ہے اس کی برکت کا یہ حال ہے جو تو نے دیکھ لیا۔ (روح البیان پارہ ۲۲ آیۃ صلوٰۃ وسلام)

حکایت

مولانا شمس الدین کیشی کے علاقہ میں ایک دفعہ وباء کا حملہ ہوا تو انہیں خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کوئی ایسی دعا فرمائیے جس کی برکت سے وباء دفع ہو۔ آپ نے مذکورہ بالا درود شریف بتا کر فرمایا جو شخص اسے پڑھے گا طاعون اور وباء سے محفوظ رہے گا۔ (روح البیان پارہ ۲۲ آیۃ مذکورہ)

اگر ز آفت دوران شکسته حال شوی — اما ن طلب ز جناب مقدس نبوی

وگر سهام حوادث ترا نشانه کند — پناه بر حصار طلب درودِ مصطفوی

اگر دورِ زمانہ کی آفت سے تم شکستہ حال ہوئے ہو تو جناب محمد عربی ﷺ سے پناہ تلاش کرو اگر تمہیں حوادثِ زمانہ نے اپنے تیر کا نشانہ بنایا ہے تو درودِ مصطفویٰ کے حصار سے پناہ ڈھونڈو۔

فائدہ

وہ درود شریف جو حضور سرورِ عالم ﷺ نے مولانا کیشی مرحوم کو سکھایا مندرجہ ذیل ہے اور روح البیان پارہ ۲۲ آیۃ صلوٰۃ وسلام کے ماتحت مذکور ہے

اللهم صل على محمد وآل محمد بعدد داء ودواء

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حل لغات

ہم سے، ہمارے جیسے۔ پھیری، طواف، چکر، گشت۔ جما سے ماضی از جما دینا بمعنی چسپاں کرنا، ٹھاننا، مضبوط کرنا، ترتیب سے لگانا، ڈال دینا۔

شرح

ہمارے جیسے گدا اپنے وقت پر جالی مبارک یا قدمین کی طرف یا ریاض الجنۃ کی جانب سے بارگاہِ حبیب ﷺ پر حاضری کے لئے اُٹھتے ہیں اور چند لمحات کے بعد واپس چلے جاتے ہیں لیکن ہم نے اب سے دل میں ٹھان لی ہے کہ بس

درِاقدس پر بستر لگا دینا ہے یعنی در پر پڑے رہیں گے واپسی کا نام تک نہ لیں گے۔

اوقاتِ حاضری

حضور سرورِ عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کے دروازے زائرین کے لئے گیارہ بجے کے بعد عموماً بند ہو جاتے ہیں سوائے رمضان المبارک کے پچھلے دن یا کبھی کبھی پورا مہینہ پھر صبح کو تہجد کی اذان کے وقت کھلتے ہیں تو اس وقت عشاق کی حاضری کا نظارہ دیدنی ہوتا ہے بعض تو اسی وقت دروازے کے کھلنے کے لئے گھنٹوں پہلے آ کر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد دن تا شب دس بجے کے دوران بھی زائرین جالی اقدس کے سامنے حاضری کے اوقات اپنے طور پر مقرر کر لیتے ہیں۔ اسی کو امام اہل سنت نے پہلے مصرعہ میں ادا فرمایا ہے دوسرے مصرعہ میں فرمایا کہ پھیری کو اُٹھنا تو عام بات ہے۔ عاشق کامل تو بستر ہی درِاقدس پر جما کر بیٹھ جاتا ہے ایسے عشاق کو ہم نے دیکھا کہ قدمین شریفین کی طرف پڑے ہیں یا ریاض الجنۃ کی شرقی دیوار کے قریب بیٹھے ہیں غرضیکہ عاشقان کا تبین کی ترجمانی کسی دوسرے شاعر نے یوں کی ہے

دن کو پھروں گلیوں میں مانگتا　　　اور رات بھر رہوں درِسرور کے سامنے

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیئے ہیں

حل لغات

ڈبو دو از ڈبونا بمعنی غرق کرنا، برباد کرنا، بنی ہوئی بگاڑنا۔ لنگر اُٹھا دیئے از لنگر اُٹھانا، کشتی جہاز کا چلتا کرنا۔

شرح

ہم تو اے حبیب کریم ﷺ آپ کے ہاں حاضری کا عزم کر چکے ہیں اور آپ کی جانب روانگی سے قبل جہاز کو چلتا کر دیا۔ اب آپ کی مرضی پر ہے غلاموں کو حاضر ہونے دو یا غرق کر دو۔

اس شعر میں یہ عقیدہ ظاہر فرمایا ہے کہ خود کو حضور اکرم ﷺ کے حوالے کر دے گویا اس شعر کا مصداق بن جائے

سپردم بتو مایه خویش را　　　تودانی حساب کم وبیش را

میں نے خود کو آپ کے سپرد کیا ہے اس لئے کہ آپ ہی کمی بیشی کو خوب جانتے ہیں۔

اس لئے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نائب خدا و خلیفہ اعظم ہیں۔ علاوہ ازیں ہر امتی کے براہِ راست مرشد ہیں تو مرید کا کام ہے کہ اپنا ہر معاملہ مرشد کے سپرد کرے۔

"وَ یُـــزَکِّیۡهِـمۡ ا..." جیسی آیات سے فقیر پہلے بھی دلائل سے ثابت کر چکا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ ہر ایک امتی کا تزکیہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ملاتے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔اس کے چند شواہد بھی قائم کئے۔

امام احمد رضا قدس سرہ براہِ راست حضور سرورِ عالم ﷺ کو اپنا مرشد و رہبر بتاتے ہیں اور جن اولیاءِ کرام کو ہم اپنا مرشد و رہبر بناتے ہیں یہ حضرات حضور اکرم ﷺ کے نائبین ہیں یہ ایسے ہے جیسے سابقہ امم میں حقیقۃً نبوت تو حضور اکرم ﷺ جاری تھی دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ کے نائبین وخلفاء تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

ان اکرم خلیفة الله ابو القاسم صلی الله علیه وآلهٖ وسلم. (رواہ البیھقی)

اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ حضور اکرم ﷺ ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ جو مرید خود کو مرشد کے سپرد کر دے وہ ہر وقت کامیاب رہتا ہے۔

دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری کو روکو
مشکل میں ہیں براتی پُرخار بادیے ہیں

حل لغات

دولہا، نیا شادی شدہ جوان۔ پیارا، عزیز از جان۔ براتی، شادی کے جلوس والے، دولہا کے ساتھی۔ پرخار، باء فارسی کا پیش بمعنی بھرا ہوا، لبریز۔ پُرخار، کانٹا۔ بادیے، بادیہ کی جمع (فارسی مذکر) تانبے کا بڑا پیالہ، جنگل، بن یہی معنی مراد ہیں۔

شرح

یہ شعر اس منظر کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حضور سرورِ عالم ﷺ کو میدانِ حشر میں جب لے جایا جائے گا تو آپ مزارِ مبارک سے باہر تشریف لائیں گے تو آپ برات سوار کر کے روانہ ہوں گے تو ملائکہ کرام اور امت تمام بمنزلہ برات آپ کے ساتھ ہدایا و تحائف صلوٰۃ وسلام پیش کرتی ہوگی۔فقیر ان روایات کو یہاں لکھتا ہے

دولھا کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

انا اول من ینشق عنه الارض فاجلس جالسا فی قبری فیفتح باب الی السماء بحیال راسی حتی

انظر الی العرش ثم یفتح لی باب من تحتی حتی انظر الی الارض السابعة حتی انظر الی الثری ثم یفتح باب عن یمینی حتی انظر الی الجنة ومنازل اصحابی وان الارض تحرکت بی فقلت لها مالک ایتها الارض فقالت ان ربی امرنی ان القی ما فی جوفی (تفسیر مظہری جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۸)

سب سے پہلے میری قبر کھلے گی میں اپنی قبر میں بیٹھ جاؤں گا میرے سر کے بالمقابل آسمان کی طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا یہاں تک کہ میں عرش کو دیکھ لوں گا پھر میرے نیچے میرے لئے ایک دروازہ کھولا جائے گا یہاں تک کہ میں ساتوں زمین دیکھ لوں گا حتی کہ تحت الثریٰ تک میری نظر پہنچ جائے گی پھر میرے دائیں طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا حتی کہ میں جنت اور اپنے صحابہ کے مکانات دیکھ لوں گا اور زمین مجھ سے حرکت کرے گی میں اُسے کہوں گا اے زمین تجھے کیا ہو گیا ہے پس وہ جواب دے گی کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں اُسے باہر نکال پھینکوں۔

براتی ملائکہ کرام

مامن یوم یطلع الا نزل سبعون الفا من الملائکة حتی یحفوا بقبر رسول اللہ ﷺ یضربون باجحتهم ویصلون علی رسول اللہ ﷺ حتی اذا امسوا عرجوا وهبط مثلهم فصنعوا مثل ذالک حتی اذا انشقت عنه الارض خرج فی سبعین الفا من الملائکة یزفون. (مشکوٰۃ باب الکرامات)

کوئی دن طلوع نہیں کرتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے بازو قبر پر پھیلا دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے دوسرے آجاتے ہیں اور صبح تک یہی کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جبکہ آپ کی قبر کھلے گی اور آپ قبر سے برآمد ہوں گے اور ستر ہزار فرشتے رب کے محبوب کو بارگاہِ رب العزت میں لے جائیں گے۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفٰی نے دریا بہا دیئے ہیں

حل لغات

اللہ، تعجب کے وقت بولتے ہیں، واہ، آہا، اوہ، آہ۔

شرح

تعجب ہے کہ اب بھی دوزخ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی جبکہ رسول اکرم ﷺ نے امت کے غم میں رورو کر آنسوؤں کے دریا بہادیئے ہیں۔

گریۂ رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور رونے کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تابنے کی دیگ (کے جوش) کی مانند آواز آرہی ہے۔ (شمائل ترمذی)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

حل لغات

قطرہ (عربی مذکر) بوند، بوند برابر۔ دُر، موتی۔ بے بہا (فارسی) انمول، بہت قیمتی۔

شرح

میرے کریم ﷺ سے اگر کسی نے بوند برابر یعنی بالکل معمولی خیرات مانگی تو آپ نے اس سائل کے لئے دولت کے دریا بہادیئے بلکہ اُسے قیمتی اور انمول جوہر عطا فرمائے۔

جودوسخا

اس شعر میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے جودوسخا کا بیان ہے۔ فقیر نے اس کے متعلق شرح ہذا کے حصہ اول میں بہت کچھ لکھا ہے یہاں تبرکاً چند واقعات حاضر ہیں۔

حضوراکرم ﷺ کے خزانچی کا بیان

حضرت بلال موذن حضوراکرم ﷺ کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبداللہ ہوازنی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کا حال پوچھا انہوں نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ نہ رہتا تھا بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا آپ مجھے حکم دیتے میں کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر اسے اُڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔

جودوسخا سے راحت

ایک دفعہ ایک سائل آپ کی خدمت شریف میں آیا آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کر لے جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا یارسول اللہ خدا نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت عمر فاروق کی یہ بات حضور ﷺ کو پسند نہ آئی انصار میں سے ایک شخص بولا یارسول اللہ عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف نہ کیجئے یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی پائی گئی فرمایا اسی کا امر کیا گیا۔ (ترمذی)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال لایا گیا اور زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ ان کے چچا حضرت عباس آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھے اس مال میں سے دیجئے کیونکہ جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا تھا۔ آپ نے فرمایا لے لو۔ حضرت عباس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا پھر اُٹھانے لگے تو نہ اُٹھا سکے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کسی سے فرما دیں کہ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دے آپ نے فرمایا کہ میں کسی سے اُٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے آپ خود اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں بھی نہیں اُٹھاتا پس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے کچھ گرا دیا پھر اُسے کندھے پر اُٹھا لیا اور روانہ ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ اُنہیں دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ (بخاری)

یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طمع وحرص دنیوی سے نہ تھا بلکہ آپ کثیر العیال تھے اسی لئے چاہتے تھے کہ جتنا زیادہ لے جائیں گے عیال کو فائدہ ہوگا۔

فائدہ

کسی بزرگ نے آپ کی سخاوت اور جودوکرم کو ایک شعر میں بیان فرمایا ہے

نرفت بزبان مبارکش ہرگز　　　　گر در اشھدان لاالہ الا اللہ

سوائے کلمہ شہادۃ کے کبھی لا (نہ) آپ کی زبانِ اقدس سے نہ نکلا جو شخص آپ سے کوئی شے مانگتا تو آپ نہ نہ فرماتے اگر

وقت پر وہ شے موجود نہ ہوتی تو سکوت فرماتے یا اس کی دلجوئی فرماتے بسا اوقات یہ بھی فرما دیتے کہ میرے نام پر قرض لے لے میں اسے ادا کروں گا۔

فائدہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو مال دیا تھا بروایت ابنِ ابی شیبہ ایک لاکھ درم تھا۔

دریا بہا دیئے

(۱) ترمذی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نوے ہزار درہم آئے اور چٹائی پر رکھے گئے آپ نے سب تقسیم فرما دیئے اور کسی سائل کو رد نہ کیا یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا۔

(۲) جب جنگِ حنین میں فتح ہوئی مالِ کثیر ہاتھ آیا آپ نے ایک ایک بدوی کو سو سو اونٹ اور ہزار ہزار بکریاں عطا فرمائیں۔

(۳) اسی دن صفوان بن امیہ نامی ایک شخص کو حضور نے سو بکریاں عطا فرمائیں پھر سو اور عطا فرمائیں۔

(۴) امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ روزِ حنین آپ نے صفوان کو ایک وادی عطا فرمائی جو اونٹ اور بکریوں سے بھری ہوئی تھی پس صفوان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس امر پر کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر جود و عطا میں کوئی نہیں۔

(۵) ابی سفیان یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج کے روز قریش میں سب سے زیادہ مالدار آپ ہی ہیں مجھ کو بھی اس مال سے کچھ عطا فرمائیے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اس کو دو پھر سفیان نے کہا کہ میرے لڑکے یزید کا بھی حصہ دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اس کو بھی عطا فرمائے پھر سفیان نے عرض کی میرے لڑکے معاویہ کا بھی حصہ دیجئے حکم فرمایا کہ اس کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیئے جائیں۔ پس ابی سفیان نے عرض کی خدا کی قسم میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ زمانہ جنگ و زمانہ آشتی دونوں میں کریم ہیں خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

(۶) صاحب مواہب لدنیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یوم فتح حنین کے دن جو مال آپ نے لوگوں کو عطا فرمایا وہ حساب سے پانچ سو ہزار تھا۔ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو پانچ سو ہزار تھا اگر ہزار دو ہزار ہوتا تو بھی آپ اس کو اسی طرح لوگوں کو عطا فرما دیتے اور کسی کو محروم نہ فرماتے کہ آپ کا جود و سخا حصر و اندازہ سے باہر تھا

فان من جودک الدنیا وضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

بیشک آپ کے جود سے دنیا وآخرت ایک معمولی حصہ ہے اور آپ کے علوم میں لوح وقلم کا علم ایک جزو ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ بحرین سے بہت مال آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسجد میں ڈال دو مال کی طرف ذرہ بھی توجہ نہ فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد تشریف لائے اور تمام مال اُسی وقت تقسیم کر دیا غرضیکہ جس طرح ممکن ہوتا آپ صدقات وخیرات وعطیات فرماتے باوجودیکہ اپنا یہ حال تھا دو دو ماہ تک گھر میں کھانا نہ ہوتا آپ شکمِ مبارک پر پتھر باندھتے۔

یاد رہے کہ آپ کا یہ فقر وفاقہ اختیاری تھا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''البشریۃ لتعلیم الامۃ''

(۷) حدیث شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

اللہ اجود وجواد انا اجود

اللہ تعالیٰ سخیوں کا سخی ہے پھر میں تمام مخلوق میں بڑا سخی ہوں۔

عادتِ سخاوت

اگر آپ کا قرض کسی پر آتا تو اسے معاف فرمادیتے بسا اوقات آپ اشیاء خریدتے اور قیمت دینے کے بعد ہی اس چیز کو بھی دینے والے کو عنایت فرمادیتے اور کبھی قیمت میں زیادتی فرمادیتے، کبھی قرض لیتے تو اس سے زیادہ صاحب قرض کو عطا فرماتے، جب آپ کسی محتاج کو دیکھتے تو اپنے کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑا اسے عطا فرمادیتے باوجودیکہ ان کی آپ کو ضرورت ہوتی۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے دوسرے مقام پر کیا خوب فرمایا

واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہیں ذرہ تیرا

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں خسروا عرش پر اُڑتا ہے پھریرا تیرا

ان اشعار کی شرح اسی شرح الحقائق کی جلد اول میں ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

حل لغات

ملک (بضم المیم) ولایت، علاقہ، راج۔ سخن (بفتح اول وبضم ثانی یا بضم سین وسکون الخاء) فارسی لفظ ہے بمعنی بات چیت، قول۔ مسلم، اسم مفعول از تسلیم، قرار کھا گیا، مانا گیا، درست، ٹھیک، واجب، سونپا گیا، اعتبار کیا گیا۔ سمت (عربی مونث) راہ، روش، جانب، رُخ۔ سکے بٹھا دیئے، سکہ بٹھانا، اپنے نام کا روپیہ چلانا، رعب جمانا یہی معنی مراد ہے۔

شرح

اے احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملکِ سخن کی شاہی تو آپ کو سونپ دی گئی ہے آپ کا کمال ہے کہ جس جانب ہو گئے ہیں اسی طرف پر رعب جما دیا کہ پھر کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

تحدیث نعمت

جسے اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے اسے ظاہر کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

احادیث مبارکہ

حدیث شریف میں ہے

التحدث بالنعمة شكر

نعمتوں کا بیان کرنا بھی شکر ہے۔ (روح البیان)

التحدث بالنعمة شكر وتركه كفر

نعمتوں کا بیان کرنا شکر اور بیان نہ کرنا کفر ہے۔ (ایضاً)

قرآن واحادیث سے ثابت ہوا کہ ہر صاحبِ نعمت کو اظہارِ نعمت ضروری ہے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر مذکور خود ستائی نہیں بلکہ اظہارِ نعمت ہے اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے خوب نوازا

بالخصوص علمی دولت کہ باید و شاید۔ آپ کی تصانیف کو مطالعہ کرنے والوں اور سوانح پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ آپ پچاس علوم وفنون کے نہ صرف عالم بلکہ ماہر اور حاذق تھے ان میں بعض کے تو خود موجد بھی تھے۔

ان پچاس علون وفنون کی فهرست

جن میں آپ کی تصانیف و تالیفات موجو دهیں

۱ عقائد ۳۱	۲ کلام ۱۷	۳ تفسیر ۷	۴ تجوید ۳	۵ رسم خط قرآن مجید ۱	۶ حدیث ۱۱	۷ اصول حدیث ۲	۸ فضائل ومناقب ۳۱	۹ اذکار ۵	۱۰ ترغیب وترتیب ۱
۱۱ سیر ۳	۱۲ فقہ ۵۰	۱۳ اُصول فقہ ۹	۱۴ تصوف ۳	۱۵ سلوک ۲	۱۶ اخلاق ۲	۱۷ ادب ۶	۱۸ نعت ۲	۱۹ تاریخ ۳	۲۰ مناظرہ ۱۸
۲۱ تکسیر ۱	۲۲ علم الوقف ۱	۲۳ جفر ۳	۲۴ توقیت ۶	۲۵ ریاضی وہندسہ ۶	۲۶ ہیأت ۳	۲۷ زیجات ۱	۲۸ حساب ۱	۲۹ ارثماطیقی ۳	۳۰ مناظرہ ۱۸
۳۱ تنجیم ۱	۳۲ ردہنود ۱	۳۳ ردآریہ ۲	۳۴ ردنصاریٰ ۹۳	۳۵ ردنیچریہ ۷	۳۶ ردندوہ ۱۷	۳۷ رددیوبندیہ ۶	۳۸ ردا سمٰعیل دہلوی ۱۰	۳۹ ردنانوتوی ۱۱	۴۰ ردگنگوہی ۲۵
۴۱ ردتھانوی ۹	۴۲ ردنذیرحسین ۶	۴۳ ردغیرمقلدین ۲۶	۴۴ ردوہابیہ ۷۶	۴۵ ردروافض ۴	۴۶ ردنواصب ۱	۴۷ ردمفضلہ ۷	۴۸ ردتفضیلیہ ۷	۴۹ ردمتصوفہ باطلہ ۳	۵۰ عشقی ۵
☆	مطبوع ۱۱۲	بیضہ ۱۲۸	مسودہ ۵۴	ناتمام ۱۶	ازا جملہ گمشدہ ۴	عربی ۱۰۰	فارسی ۲۷	اردو ۳۲۳	☆

تبصرہ أویسی غفرلہ

یہ تصانیف ایک دو ورق کے کتابچے نہیں بلکہ بعض تو ان میں ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں مثلاً فتاویٰ رضویہ جہازی سائز پھر ضخیم جلدوں پر مشتمل پھر اس میں سینکڑوں رسائل وکتب کئی معرکۃ الآرا تحقیقات میں موجود ہیں اور آپ کی جملہ تصانیف نہ کسی کا ادھار کھاتہ ہے کہ کسی مضمون کو دوسرے مضمون میں گھسیڑا گیا ہے اور غور سے دیکھا جائے تو آپ کی ہر تحقیق سمندر کی موجیں ہیں کہ جدھر دیکھو علمی دریا بہتے نظر آتے ہیں ہر تصنیف اپنے موضوع کے اعتبار سے دریا در کوزہ کی مانند ہے اس کی تفصیل کے لئے بھی ایک ضخیم تصنیف درکار ہے۔

ملکِ سخن

سخن کا اطلاق شعر وشاعری پر آتا ہے اور شعر وشاعری میں امام احمد رضا نہ صرف بادشاہ بلکہ اس فن میں شعراء نے

آپ کوشہنشاہ مانا ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر عرض کر دی گئی ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اگر چہ سخن کا اطلاق شعر و شاعری پر سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ پر علمی وعقلی کے فنون خواہ ان کے ایجاد کردہ ہیں یا پہلے سے چلے آرہے ہیں فن تفسیر سے لے کر فن تنجیم تک ہر ایک کے شہنشاہ معظم ہیں یہ نہ صرف دعویٰ ہے بلکہ ہر صاحب فن کو دعوت ہے کہ وہ اپنے فن کی تحقیقی منزل کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کے مضامین تحقیقیہ پر غائرانہ نگاہ سے دیکھے اس کے بعد اگر تعجب نہیں تو لازماً کہہ اُٹھے گا

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم

فقیر ذیل میں ایسے دو گواہ لاتا ہے جنہوں نے غائرانہ طور پر امام احمد رضا کے متعلق مافی الضمیر کا اظہار کیا۔

مولانا کوثر نیازی

(امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء اسلام آباد سے خطاب)

بعنوان امام العلماء امام ابو حنیفہ ثانی

الحمدللّٰہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

قرطاس وقلم سے میرا تعلق دو چار سال کی ہی بات نہیں نصف صدی کی بات ہے اس دوران وقت کے بڑے بڑے اہلِ علم وقلم مشائخ وعلماء کی صحبت میں بیٹھ کر استفادہ کرنے کا موقعہ ملا اوران کے درس میں شریک رہا اور اپنی بساط کے مطابق فیض حاصل کرتا رہا۔ زندگی میں میں نے اتنی روٹیاں نہیں کھائیں ہیں جتنی کثیر تعداد میں کتابیں پڑھی ہیں میری اپنی ذاتی لائبریری میں دس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں وہ سب مطالعہ سے گزری ہیں ان سب کے مطالعہ کے دوران امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتب نظر سے نہیں گزری تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم کا خزانہ پالیا ہے اور علم کا سمندر پار کرلیا ہے علم کی ہر جہت تک رسائی حاصل کرلی ہے مگر جب امامِ اہل سنت کی کتابیں مطالعہ کیں اور ان کے علم کے دروازے پر دستک دی اور فیض یاب ہوا تو اپنے جہل کا احساس اور اعتراف ہوا یوں لگا کہ ابھی تو میں علم کے سمندر کے کنارے کھڑا سیپیاں چن رہا تھا علم کا سمندر تو امام کی ذات ہے۔ امام کی تصانیف کا جتنا مطالعہ کرتا جاتا ہوں عقل اتنی ہی حیران ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ امام احمد رضا حضور اکرم ﷺ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ علم کی کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو اور اس پر کوئی تصنیف نہ لکھی ہو یقیناً آپ سرکارِ دوعالم ﷺ کے علوم کے صحیح جانشین تھے جس سے ایک عالم

فیض یاب ہوا۔

یہاں علوم وفنون کے حوالے سے ایک بات کا ذکر کرنا چاہوں گا دورانِ تعلیم مولوی فاضل کے درجے میں مقاماتِ حریری پڑھے جو عربی ادب کے حوالے سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں اسی طرح فیضی کی تفسیر بے نقطہ دیکھی جس کو تاریخ میں ایک بلند امتیاز حاصل ہے کہ چند حروف بے نقطہ سے قرآن پاک کی تفسیر لکھ دی گئی یقیناً صاحبِ تصنیف کا ایک عظیم کارنامہ ہے اسی طرح عربی ادب کے اور بھی شاہکار مطالعہ کے دوران نظر سے گذرے مگران سب پر امام احمد رضا کے فتاویٰ کا عربی خطبہ فوقیت اور انفرادیت رکھتا ہے اس میں امام نے فقہ کی کتابوں اور مصنفوں کے ناموں کو اس طرح مربوط ترتیب دیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ۹۰ کتابوں کے ناموں کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ خطبہ میں حمد وثناء بھی بیان ہوگئی، نعت رسولِ مقبول ﷺ بھی ادا ہوگئی اور صحابہ کرام وآلِ رسول پر صلوٰۃ بھی۔ بے شک وشبہ مولانا کا عربی خطبہ عربی ادب کا لازوال شاہکار ہے جس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔

اردو زبان کے تو آپ شہنشاہ تھے کثیر تعداد میں تصانیف اردو زبان میں لکھیں ہیں اور عموماً تمام کتب کا معیار اتنا بلند ہے کہ ان کو صرف اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کتابیں لکھی ہی اہلِ علم کے لئے ہیں لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ امام کی کتابوں کو عوام کی رسائی تک پہنچانے کے لئے ان کو آسان زبان میں منتقل کیا جائے یا حواشی کے ساتھ کتابیں شائع ہوں تا کہ عوام بھی اس علم کے سمندر سے افادہ کرسکیں۔ امام احمد رضا دراصل علماء کے امام تھے یعنی امام العلماء تھے اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آج عالم کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر وہ امام کی کتابوں کو سمجھ لیں تو وہ عالم کہلانے کے مستحق ہیں اور وہ امام کے علم کی تہہ تک پہنچ جائیں تو وہ عالم کہلانے کے حقدار ہیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ تمام جہانوں کے نبی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی پاک وہند کی سرزمین کی طرف بھی خاص نظر تھی۔ احادیث میں لفظِ ہند بھی آیا ہے خاص کر شمشیر ہندی کا تذکرہ بارہا آیا ہے اور شروع کے لٹریچر میں اس کا ذکر برابر ملتا ہے کیونکہ ہند کی تلوار اس زمانے میں بہت مشہور ہوا کرتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ ہند کے مختلف قبائل اور ذاتوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے چنانچہ واقعہ معراج میں ایک روایت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جب مختلف انبیاء کرام کے حالات بیان فرمائے تو فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہند کی قوم جاٹ کی طرح مضبوط پایا یعنی ڈیل ڈول میں قومِ جاٹ کے جوانوں کی طرح آپ کی جسامت مضبوط تھی اس کا مکمل حوالہ میرے کتب خانے میں موجود ہے ابھی ذہن میں پورا حوالہ نہیں آرہا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم کے تمام انسانوں کی جسامت کا بھی علم تھا اسی لئے تو موسیٰ

علیہ السلام کی جسمانی طاقت کو ہند کی قوم جاٹ سے تشبیہ دے کر بتایا۔اس طرح ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی بابارتن کا بھی تذکرہ ملتا ہے اوران سے حدیثوں کا مجموعہ بھی منسوب ہے اگر چہ یہ صحابی کی حیثیت سے اکثریت کے نزدیک مشکوک ہیں لیکن عشاق کے لئے یہ بہت کافی ہے کہ سرزمین ہند سے بھی ایک فرد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

امام ابوحنیفہ کے آباؤاجداد کا تعلق بھی سندھ کی سرزمین سے بتایا جاتا ہے اور غالبًا مناظر حسن گیلانی نے ان کو قوم کی جاٹ کی ایک شاخ سے تعلق بتایا ہے اور دورِ حاضر کے امام ابوحنیفہ ثانی کا تعلق بھی اسی سرزمین ہند بریلی سے ہے یہ ہندوستان کے لئے بڑی عظمت کی بات ہے۔

فقہ حنفیہ میں ہندستان میں دو کتابیں مستندترین ہیں ان میں سے ایک فتاویٰ عالمگیریہ ہے جو دراصل چالیس علماء کی مشترکہ خدمت ہے جنہوں نے فقہ حنفیہ کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا دوسرا فتاویٰ رضویہ ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام چالیس علماء نے مل کر انجام دیا وہ اس مردِ مجاہد نے تنہا کر کے دکھایا اور یہ مجموعہ فتاویٰ رضویہ عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے جو آپ کو امام ابوحنیفہ ثانی کہا ہے وہ صرف محبت میں یا عقیدت میں نہیں کہا بلکہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے ابوحنیفہ ہیں۔آپ کے فتاویٰ میں مختلف علوم وفنون پر جو بحث کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علماء کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔کاش کہ اعلیٰ حضرت کی حیات اس دور میں میسر آجاتی تاکہ آج کل کے پیچیدہ مسائل حل ہوسکتے کیونکہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی اس کے آگے مزید گنجائش نہ ہوتی بہرحال ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی جانب سے جو کتابیں بشمول فتاویٰ رضویہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کی ہیں میں ان تمام کتب کی فوٹو کاپی کروا کر اپنے ساتھیوں کو دوں گا تاکہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور پھر اسلامی نظریاتی کونسل میں جو مسائل زیرِ بحث ہیں ان کو ہم آپ کے علم کے نور سے حل کرسکیں۔

(بشکریہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، صفحہ ۴۹، ۵۰، ۱۴۱۵ھ؍ ۱۹۹۴ء)

عنوان امام احمد رضا کی طبی بصیرت

حکیم محمد سعید دہلوی

مولانا کی شخصیت بہت جامع تھی وہ اپنے تفقہہ اور علم و اطلاع کی وسعت کے اعتبار سے علمائے متاخرین میں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے انہوں نے اکثر علمی اور دینی موضوعات پر اہم اور قابل قدر کتابیں لکھی ہیں لیکن جو تحریریں ان کی شخصیت کی مکمل ترجمانی اور آئینہ داری کرتی ہیں وہ ان کے فتاویٰ ہیں کہ جو متعدد مبسوط اور ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے کہ اسی اصل تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھیں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کتاب و سنت نے جس نظامِ حیات کی طرف ہماری رہبری کی ہے اور جو ضابطہ ہمیں عطا کیا ہے وہ مکمل اور دائمی ہے اس کے دوام اور اس کی ہمہ گیری کا تقاضا یہ ہے کہ فقہاء کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دینے سے پہلے ایک ایک لفظ کی تحقیق اس طرح کرلیں کہ اس کا مدلول واضح ہو جائے اور کسی عہد میں تشنگی کا احساس نہ ہو۔ ایسی تحقیق کے لئے ہمیں طبی اور سائنسی علوم کا بھی مطالعہ کرنا ہوگا ورنہ احکام کی وسعت اور دین کی حکمت کا اندازہ دشوار ہوگا۔ قرآنِ پاک میں تیمّم کے لئے "سعید" کا لفظ وارد ہوا ہے جسے مٹی کہتے ہیں مگر مٹی اور جنس ارض کا اطلاق جن جن چیزوں پر ہوتا ہے ان کا تعین علمائے طبیعات و طب کو نظر انداز کر کے نہیں کیا جا سکتا۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے اس تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔

مولانا نے مٹی اور جنس ارض نیز احجار کی تحقیق کے سلسلے میں صرف متقدمین کی تصریحات پر تکیہ نہیں کیا بلکہ از روئے دیانت علمی احجار ومعدنیات اور طب وکیمیا کے مستند علماء کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا جو تحقیق کا صحیح انداز ہوسکتا تھا اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت و ماہیت ہمیں اس کے ماہرین ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک چیز عرفِ عام میں یا اپنی ظاہری صورت میں پتھر معلوم ہوتی ہو لیکن اس کی یہ خصوصیت اس کے ماہرین ہی بتا سکتے ہیں اور جب تک ان کا حوالہ نہ دیا جائے اس سے تیمّم کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ ہمیشہ محل نظر ہوگا۔ فاضل بریلوی ماہرین فن کی طرف رجوع کرتے ہیں مثلاً کہربا جو بظاہر پتھر معلوم ہوتا ہے مولانا نے اس کی ماہیت ابن سینا اور القامفتی جیسے محققین طب سے معلوم کی اس کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ یہ پتھر نہیں ہے اس سے تیمّم درست نہیں۔ سنگ بصری کے سلسلے میں بھی انہوں نے اسی طرزِ تحقیق سے کام لیا اور رازی کے حوالے سے یہ بتایا کہ یہ پتھر نہیں سیسے کا دھواں ہے اس سے تیمّم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ابرک چونکہ معدنیات سے ہے اس لئے اس کی ماہیت بھی متعدد اکابر علمائے طب سے ہے اس لئے اس کی ماہیت بھی متعدد اکابر علمائے طب سے معلوم کی اور ان میں ویسقوایدوس، داؤد، انطاکی، رازی، ابن البیطار اور صاحب مخزن جیسے محققین طب ہیں ان کی کتابوں کے مکمل حوالے ہیں اور ابرک کی حقیقت و ماہیت کے ساتھ ان کی اقسام پر مکمل بحث ہے اسی طرح ان کے فتاویٰ میں وسعت اور گہرائی کے ساتھ دینی و دنیوی علوم کا حسن امتزاج ملتا ہے۔

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک محقق کے لئے یہ بات کہاں تک درست ہوسکتی ہے کہ وہ علمائے طب کی تصریحات پر آنکھ بند کرکے انحصار کرے تو میں یہ عرض کروں گا یقینا یہ بات اصولِ تحقیق کے خلاف ہے لیکن یہ بھی عرض کروں گا کہ مولانا اس نکتہ سے واقف ہیں اس لئے اطبائے کرام کی تصریحات کا مطالعہ بھی وہ انتقادی نظر سے کرتے ہیں۔ ارسطو نے زجاج کو پتھر کہا اب مولانا کا تعقب ملاحظہ کیجئے "ارسطوز جاج بلور میں فرق نہیں کرسکا اس لئے کہ وہ بلور کو بھی زجاج ہی کہتا رہا حالانکہ ان میں سے ایک معدنی ہے ایک مصنوعی اور ان دونوں کی ماہیت میں فرق ہے۔"

پھر ابن البیطار اور مخزن کے حوالے پیش کئے ہیں۔ ایک مثال اور ملاحظہ فرمائیے فقہ کی تمام کتابوں میں جن پتھروں سے تیمّم کو جائز کہا گیا ہے ان میں ایک نام البلخش بھی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں "کتب لغت حتی کہ قاموس محیط میں اس لفظ کا پتہ نہیں نہ تاج العروس نے اس سے استدراک کیا نہ جامع ابن بیطار نہ داؤ دانطا کی وتحفہ مخزن میں اس کا ذکر۔ عجب یہ کہ کتاب معرب میں اس سے غفلت کی مگر انوار الاسرار میں اس کا تذکرہ آیا۔

بلخش ایک پتھر ہے جو اطراف مشرق میں سونے کی کان میں ہوتا۔ اس کا رنگ یاقوت احمر کا ہوتا ہے اور یہ

یاقوت سے زیادہ شفاف ہوتا ہے یہ تعریف لعل پر صادق آئی ہے مگر سونے کی کان میں پیدا ہونا ظاہراً اس کے خلاف ہے۔"

مولانا کی طبی بصیرت اوران کی دقتِ نظر کا اندازہ مرجان کی تحقیق سے بھی ہوتا ہے مرجان کی حقیقت و ماہیت معلوم کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ دس مستند فقہی کتابوں میں تو اس سے تیمّم کے جواز کی صراحت ملتی ہے مگر فتح اور درمختار میں اس سے تیمّم کی ممانعت آئی ہے۔

مولانا نے یہ محسوس کیا کہ آخرالذکر فقہاء نے مرجان کی حقیقت و ماہیت دریافت کرنے کی کوشش نہیں فرمائی اور ان ماخذ کی طرف رجوع نہیں کیا جن سے مرجان کے بارے میں مستند معلومات حاصل ہوسکیں۔فقہاء بڑی حد تک لغتوں میں الجھ گئے اور نزاعِ لفظی کے شکار ہوگئے اگر مرجان کی ماہیت کے لئے کتبِ طبیہ کی طرف رجوع کیا جاتا تو جواز اور عدم جواز کی متنازعہ صورتِ حال واقع نہیں ہوتی۔مولانا نے مرجان سے جوازِ تیمّم کا فتویٰ دیا اور اس کی ماہیت پر طبی کتابوں کی مدد سے مبسوط روشنی ڈالی۔

سب سے پہلے مخزن کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرجان ایک جسم حجری ہے جو شاخ درخت سے مشابہ ہوتا ہے پھر تحفہ کے حوالے سے لکھا کہ مرجان بسذ کو کہتے ہیں اور وہ ایک پتھر ہے جو نباتی قوت کے ساتھ دریا کی گہرائی میں پیدا ہوتا ہے۔

مولانا لکھتے ہیں علامہ ابن الجوزی مرجان کو عالم نبات اور عالم جمادات کی درمیانی چیز تصور کرتے ہیں داؤد انطا کی کا خیال بھی یہی ہے کہ وہ نباتی اور حجری اشیاء کی درمیانی چیز ہے۔

مولانا نے اطباء کے ان اقوال میں تطبیق کی ایک اچھی صورت نکالی ہے فرماتے ہیں "جس طرح کھجور کو کہنا کہ وہ نبات اور عالم حیوانات میں متوسط ہے نر و مادہ ہوتی ہے اور مادہ جانب نر میل کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے تلقیح سے باردار ہوتی ہے اور اسے نبات سے خارج اور حیوانات میں داخل نہیں کرتا اسی طرح مرجان کو نباتات سے مشابہت کے باوجود اسے احجار سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔"

اس استدلال کے بعد واضح انداز میں مولانا نے لکھا ہے کہ اصحابِ احجار نے اس کے حجر ہونے کی تصریح کردی ہے زیادہ سے زیادہ اسے حجر شجری کہا شجر حجری کسی نے نہیں کہا۔مفردات ابن ابیطار میں باحوالہ ارسطو منقول ہے۔

بسذ و مرجان ایک ہی پتھر ہیں فرق یہ ہے کہ مرجان اصل ہے اور بسذ فرع۔

ان تصریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اکثر فقہائے کرام نے مرجان کی ماہیت کا تعین نہیں کیا اسی لئے اختلاف ہوا۔مولانا نے اب حجت قاطعہ پیش کر دی ہے اور طبی کتابوں کی مدد سے اس کی ماہیت کا تعین کر دیا ہے جسے ہم تحقیق کی جدید تکنیک کہہ سکتے ہیں۔

فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی جزئیے یا مسئلے کا جائزہ مولانا نے سرسری طور پر نہیں لیا اور تقلیدی طور پر اس کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اس کی پوری پوری تحقیق کی مثلاً فقہاء مقبرے کی مٹی سے تیمّم کو جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ اس میں کسی قسم کی نجاست نہ ہو مولانا کا ذہن فوراً گلِ مختوم کی طرف گیا جو اصلاً تو مٹی ہے لیکن اس کے بارے میں عجیب وغریب روایات مشہور ہیں اگر ان کا یقین کر لیا جائے تو پھر اس مٹی سے یا اس کے ڈھیلوں سے تیمّم جائز نہ ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر گلِ مختوم ہے کیا؟ اور اس کے بارے میں کون سی عجیب وغریب روایات مشہور ہیں۔

چونکہ اطباء گلِ مختوم کو دواء استعمال کرتے ہیں اس لئے مولانا نے طب کی امہات کتب سے اس کی ماہیت معلوم کی تاکہ اس مٹی سے تیمّم کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی فقہی رائے دی جاسکے۔گلِ مختوم کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں اگر چہ حوالہ مذکور نہیں ہے مگر خزانۃ الادویہ میں ہے بحر مغرب میں ایک جزیرہ ملیون ہے وہاں ایک معبد ہے جس کی مجاور عورت ہوتی ہے۔

بیرونِ شہر ایک ٹیلہ ہے جس کی مٹی متبرک خیال کی جاتی ہے وہ عورت تعظیم کے ساتھ اس کو لاتی اور گوندھ کر اس کی ٹکیاں بنا کر ان پر مہر لگاتی۔ دیقوریدوس وغیرہ نے زعم کیا کہ اس میں بکری کا خون ملتا ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ میں اطاکیہ سے دو ہزار میل سفر کر کے اس جزیرے میں پہنچا میرے سامنے اس عورت نے وہاں سے ایک گاڑھی مٹی لی اور ٹکیاں بنائیں اور خون کا کچھ لگاؤ نہ تھا میں کے مؤدب لوگوں اور علماء کے صحبت یافتوں سے پوچھا کہ پہلے کسی زمانے میں اس میں خون ملایا جاتا تھا جس نے یہ سوال سنا مجھ پر ہنسنے لگا۔

مولانا پر تو اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ اس میں خون نہیں ملایا جاتا اور یہ خالصتاً مٹی ہے لہٰذا تیمّم کے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن مطالعہ کے دوران انہیں خود اطباء کے اقوال میں خلط آراء کا ایک دلچسپ تماشا نظر آیا جس کی تنقیح انہوں نے ضروری سمجھی بلاشبہ یہ غلطی داؤدانطا کی سے سرزد ہوئی مگر میرا خیال ہے کہ انطا کی نے مظنۂ عامہ بیان کیا ہے یا پھر تحقیق سے پہلے کی یہ رائے ہے۔ بہر حال مولانا لکھتے ہیں

حیرت ہے کہ انطا کی نے اپنی کتاب التذکرہ میں گلِ مختوم کے اندر خون ملانے کے وہم کو جالینوس کی طرف منسوب کردیا ہےاور تنکابنی نے اپنی کتاب تحفہ میں دیسقوا یدوس کی طرف اس کا انتساب کیا جب کہ جالینوس ہی وہ شخص ہے جس نے ذاتی طور پر گلِ مختوم کی حقیقت معلوم کی اور اس کا عینی مشاہدہ کیا۔

قرائن یہ کہتے ہیں کہ ویسقوا یدوس نے گلِ مختوم کے بارے میں عام معتقدات کی طرف اشارہ کیا ہوگا اور جالینوس نے اسی کا خیال نقل کردیا ہوگا اس لئے انطا کی نے اسی کی جانب منسوب کردیا اگر جالینوس کو اس کا یقین ہوتا تو وہ جزیرۂ مغرب کا سفر کرنے کی صعوبت کیوں اُٹھاتا۔

یہ باتیں تو جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی تھیں جہاں تک مولانا کا تعلق ہے ان کے مطالعہ کی وسعت اور ان کی طبی بصیرت مسلم ہے، تحقیق میں سنجیدگی اور دیانت کی جو مثال انہوں نے قائم کی ہے وہ محققین کے لئے سبق آموز ہے اور سب سے بڑا نقطہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ فقہ اور طب کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہہ نہیں ہوسکتا جب تک اسے طبی علوم پر دسترس نہ ہو مولانا کے اکثر فتاویٰ سے طبی بصیرت کا اظہار ہوتا ہے۔

علم الاحجار والمعاون طب کا ایک اہم شعبہ ہے معدنیات کی تکوینی حقیقت کا علم دقت نظر کا متقاضی ہے وہ صرف احجار کے اسماء تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے ایک بحرِ بیکراں ہے مولانا کی طبی بصیرت کا ایک اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے عام فقہاء کی طرح صرف معدنی احجار کا ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی اس اہم تحقیق سے بیان کا آغاز کیا کہ ''جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارے کے امتزاج سے ہے کبریت تو ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ'' کیمسٹری کے علماء شاید انکار نہ کرسکیں کہ جدید علم الکیمیا کا نظریہ بھی یہی ہے اور معدنیات کے تخلیق فطری کیمیائی عمل ہی سے ہوتی ہے۔

تیمّم ہی کے ضمن میں رماد یعنی راکھ کی بحث بھی آ گئی ہے جس میں مولانا نے جامع الرموز وغیرہ کے حوالے سے کشتہ سازی کے بھی سارے نکات بیان کردیئے ہیں۔

مولانا کی اس طبی بصیرت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ فقہاء نے جو قابل تیمّم اشیاء بتائی تھیں ان پر انہوں نے ۱۰۷ چیزوں کا اضافہ کیا۔

آج فقہاء طبی اور سائنسی علوم سے بیگانگی کی وجہ سے بیشتر تمدنی مسائل میں عصری علوم کے حوالے سے احکامِ شریعت کی تشریح وتعبیر کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت سے محروم ہیں اور یہ ایک زبردست المیہ ہے غالبًا اسلاف کی زندگیاں ان کے سامنے نہیں ہیں۔ (بشکریہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)